برصغیر میں اسلام

کی آمد واشاعت اور

اسلامی عقائد ونظریات

تحقیق وتالیف

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی



حق چاریارؓ اکیڈمی

یا اللہ مدد

خلافت راشدہ — حق چار یارؓ

برصغیر میں اسلام کی آمد و اشاعت

اور

اسلامی عقائد و نظریات

تحقیق و تالیف

مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

چیئرمین : حق چار یارؓ اکیڈمی گجرات

ناشر: حق چار یارؓ اکیڈمی

مدرسہ حیات النبیؐ، محلہ حیات النبیؐ، گجرات

0336-7658720

نام کتاب:.............. برصغیر میں اسلام کی آمد و اشاعت اور اسلامی عقائد و نظریات
تحقیق و تالیف............ مولانا حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی۔
طبع اوّل............ اگست 2006
کمپوزنگ............ فکر دیوبند کمپوزنگ سنٹر محلہ حیات النبیؐ گجرات۔
طبع سوم .... دسمبر ۲۰۱۹ء/ربیع الثانی ۱۴۴۱ھ
تعداد............ 1100 صفحات.................. 192
ناشر!............حق چاریارؓ اکیڈمی. مدرسہ حیات النبیؐ، محلہ حیات النبیؐ گجرات۔

ملنے کے پتے

☆ دارالامین، لاہور 0307-5687800 ....☆ مکتبہ صفدریہ بہاول پور
☆ مکتبہ صفدریہ، نزد چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ.......☆ مکتبہ نصرۃ العلوم نزد چوک گھنٹہ گھر گوجرانوالہ
☆ ادارۃ السادات، حسن پلازہ مچھلی منڈی، اردو بازار لاہور.......☆ دارالعلوم مدنیہ، ماڈل ٹاؤن بی
بہاولپور......☆ انجمن خدام الاسلام، ۲۸۵ جی، ٹی روڈ باغبانپورہ لاہور.........☆ ادارۃ الانور
علامہ بنوری ٹاؤن کراچی.......☆ جامعہ رحمت الرحیم جامع مسجد سراجاں چوک حسین آگاہی ملتان
☆ مدنی جامع مسجد چکوال.........☆ جامعہ حمیر اللبنات. چرچ روڈ علامہ اقبال ٹاؤن. رحیم یار خان
☆ مکتبہ سید احمد شہید اردو بازار لاہور.........☆ جامع مسجد فاروق اعظمؓ سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا
☆ مکتبہ حنفیہ، جامعہ حنفیہ تعلیم الاسلام جہلم.........☆ مدرسہ تعلیم الفرقان حق چاریارؓ. پنڈ گدوال
واہ کینٹ.☆ مکتبہ فاروقیہ حنفیہ اردو بازار گوجرانوالہ.........☆ والی کتاب گھر اردو بازار گوجرانوالہ

انتساب

قائد اہل سنت، وکیل صحابہؓ

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ



روحانی جانشین	انتظامی جانشین	تنظیمی جانشین
پیر طریقت، حضرت مولانا حبیب الرحمٰن سومرو مدظلہ	حضرت مولانا قاری جمیل الرحمٰن مدظلہ	حضرت مولانا قاضی ظہور الحسین اظہر مدظلہ
خلیفہ مجاز حضرت قائد اہل سنت رحمۃ اللہ علیہ	مہتمم وخطیب جامعہ اظہار الاسلام مدنی جامع مسجد چکوال	امیر تحریک خدام اہلسنت والجماعت پاکستان

☆☆☆☆☆☆ کے نام ☆☆☆☆☆☆

خدا کرے کہ یہ تین رکنی ٹیم حضرت قائد اہل سنت نوراللہ مرقدہ کی طرف سے وصیت نامہ کے اندر تفویض کردہ فرائض واختیارات کے حدود میں رہتے ہوئے باہمی وحدت ومحبت کے ساتھ اپنی شرعی ذمہ داریوں کو نبھا سکے۔ اوران خودغرض، فتنہ پرور عناصر کی شرپسندانہ کاروائیوں سے محفوظ رہ سکے۔ جن کی شرپسندی سے حضرت اقدسؒ نے ہمیشہ جماعت کو محفوظ رکھا۔ آمین

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

فہرست عنوانات

پہلا مقالہ — تقلید فقہاء اربعہؒ............تاریخ کے آئینہ میں

دوسرا مقالہ — ....برصغیر میں اسلام کی آمد و اشاعت

تیسرا مقالہ ❁ علماء دیوبند کا تاریخ ساز کردار، افکار و خدمات کے آئینہ میں

چوتھا مقالہ......اہل سنت والجماعت کے عقائد ونظریات

سبب تالیف

برادران اہل السنۃ والجماعۃ!

کچھ عرصہ قبل ہم نے درج ذیل تین مختلف رسالے ترتیب دیئے تھے۔

- .... عقائد و نظریات اہل السنۃ والجماعۃ،
- .... برصغیر میں اسلام کی آمد و اشاعت اور غیر مقلدین کی خطرناک سازش،
- .... مسلک و خدمات علماء دیوبند،

بعض احباب نے ان رسائل کو پسند کرتے ہوئے تقاضا کیا کہ اگر ان رسائل کو نئے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کیلئے یک جا شائع کر دیا جائے تو ان کی ابتدائی بنیادی معلومات میں خاصا اضافہ ہوسکتا ہے۔ ان احباب کی اس خواہش پر ہم ان تینوں رسائل کو متعدد اضافوں کے ساتھ یک جا شائع کر رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس رسالہ کو ہمارے لئے دنیوی ہدایت اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین

کلماتِ تشکر

آج سے تقریباً ۲۵، سال پہلے جب ہم نے تالیف و تصنیف کے میدان میں قدم رکھا تھا اور ہماری پہلی تالیف ''فتویٰ امام ربانی برمرزا غلام احمد قادیانی'' اور دوسری تالیف ''سیف حنفی برگردن فتنہ اثری، گوندلوی، سلفی'' پایہ تکمیل تک پہنچی تھی تو اس وقت ہمارے والد گرامی قدر، استاد محترم اور مرشد ذی وقار

☆ ...... امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ

ہماری قلمی و تحقیقی اصلاح و نگرانی فرما رہے تھے۔ یہاں تک کہ جب ہم نے بریلوی مکتب فکر کے بعض تاریخی اعتراضات کے جواب میں علماء دیوبند کی خدمات پر ایک مضمون ترتیب دیا تو اسے حضرت والد محترم مدظلہ نے اس قدر پسند فرمایا کہ ''البیان الحق لحافظ

عبدالحق'' کے نام سے اسے اپنی کتاب ''اظہار العیب'' میں تیسرے باب کی حیثیت سے شامل کر دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس میدان میں ہماری مسلک دیوبند پر پختگی ،اس کی ترجمانی،اور قلمی ترقی میں اصل اور بنیادی کردار حضرت والد محترم مدظلہ ہی کا ہے۔

اس کے بعد جب بانی وامیر تحریک خدام اہل السنۃ والجماعۃ

☆....قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نوراللہ مرقدہ

سے ہمارا اصہری (یعنی دامادی کا) تعلق قائم ہوا،اوران کی امارت ومعیت میں مسلکی اور دعوتی امور سرانجام دینے کا موقع ملا،تو ہماری اکثر وبیشتر تحریرات کی اصلاح ونگرانی وہ فرماتے رہے۔خدا تعالیٰ ان کی قبر پر ان گنت رحمتیں نازل فرمائے،آمین۔انکی رحلت اور حضرت والد گرامی قدر مدظلہ کے ضعف کے بعد ہمیں اپنی تحریرات کی اصلاح کیلئے کافی پریشانی ہے۔کیونکہ ہم اب بھی اپنی تحریرات وتحقیقات کو قابل اصلاح جانتے ہیں۔

بھولا نہیں میں آج بھی آداب جوانی
میں آج بھی اوروں کو نصیحت نہیں کرتا

بہرحال اپنی تمام تر علمی وفنی کمزوریوں کے باوجود اس میدان سے پسپائی یا کنارہ کشی ہمارے لئے بایں وجہ ممکن نہ تھی کہ یہ فریضہ ہم صرف اور صرف مسلکی اور دینی خدمت کے تحت سرانجام دے رہے تھے۔ اور مذکورہ دونوں بزرگوں کے مشن کو جاری رکھنا اور اسکی حفاظت کرنا ہم اپنا دینی واخلاقی فریضہ جانتے تھے۔جس سے انحراف وروگردانی ہمارے لئے کسی صورت ممکن نہ تھی۔

چونکہ ہم نے یہ زیر نظر رسالہ جدید فضلاء اور طلباء کی بنیادی معلومات کیلئے ترتیب دیا ہے۔ اس لئے ضرورت تھی کہ کچھ اصحاب علم وفن علماء اس پر نظر ثانی فرمالیں۔چنانچہ ہم نے

- مناظر اسلام حضرت مولانا محمد اسماعیل محمدی مدظلہ......................وزیرآباد
- مناظر اسلام حضرت مولانا مفتی شاہد مسعود صاحب مدظلہ...............سرگودھا
- حضرت مولانا صاحبزادہ عزیز احمد صاحب مدظلہ.....خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف

❁ حضرت مولانا صاحبزادہ خلیل احمد صاحب مدظلہ.....خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف
❁ حضرت مولانا مفتی طاہر مسعود صاحب مدظلہ.......مہتمم جامعہ مفتاح العلوم سرگودھا

کے سامنے درخواست پیش کی کہ وہ اس رسالہ پر نظر ثانی فرما کر اس کے اندر قابل اصلاح چیزوں کی اصلاح فرمادیں۔

ہم مذکورہ علماء کے انتہائی ممنون اور شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اپنے قیمتی وقت میں سے کچھ وقت نکال کر اس رسالہ کے عقائد و نظریات والے حصہ پر نظر ثانی فرمائی۔ اور بعض مقامات پر لفظی ترمیم کا حکم دیا، جو کہ ان کے حکم کے مطابق کر دی گئی۔ بعض مضامین کے اضافہ کا حکم دیا گیا، الحمدللہ اس میں بھی ان کے حکم کی تعمیل کر دی گئی۔ ہم نے پوری کوشش کی ہے (اور مذکورہ علماء کی نظر ثانی کے بعد ہمیں کافی حد تک اطمینان بھی حاصل ہو چکا ہے) کہ علماء دیوبند کی تعلیمات و تحقیقات سے باہر قدم نہ رکھا جائے۔ اور اسی دائرہ میں رہتے ہوئے یہ رسالہ ترتیب دیا گیا ہے۔ لہٰذا اس رسالہ کو مسلک دیوبند ہی کے حوالہ سے دیکھا اور پڑھا جائے۔ اگر اس میں کوئی چیز مسلک دیوبند کے خلاف نظر آئے تو ہم انشاءاللہ العزیز اس کی اصلاح کرنے میں کوئی عار یا شرم محسوس نہیں کریں گے۔ خدا تعالیٰ اسے ہم سب کی ہدایت و نجات کا ذریعہ بنائے...آمین یارب العالمین۔

جرأت اظہار کر تو بیٹھے ہیں
جانے اب کیا ہمیں جواب ملے

(نوٹ) یہ چونکہ مختلف مقالات کا مجموعہ ہے۔ جس میں بعض بیانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔ اسلئے اس میں بعض چیزوں کا تکرار تھا۔ اگرچہ ہم نے اپنی طرف سے اس تکرار کو کافی حد تک ختم کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن پھر بھی ممکن ہے کہ بعض مقامات پر یہ تکرار باقی رہ گیا ہو۔ لہٰذا اسے مجبوری کے درجہ میں گوارا کر لیا جائے۔ شکریہ

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

۲۸، ربیع الاول ۱۴۲۷ھ، بمطابق ۲۷، اپریل ۲۰۰۶ء

مقدمہ

نحمده ونصلی ونسلم علی رسوله الکریم امابعد

کسی بھی مذہبی طبقہ کی پہچان وشناخت کی بنیاد اصل میں اس کے عقائد ونظریات ہی ہوتے ہیں ۔جن عقائد ونظریات کے آئینہ میں ہی اس مکتب فکر کی دینی وشرعی حیثیت جانچی اور پرکھی جاسکتی ہے اور انہی عقائد ونظریات کی بنیاد پر اس فرقہ پر حق وباطل کا شرعی حکم لگایا جاسکتا ہے۔محض کسی کا زبانی دعویٰ اس کے اسلام یا ایمان کی دلیل قرار نہیں دیا جاسکتا۔اس کی شرعی حیثیت جاننے کیلئے اس کے عقائد ونظریات سے واقفیت انتہائی ضروری ہوتی ہے۔لہٰذا ہم زیر نظر رسالہ میں علماء دیوبند کے عقائد ونظریات پر مختصر بحث کریں گے۔

اختلافات کا پیدا ہونا ایک فطری امر ہے۔

کسی بھی قوم، جماعت یا امت کے اندر اختلافات کا پیدا ہوجانا ایک طبعی اور ناگزیر امر ہے۔اور مشترکہ عملی زندگی میں ان اختلافات سے بچنا بہت ہی مشکل ہے۔کیونکہ جب علم وفہم اور دیانت وامانت کے معیار و پیمانے مختلف ہوں گے تو ان کے ذریعہ فکر وعمل کے نتائج بھی یقیناً متفرق ہوں گے۔امت کے اندر اسی افتراق وانتشار کی پیشین گوئی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بایں الفاظ فرمائی کہ میری امت ۷۳، فرقوں میں بٹ جائے گی۔گویا امت کا متفرق گروہوں میں تقسیم ہونا بھی ایک یقینی امر ہے۔البتہ ان اختلافات کی نوعیت مختلف ہوتی ہے۔

❁......کبھی یہ اختلافات اجتہادی ہوتے ہیں جن میں کسی فریق پر بھی کفر، بدعت یا فسق کا حکم وفتویٰ نہیں دیا جاسکتا۔جیسا کہ ائمہ اربعہ (حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کے اختلافات۔ ان میں سے جس امام کی تقلید کر کے بھی اس کے فقہی واجتہادی امور پر عمل کرلیا جائے جائز اور درست ہے۔

۞......کبھی یہ اختلافات محض غلط فہمی، بے خبری، ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔جن میں بددیانتی کا عمل دخل نہیں ہوتا۔یہی وجہ ہے کہ جب غلط فہمی دور ہوجاتی ہےتو اختلافات کا بھی خاتمہ ہوجاتا ہے۔

۞......کبھی یہ اختلافات نری ہٹ دھرمی، ضداور تعصب کی بناپر ہوتے ہیں۔جس کے پس پردہ صرف انانیت،شہرت پسندی،خودغرضی، مفاد پرستی اوراحساس برتری کارفرما ہوتی ہے......پھراس سے ہٹ کرکبھی یہ اختلافات اصولی ہوتے ہیں،جوعقائدونظریات پرمبنی ہونے کی وجہ سےحق وباطل کی حیثیت اختیار کرجاتے ہیں......اورکبھی یہ اختلافات فروعی ہوتے ہیں جن میں مختلف فیہ مسائل کی حیثیت صرف افضل وغیرافضل اوراولیٰ وغیراولیٰ کی ہوتی ہے۔

تاقیامت جماعت حقہ کا وجود ضروری ہے

قرآنی تقاضا......اور......نبویؐ بشارت

جملہ اسلامی تعلیمات امت مسلمہ کے اندر وحدت واخوت قائم رکھنے کی تعلیم وترغیب دیتی ہیں۔لیکن قرآن پاک کے اندرخداتعالیٰ جہاں......**واعتصموا بحبل اللّٰہ جمیعا ولا تفرقوا** (پ۴،آل عمران۱۰۳) کے الفاظ سےامت مسلمہ کواحکامات قرآنیہ پر پوری طرح قائم رہنےاور باہمی انتشاروتفریق سے بچنے کا حکم دیتے ہیں۔وہاں

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویأمرون بالمعروف وینھون عن المنکر (پ۴،آل عمران۱۰۴) کے الفاظ سے قیامت تک کے ہردورکیلئے اہل حق کی ایک جماعت کے وجودکوضروری وناگزیربھی قرار دیتے ہیں۔

ان دونوں آیات کے یکے بعد دیگرے نزول و ورود سے یہ حقیقت پوری طرح واضح و آشکارا ہوجاتی ہے کہ امت مسلمہ کو جہاں باہمی انتشاروتفریق سے سختی کے ساتھ منع کیا گیاہے،وہاں انسانوں کی مختلف طبعیتوں اوران کے متفرق علوم وعقول کی بناء پران کے

اندر پیدا ہونے والے انتشار وتفریق کے یقینی ظہور کی خبر بھی دیدی گئی ہے۔ کیونکہ جہاں قبول حق کیلئے انسانوں کی طبعیتیں مختلف ہیں۔(جیسے امام ابوبکر صدیق ؓ اور ابوجہل وغیرہ) وہاں تحقیق حق کیلئے انسانوں کے علوم وعقول اور دیانتیں بھی متفرق ہیں۔(جیسے حجۃ الاسلام مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) اسلئے اختلاف وانتشار کا پیدا ہونا ایک طبعی وناگزیر امر ہے۔

البتہ ان آیات کریمات میں جہاں خداتعالیٰ نے امت کے اندر اختلافات کے ظہور کی طرف اشارہ کیا ہے، وہاں اس بشارت کے ساتھ امت کو یہ تسلی بھی دیدی گئی ہے کہ انتشار وتفریق کی اسی فضاء میں اہل حق کی ایک جماعت کا وجود بھی قیامت تک یقینی ہے، گویا اسلام پسند طبعیتوں کو توجہ دلائی جارہی ہے کہ وہ اپنے ایمان وایقان کے تحفظ کیلئے اہل حق کی اسی جماعت کے ساتھ وابستہ رہیں۔ چنانچہ اسی فرمان الٰہی کی تشریح وتفسیر میں آٹھ صحابہ کرامؓ (حضرت ثوبان بن بُجْدُدْ، حضرت مغیرہ بن شعبہ، حضرت جابر بن سمرۃ، حضرت جابر بن عبداللہ، حضرت عمیر بن ہانی، حضرت معاویہ بن ابی سفیان، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت عقبہ بن عامر رضوان اللہ علیہم اجمعین) سے حضرت امام مسلمؒ یہ روایت (باختلاف الفاظ) نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

لاتزال طائفة من امتی ظاهرین علی الحق لایضرهم من خذلهم حتی یأتی امر اللّٰه.... یعنی ہمیشہ میری امت کا ایک گروہ حق پر قائم رہے گا۔ اور کوئی نقصان پہنچانے والا اسے کچھ نقصان نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ حکم الٰہی یعنی قیامت برپا ہوجائے....(مسلم جلد۲، ص۱۴۳، ۱۴۴...ترمذی جلد۲، ص۴۷)

جس جماعت حقہ کے وجود کو خداتعالیٰ نے تاقیامت ضروری قرار دیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسکے وجود کی تاقیامت سلامتی کی پیشین گوئی فرمائی ہے، اس کے دو خصوصی وصف زبان نبوت سے بیان کئے گئے ہیں۔

پہلا.......یہ کہ **من یرد اللّٰه به خیراً یفقهه فی الدین** یعنی اس جماعت کو

تفقه فی الدین حاصل ہوگا۔اور......دوسرا......**یقاتلون علی الحق** کہ وہ جماعت ہمیشہ حق کے راستہ میں جہاد وقتال کرتی رہے گی.....(مسلم جلد۲ص۱۴۴)

یعنی اس جماعت کو **تفقه فی الدین** بھی حاصل ہوگا،اور وہ جماعت حقہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے تمام شرعی تقاضوں کو پورا کرتے ہوئے حق کے راستہ میں جہاد وقتال کا فریضہ بھی سرانجام دیتی رہے گی۔کیونکہ امت مسلمہ پر ضروری ہے کہ وہ ادیان عالم پر دین اسلام کو غالب کرے،اس لئے کہ غلبہ دین کیلئے جہاد وقتال ناگزیر ہے۔

اس فرمان الٰہی اور بشارت نبویؐ سے یہ حقیقت نکھر کر سامنے آجاتی ہے کہ اہل حق کی وہ موعودہ جماعت اول تا آخر ہمیشہ ایک ہی فکر وعمل کی حامل ہوگی۔اوراس کے فکر وعمل کا سلسلہ جماعت در جماعت آگے چلے گا۔اس کے عقائد وافکار کی کوئی کڑی ٹوٹنے نہ پائے گی۔اور یہ عقائد وافکار ہر جماعت کو کڑی در کڑی اور سلسلہ در سلسلہ منتقل ہوں گے۔گویا طرز جدوجہد میں ہزار اختلاف کے باوجود اس جماعت کا فکر وعقیدہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے لیکر تا قیامت ایک ہی رہے گا،جو متواتر ہوگا۔اور یہی اس جماعت کی حقانیت وصداقت کی بنیادی دلیل ہوگی۔

اہل السنۃ والجماعۃ کا عنوان

جس جماعت حقہ کا وجود قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ناگزیر قرار دیا ہے،اس کے بارہ میں پیغمبر برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کوئی ابہام باقی نہیں چھوڑا۔بلکہ اس کا نام اور پہچان تک ہر چیز کھول کر بیان کردی،اور زبان نبوت نے اس جماعت کو اہل السنّت والجماعت کے نام سے سرفراز فرمایا۔

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ قرآن مقدس،اسلامی تعلیمات کا بنیادی مأخذ اور ایک مکمل ضابطہ حیات ہے،لیکن اس کے حقیقی ومقصودی مفہوم تک رسائی سنت نبویؐ کے بغیر ہرگز ممکن نہیں۔اورسنت نبویؐ حاصل کرنے کیلئے جماعت صحابہؓ کا واسطہ بھی ناگزیر ہے۔یعنی جماعت صحابہؓ کے بغیر سنت نبویؐ تک رسائی کا تصور،اور سنت نبویؐ کے بغیر قرآن

فہمی کا دعویٰ نا قابل تسلیم ہے۔ سنت اور جماعت کے ساتھ فکری وابستگی رکھنے والے ہی اصطلاح شریعت میں اہل السنّت والجماعت ہیں، جو عہد نبویؐ سے عصر حاضر تک مسلسل دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

اہل سنت کی پہچان

اہل السنّت والجماعت کا یہ مکتب فکر نہ صرف قدیم ومتواتر ہے بلکہ فرمان نبویؐ کے مطابق ناجی وجنتی بھی ہے۔ گویا یہ عنوان کسی امتی کا ایجاد کردہ نہیں، بلکہ خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عطا کردہ ہے۔ چنانچہ علامہ عبدالکریم شہرستانی رحمتہ اللہ علیہ یہ مرفوع حدیث نقل کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

> عنقریب میری امت ۷۳، فرقوں میں بٹ جائے گی۔ ا **لناجیة منهاواحدة** ان میں سے صرف ایک فرقہ نجات پانے والا ہوگا۔ **والباقون هلكىٰ** اور باقی سب فرقے ہلاک ہونے والے ہوں گے۔ پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہوگا؟ فرمایا اھل السنة والجماعة، پوچھا گیا یارسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم سنت اور جماعت سے کیا مراد ہے؟ فرمایا **ما انا عليه اليوم واصحابی**، وہ طریقہ کہ جس پر آج کے دن میں اور میرے صحابہؓ ہیں..........................(الملل والنحل، جلد:۱...ص:۲۰)

اس فرمان نبویؐ کی روشنی میں امت کے اندر پیدا ہونے والے فرقوں میں سے صرف اہل السنّت والجماعت ہی نجات پانے والا فرقہ ہے۔ جس کی پہچان زبان نبوت سے سنت نبویؐ اور جماعت صحابہؓ کی اتباع اور پیروی بیان کی گئی ہے۔ اسی لئے قرآن پاک کی آیت

> **یوم تبیض وجوه وتسود وجوه**، الایۃ یعنی جس دن کچھ چہرے سفید اور کچھ چہرے سیاہ ہوں گے..................(پ۴، آل عمران، ۱۰۶)

کی تفسیر کے تحت حضرت عبداللہ بن عمر اور حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

یوم تبیض وجوہ سے مراد اہل السنّت والجماعت ہیں، یعنی قیامت کے دن اہل السنۃ والجماعۃ کے چہرے سفید ہوں گے..........
....(تفسیر الدر المنثور، جلد:۲،ص:۶۳......... تفسیر قرطبی، جلد:۴،ص:۱۶۷)
اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ

حین تبیض وجوہ اھل السنة والجماعة وتسود وجوہ اھل البدعة والفرقة۔ یعنی قیامت کے دن سفید چہرے اہل السنۃ والجماعۃ کے ہوں گے اور سیاہ چہرے اہل بدعت واہل تفریق کے ہوں گے ....(تفسیر ابن کثیر جلد ا ص ۵۸۴......... تفسیر قرطبی جلد ۴ ص ۱۶۷.......... تفسیر مظہری جلد ۲ ص ۱۱۶)

غرضیکہ قرآن حکیم کا مقصودی اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا بشارت دیا ہوا، اہل حق کا ناجی وجنتی گروہ صرف اور صرف اہل سنت والجماعت ہی ہے۔ جس کا نام آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود تجویز فرمایا۔ جس کی پہچان آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے **ما انا علیه واصحابی** کے الفاظ سے بیان کی، یعنی اہل حق کا وہ گروہ سنت نبویؐ اور جماعت صحابہ کرامؓ کی اتباع و پیروی کرنے والا ہے۔ گویا

- حکم قرآنی کے مطابق تا قیامت اہل حق کے ایک گروہ کا وجود ناگزیر ہے۔
- فرمان نبویؐ کے مطابق اہل حق کا وہی گروہ ناجی اور جنتی ہے۔
- اس کا نام اہل السنۃ والجماعۃ ہے۔
- اس کی فکری پہچان **ما انا علیه واصحابی** ہے۔
- اور اس کی عملی پہچان **یقاتلون فی سبیل اللّٰہ** ہے۔

اسلام کی چودہ سوسالہ تاریخ اس حقیقت پر گواہ ہے کہ اہل حق کی اس متواتر جماعت نے اہل السنۃ والجماعۃ ہی کے عنوان سے ہمیشہ دعوت وجہاد کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ اور اسی عنوان سے ہر دور کے فتنوں کا مقابلہ کیا ہے۔ خواہ وہ فتنہ ....روافض کا تھا یا خوارج کا....معتزلہ کا تھا یا کرامیہ کا....جبریہ کا تھا یا قدریہ کا ....فلاسفہ کا تھا یا ملاحدہ کا۔ اور اسی عنوان سے عقائد اہل سنت کی مستقل کتابیں تالیف کی گئیں۔ گویا عہد نبویؐ سے لے کر

عصر حاضر تک جماعت حقہ کا یہی نام وعنوان متواتر ومتوارث اور مشہور ومعروف ہے۔

اصول اہل سنت

سنت نبویؐ اور جماعت صحابہؓ کی پیروی کرنے والے ائمہ اہل سنت نے سنت نبویؐ اور عمل صحابہؓ کی روشنی میں قبول حق اور عمل صالح کیلئے جو اصول وضع فرمائے وہ چار ہیں۔

(۱) قرآن پاک............(۲) سنت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

(۳) اجماع امت..........(۴) قیاس مجتہد۔

یہی اصول اہل سنت ہیں، اور یہی فقہاء اہل سنت کے اصول فقہ ہیں، اور انہی اصول اربعہ کے ذریعہ صدیوں سے ہر باطل کا مقابلہ کیا گیا ہے۔ان اصول اربعہ میں سے کسی اصول کا منکر ومخالف اہل سنت والجماعت سے خارج ہے۔ کیونکہ یہی اصول اربعہ اہل السنّت والجماعت کے دلائل ہیں۔جو مسئلہ ان چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت ہو جائے وہ سنت ہے، اور اس کا اختیار کرنے والا اہل سنت ہے۔اور جو مسئلہ ان چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے بھی ثابت نہ ہو وہ بدعت ہے۔اور اس کا اپنانے والا بدعتی ہے۔اسی طرح یہ چار اصول چاروں فقہاء کرامؒ (امام اعظم ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ) کے مسلمہ اصول فقہ ہیں۔اور ان چاروں کی فقہ انہی اصول اربعہ پر مدون کی گئی ہے۔جب ہر فقہ کی بنیاد یہی چار اصول ہیں، اور فقہ کو ماننے والا مقلد ہوتا ہے، تو اس سے ظاہر ہوا کہ ان میں سے کسی بھی ایک اصول کا انکار کرنے والا غیر مقلد ہوتا ہے۔یعنی.....وہ قیاس مجتہد کا انکار کرے .....وہ اجماع امت یا کسی اجماعی مسئلہ کا انکار کرے.....وہ حجیت حدیث یا حقانیت سنت کا انکار کرے.....یا وہ قرآن پاک کے کسی منصوص حکم کا انکار کرے تو وہ غیر مقلد ہے......گویا اہل السنّت والجماعت اور ائمہ اربعہؒ کا مقلد ہونے کیلئے ان اصول اربعہ کو ماننا ضروری و ناگزیر ہے۔

اہل سنت کا فیضان

فرمان نبویؐ کے مطابق تعلیمات نبوت سے استفادہ کرنے والے تین طبقات کا ذکر احادیث

صحیحہ میں مذکور ہے۔ جس کی مثال بارش سے دی گئی ہے کہ جب بارش برستی ہے تو

❁.....ایک جگہ پتھروں اور چٹانوں جیسی ہوتی ہے، جو بارش کے پانی سے خود تو صاف ستھری ہو جاتی ہے، لیکن اس پانی سے دوسروں کو فائدہ نہیں دے سکتی۔

❁.....دوسری جگہ گہری ہوتی ہے، جو اپنے اندر بارش کا پانی جمع کر لیتی ہے اور لوگ اپنی ضرورت کے مطابق وہاں سے پانی حاصل کر لیتے ہیں۔

❁.....تیسری جگہ زرخیز زمین کی ہوتی ہے جو بارش کے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیتی ہے، اور پھر اس کے ذریعہ مختلف قسم کے پھل دار اور پھول دار درخت، ہر قسم کے اناج، پودے اور جڑی بوٹیاں وغیرہ نکالتی ہے جو انسانی ضرورت کیلئے نہایت ضروری ہیں..........(بحوالہ بخاری جلد ۱ ص ۱۰، مسلم ج ۲ ص ۲۴۷)

ان میں سے پہلی قسم صالحین امت کی ہے جو تعلیمات نبوت کی بارش سے اپنا تزکیہ نفس اور اعمال وافکار کی اصلاح کر لیتے ہیں۔ دوسری قسم محدثین کرامؒ کی ہے جو لاکھوں احادیث کا ذخیرہ اپنے پاس جمع کر لیتے ہیں اور پھر جس کو جس موضوع کی جتنی احادیث کی ضرورت ہو وہاں سے حاصل کر لیتا ہے۔ جیسے امام بخاری، امام مسلم، محدث ابوعوانہ، علامہ ذہبی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ محدثین۔ اور تیسری قسم ائمہ مجتہدینؒ کی ہے جو قرآن وسنت کی تعلیمات کو اپنے ذہن وفکر کی زرخیز زمین میں جذب کر کے ان کے ذریعہ لوگوں کی ضرورت کے ہزاروں مسائل استنباط کرتے ہیں۔ جیسے امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ مجتہدین۔

اسی فرمان نبویؐ کی روشنی میں ائمہ اہل سنت کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بعد تعلیمات نبوت کی حفاظت واشاعت کا فریضہ دو طبقوں نے سرانجام دیا۔ چنانچہ امام حافظ ابن قیم حنبلی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

زمانہ قدیم سے حاملین دین کی دو قسمیں رہی ہیں۔ ایک حفاظ حدیث کی جو الفاظ حدیث کے حفظ وضبط کی اہلیت تو رکھتے تھے، لیکن ان سے احکام ومسائل اخذ کرنے کی صلاحیت ان میں نہ تھی، دوسری قسم فقہاء کی جو روایت حدیث کے ساتھ ان سے

مسائل استنباط کرنے کی بھی پوری اہلیت رکھتے تھے......(الوابل الصیب...ص ۸۴۴)
امام حافظ ابن قیم حنبلیؒ آٹھویں صدی ہجری کے بزرگ ہیں۔ گویا وہ گذشتہ آٹھ سو سالہ اسلامی دور کے حوالہ سے یہ حقیقت واضح کررہے ہیں کہ مجتہدینؒ اور محدثینؒ دونوں دین کی خدمت کا فریضہ سرانجام دینے والے ہیں۔ البتہ دونوں کے دائرہ کار مختلف ہیں۔

پہلا طبقہ محدثین کرامؒ

ان میں سے پہلا طبقہ اہل حدیث یعنی محدثین کرامؒ کا تھا۔ امت میں اہل حدیث کا عنوان ہمیشہ ان محدثین کرامؒ کیلئے اختیار کیا گیا، جو فن حدیث سے کما حقہ واقف اور لاکھوں حدیثوں کے حافظ تھے۔ لہٰذا انہوں نے صحیح، ضعیف اور موضوع روایات میں فرق کرکے الفاظ حدیث کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دیا۔ یہ بات یاد رہے کہ امت کے اندر کسی مستقل مسلک یا مکتب فکر کیلئے اہل حدیث کی اصطلاح کبھی بھی استعمال نہیں کی گئی، بلکہ صرف حفاظ حدیث کو ہی اہل حدیث کا خطاب دیا گیا۔ لیکن بدقسمتی سے عصر حاضر میں اہل علم کی یہ خصوصی اصطلاح اور حفاظ حدیث کا یہ عظیم خطاب ہر ان پڑھ، جاہل مطلق، خود پرست اور اسلاف امت کے باغی کیلئے وقف ہوکر رہ گیا۔ ہر وہ شخص جو اردو بھی پوری طرح پڑھنی نہیں جانتا، بخاری شریف کا اردو ترجمہ ہاتھ میں لیکر ابوحنیفہؒ اور شافعیؒ کے مقابلہ میں مجتہد بن کر خود کو اہل حدیث کہلانے لگا۔ **لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم.**

دوسرا طبقہ مجتہدین عظامؒ

ان میں سے دوسرا طبقہ فقہاء کرامؒ کا تھا۔ جس کو محدثین پر علمی وفکری برتری حاصل رہی۔ جس نے حفاظت حدیث کے علاوہ تین اضافی خدمات بھی سرانجام دیں۔
پہلی......یہ کہ انہوں نے نبویؐ زندگی کے تمام پہلوؤں کو سامنے رکھ کر ناسخ ومنسوخ روایات کو الگ الگ کیا، تاکہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زندگی کے متروک اور مسنون عمل میں فرق کیا جاسکے مثلاً......آپؐ کا کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کا عمل متروک اور بیٹھ کر پیشاب کرنے کا عمل مسنون ہے.....آپؐ کا نماز کے اندر غیر متعلقہ کلام کرنے کا

عمل متروک اور متعلقہ امور سرانجام دینے کا عمل مسنون ہے....آپ ؐ کا رکوع وسجود کے وقت رفع یدین کا عمل متروک اور تکبیر تحریمہ میں رفع یدین کرنے کا عمل مسنون ہے، وغیرہ۔

❁ دوسری........ یہ کہ انہوں نے مسنون عمل میں منصوص احکام اور ہر عمل میں آپ ؐ کے عملی تناسب کو پیش نظر رکھ کر احکامات صادر کیئے، کہ فلاں عمل فرض ہے....فلاں واجب ہے....فلاں سنت مؤکدہ ہے......فلاں نفل ہے......فلاں جائز ہے۔وغیرہ.....حالانکہ احادیث میں اس کی وضاحت موجود نہیں ہوتی۔

❁ تیسری........ یہ کہ انہوں نے قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کر کے انسانی ضرورت کے بے شمار مسائل استنباط کیئے جو قرآن وسنت میں بصراحت مذکور نہ تھے،اوراس طرح انہوں نے سنت کے حقیقی ومقصودی مفہوم کی حفاظت کی خدمت سرانجام دی ،مثلاً........ بھینس کے حلال وحرام ہونے کا ذکر قرآن وسنت میں کہیں مذکور نہیں تھا،فقہاء کرامؒ نے اسے گائے پر قیاس کر کے اس کی حلت کا فتویٰ دیا۔حیرت ہے ان لوگوں پر جو فقہاء کرامؒ کو گالیاں بھی دیتے ہیں اوران کے فتوی سے حلال قرار پانے والی بھینس کا گوشت، دودھ مکھن، دہی اور گھی وغیرہ بھی استعمال کرتے ہیں۔گویا ان کے نزدیک

تہذیب کا مقصد ہے مذاہب سے بغاوت
تعلیم کی معراج ہے اللہ سے انکار

محدثین کرامؒ پر.......فقہاء کرامؒ کی.......فکری برتری

اہل حدیث (یعنی ائمہ محدثینؒ) پر فقہاء کرامؒ کی فکری برتری کا ذکر کرتے ہوئے مشہور محدث امام سلیمان بن مہران الاعمش رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۱۴۸ھ) فرماتے ہیں کہ

اے گروہ فقہاء !تم لوگ طبیب ہواور ہم (محدثین) پنساری ہیں...........
.......................(جامع بیان العلم ج ۳........ص ۱۳۱)

یعنی جس طرح پنساری کے پاس جڑی بوٹیوں کا ذخیرہ ہوتا ہے،لیکن وہ ان کی خاصیتوں

اور فوائد سے ناواقف ہوتا ہے، ان جڑی بوٹیوں کے فوائد اور ان کی خاصیتوں کو صرف حکیم اور طبیب ہی جانتا ہے، جو ان سے مفرد یا مرکب طور پر مختلف امراض کیلئے دوائیاں تیار کرتا ہے۔اسی طرح محدثین کے پاس لاکھوں احادیث کا ذخیرہ تو ہوتا ہے، لیکن وہ ان سے مسائل اخذ نہیں کر سکتے۔اسی لئے امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ

حدیث کے معنی کو فقہاء زیادہ بہتر جانتے ہیں...........(ترمذی ج ۱...ص ۱۱۸)

یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں اہل حدیث کی اکثریت نے فقہاء کرامؒ کی تقلید اختیار کر کے انکی علمی وفکری برتری کو دل وجان سے عملاً قبول کیا ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ سنت اور حدیث ایک ہی چیز کا نام ہے۔حالانکہ ان دونوں میں بہت فرق ہے۔حدیث آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے قول وعمل کا نام ہے۔ اور یا اس عمل کو حدیث کہا جاتا ہے جو عمل آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سامنے کیا گیا ہو اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔یعنی حدیث کی یہی تین قسمیں ہیں۔قولی، فعلی اور تقریری۔حدیث کے بارہ میں ہر صاحب علم جانتا ہے کہ وہ ضعیف بھی ہو سکتی ہے۔ منسوخ بھی ہو سکتی ہے، اور مرجوح بھی۔

اسکے برعکس سنت آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس عمل کو کہا جاتا ہے جو آپ کے بعد خلفاء راشدینؓ، صحابہ کرامؓ اور انکے بعد تا قیامت تواتر کے ساتھ جاری رہے۔اس اعتبار سے سنت نہ ضعیف ہو سکتی ہے، نہ منسوخ ہو سکتی ہے، اور نہ مرجوح۔یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کبھی بھی حدیث پر عمل کرنے، یا اس کی اطاعت کرنے کا حکم نہیں دیا۔ بلکہ جب بھی دیا سنت پر عمل کرنے کا حکم دیا۔جیسا کہ احادیث متواترہ اس پر شاہد ہیں۔کبھی فرمایا:**تمسکو ابسنتی**......کبھی فرمایا:**علیکم بسنتی**... کبھی فرمایا:**من رغب عن سنتی فلیس منی**....وغیرہم۔

عصر حاضر کی......جماعت حقہ......علماء دیو بند

عصر حاضر میں اہل السنّت والجماعت کے متواتر ومتوارث عقائد ونظریات کی ترجمانی اسلاف دیو بند نے کی اور کسی قسم کی جدت پسندی سے متاثر ہوئے بغیر اپنی قدامت پسندی کی روش پر قائم رہے۔اور انہی افکار ونظریات کی بنیاد پر جدید فرقوں کا مقابلہ کیا، جو صدیوں سے اہل السنّت والجماعت کی پہچان رہے ہیں۔ اسلاف دیو بند کے عقائد ونظریات کیا ہیں؟ یہ جاننے کیلئے ہم نے ان کی دینی وفکری خدمات کے حوالہ سے یہ چنداوراق ترتیب دیئے ہیں۔خدا تعالیٰ ہمیں ان پر تادم آخر عمل پیرا رہنے کی توفیق بخشے۔اور جملہ مسلمانوں کے لئے اس کتاب کو ہدایت کا ذریعہ بنائے......آمین یارب العالمین۔

(نوٹ) زیرنظر کتاب میں اکابرین امت کے فقہی مذہب اوران کے سنین ولادت و وفات کے بارہ میں

- ......**سفینۃ** الاولیاء از شہزادہ دارا شکوہ حنفیؒ
- ......حدائق الحنفیہ از مولانا فقیر محمد جہلمیؒ
- ......تاریخ ابن خلکانؒ
- ......مقدمہ انوار الباری از مولانا احمد رضا بجنوریؒ
- ......اخبار الاخیار از شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ
- ......فقہاء ہند از جناب محمد اسحاق بھٹی غیر مقلد
- ......تذکرہ علماء پنجاب از جناب محمد اختر راہی
- ......آب کوثر، رود کوثر، موج کوثر از شیخ محمد اکرام مرحوم
- ......اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ کی کتب سے مدد لی گئی ہے۔

حافظ عبدالحق خان بشیر نقشبندی

ملفوظات امام اہل سنت

حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر رحمہ اللہ تعالیٰ

☆ عقائد میں لچک نہ ہو مگر بیان میں نرمی ہو۔

☆ عقیدہ توحید کڑوا ضرور ہے مگر سمجھ آجائے تو اس سے میٹھی چیز کوئی نہیں۔

☆ قرآن وسنت کو مجموعی حیثیت سے جتنا علماء دیوبند نے سمجھا ہے ہمارا دعویٰ ہے کہ خیر القرون کے بعد امت میں کسی نے نہیں سمجھا۔

☆ عقائد میں عوام کو متعصب اور علماء کو محقق ہونا چاہئے۔

☆ دعا کریں کہ کسی مولوی کا دماغ خراب نہ ہو، اگر مولوی بگڑ جائے تو فرعون سے بھی بڑھ جاتا ہے۔

☆ بحمد اللہ مجھے تفسیر، حدیث، فقہ اور دیگر علوم کی تدریس کرتے ہوئے نصف صدی سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے، لیکن کبھی اپنی رائے کو اجتہادی درجہ نہیں دیا، بلکہ اکابر کی رائے کو ہی مقدم سمجھا ہے۔

عزیز القدر طلبہ!

اجتہاد نہ کرنا، اکابر کی رائے پر اعتماد کرنا اور اسلاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑنا۔

میرے عزیزو!

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اپنے اکابر کا قرض چکا دیا ہے، اب تمہاری ذمہ داری ہے کہ اس امانت کا تحفظ کرو۔

موجودہ دور میں دنیا بھر کے تمام طبقات تک اسلام کا پیغام پہنچانے کیلئے علماء کا عصری علوم اور مختلف زبانوں سے استفادہ بہت ضروری ہے۔

پہلا مقالہ

تقلید فقہاء اربعہ
تاریخ کے آئینہ میں

عہد خیر القرون ...... سے ...... عصر حاضر تک

تدوین فقہ.....اور.....مقلدین

تدوین فقہ حنفی

دوسری صدی ہجری کے آغاز میں امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمتہ اللہ علیہ (ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۰ھ) نے تدوین فقہ کا کام شروع کیا۔اور اس کام کیلئے انہوں نے اپنے چالیس جلیل القدر اور اہل کمال تلامذہ کی ایک مجلس قائم کی،جس کے ذریعہ فقہ حنفی مدون کرائی۔تدوین فقہ کا یہ کام ۱۲۱ھ میں شروع ہوا،اور امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی زندگی کے آخر یعنی ۱۵۰ھ تک جاری رہا۔گویا ۳۰،سال میں یہ فقہ مدون ہوئی،جس میں امام اعظم رحمتہ اللہ علیہ نے ۶۰،ہزار سے زائد فقہی مسائل مدون فرمائے۔تو عہد خیر القرون کے اس بابرکت دور میں

❁ امام ابراہیم بن میمون مروزی (المتوفی ۱۳۱ھ) ❁ امام مسعر بن کدام کوفی (المتوفی ۱۵۵ھ) ❁ امام زفر بن الہذیل (المتوفی ۱۵۸ھ) ❁ امام حمزہ بن حبیب زیات کوفی (ولادت ۸۰ھ، وفات ۱۵۸ھ) ❁ امام محمد داؤد طائی (المتوفی ۱۶۰ھ) ❁ امام اسرائیل بن یونس کوفی (ولادت ۱۰۰ھ، وفات ۱۶۰ھ) ❁ امام ابراہیم بن ادھم بلخی (المتوفی ۱۶، جمادی الاول، ۱۶۲ھ) ❁ امام مندل بن علی کوفی (ولادت ۱۰۳ھ، وفات ۱۶۸ھ) ❁ امام نوح بن ابی مریم (المتوفی ۱۷۳ھ) ❁ امام زہیر بن معاویہ بن خدیج کوفی (ولادت ۱۰۰ھ، وفات ۱۷۴ھ) ❁ امام لیث بن سعد کوفی (ولادت ۹۲ھ، وفات ۱۵،شعبان، ۱۷۵ھ) ❁ امام قاسم بن معن الہذلی کوفی (المتوفی ۱۷۵ھ) ❁ امام حماد بن ابی حنیفہؒ (المتوفی ذیقعدہ ۱۷۶ھ) ❁ امام شریک بن عبداللہ کوفی (المتوفی ۱۷۷ھ) ❁ امام قاضی ابویوسف یعقوب بن ابراہیم (ولادت ۱۱۳ھ، وفات ۵، ربیع الآخر ۱۸۱ھ) ❁ امام عبداللہ بن مبارک (ولادت ۱۱۸ھ، وفات رمضان ۱۸۱ھ) ❁ امام ابومحمد نوح بن دراج کوفی (المتوفی ۱۸۲ھ) ❁ امام یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ ہمدانی کوفی (المتوفی ۱۸۴ھ) ❁ امام عیسیٰ بن یونس کوفی (المتوفی ۱۸۷ھ)

❁امام فضیل بن عیاض (المتوفی محرم،۱۸۷ھ) ❁ امام محمد بن حسن الشیبانی (ولادت ۱۳۲ھ، وفات ۱۸۹ھ) ❁امام علی بن مشہر کوفی (المتوفی ۱۸۹ھ) ❁امام شقیق بن ابراہیم بلخی (المتوفی ۱۹۴ھ) ❁امام حفص بن غیاث نخعی کوفی (المتوفی ۱۹۴ھ) ❁امام وکیع بن الجراح (المتوفی ۱۹۷ھ) ❁امام سفیان بن عیینہ (ولادت ۱۵، شعبان، ۱۰۷ھ، وفات یکم رجب، ۱۹۸ھ) ❁امام یحیٰی بن سعید ن القطان (ولادت ۱۲۰ھ، وفات ۱۹۸ھ) ❁ امام شعیب بن اسحاق قرشی دمشقی (المتوفی ۱۹۸ھ) ❁امام معروف کرخی (المتوفی ۲ محرم ۲۰۰ھ)......

رحمهم اللّٰہ تعالیٰ

جیسے بڑے بڑے اہل حدیث (یعنی ائمہ محدثینؒ) نے امام اعظمؒ کی تقلید اختیار کر کے ان کی علمی وفکری برتری تسلیم کرلی۔ ہر صاحب علم اس حقیقت سے واقف ہے کہ مذکورہ ائمہ میں سے ہر امام فن حدیث میں ایک اتھارٹی کا درجہ رکھتا ہے۔ عہد خیر القرون میں اتنے بڑے بڑے ائمہ کا امام اعظم ابوحنیفہ ؒ کی فقاہت اور ان کی فقہ کو تسلیم کر کے ان کی تقلید کرنا، اور ان کی رائے پر اعتماد کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ امام ابوحنیفہؒ اور ان کی فقہ عہد خیر القرون میں بھی مسلم تھی۔

﴿ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی ولادت وتابعیت ﴾

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت کوفی رحمتہ اللہ علیہ کی ولادت کے تین قول منقول ہیں۔ تاریخ ابن خلکان جلد۵، ص۴۶۷، میں ۶۱ھ اور ۸۰ھ، کا قول ہے۔ اور دوسرے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔ مسند خوارزمی جلد اص ۲۱ میں ۶۱ھ کا قول منقول ہے۔ علامہ زاہد الکوثریؒ نے تانیب الخطیب میں ۷۰ھ کے قول کو قرائن ودلائل کے ساتھ ترجیح دی ہے۔ ۸۷ھ میں امام اعظمؒ اپنے والد کے ساتھ حج پر تشریف لے گئے، اور معروف صحابی رسول ؐ حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملاقات کی اور ان سے حدیث سنی۔ ۹۶ھ میں پھر حج پر تشریف لے گئے اور اس وقت موجود صحابہ کرامؓ کی زیارت کی......... درمختار میں ہے کہ آپ نے ۲۰، صحابہ کرامؓ کو دیکھا...... خلاصہ واکمال فی اسماء الرجال میں ہے کہ آپ نے ۲۶، صحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔ امام ابن حجر مکیؒ الشافعی شرح مشکوٰۃ میں فرماتے

ہیں کہ آپ نے ۸، صحابہ کرامؓ کو دیکھا۔ امام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ الشافعی فرماتے ہیں کہ آپ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا۔ (تہذیب التہذیب جلد ۱۰، ص ۴۴۹) اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رؤیت کا اعتراف.... حافظ ذہبیؒ.... امام نوویؒ.... ابن سعدؒ.... خطیب بغدادیؒ.... دار قطنیؒ.... حافظ ابن حجر مکیؒ.... ابن الجوزیؒ.... امام جلال الدین سیوطیؒ.... حافظ زین الدین عراقیؒ.... حافظ سخاویؒ.... ابن مقری شافعیؒ.... امام یافعیؒ.... امام جزریؒ.... ابونعیم اصفہانیؒ.... علامہ ابن عبدالبرؒ.... علامہ سمعانیؒ.... عبدالغنی مقدسیؒ..... سبط بن الجوزیؒ..... فضل اللہ تورپشتیؒ..... ولی الدین عراقیؒ..... ابن الوزیرؒ.... حافظ بدر الدین عینیؒ.... اور علامہ قسطلانیؒ وغیرہ کبار محدثینؒ نے کیا ہے۔ حتیٰ کہ غیر مقلدین کے رئیس الطائفہ نواب صدیق الحسن خانؒ نے بھی ''التاج المکلل'' میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کے حضرت انس رضی اللہ عنہ کو دیکھنے کا اقرار کیا ہے۔ (تفصیلات ملاحظہ فرمایئے مقدمہ انوار الباری جلد ۱، اور مقام ابی حنیفہؒ وغیرہ) اس سے یہ بات پوری طرح ثابت ہو رہی ہے کہ اگر امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کو صرف حضرت انس رضی اللہ عنہ کی زیارت ہی حاصل ہے تو بھی ان کی تابعیت ثابت ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ چاروں فقہی مذاہب کے جمہور ائمہ اہل سنت امام اعظم ابوحنیفہؒ کو تابعی ہی تسلیم کرتے ہیں۔

تدوین فقہ مالکی

دوسری صدی ہجری کے وسط میں امام مالک بن انسؒ (ولادت ۹۳ھ، وفات ۱۷۹ھ) نے فقہ مالکی مدون کی۔ امام مالک رحمتہ اللہ علیہ، امام ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے شاگرد تھے، جیسا کہ مولانا احمد رضا بجنوری رحمتہ اللہ علیہ نے علامہ ابن حجر مکی الشافعیؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ امام مالکؒ کو امام ابوحنیفہؒ سے شرف تلمذ حاصل تھا اور امام شافعیؒ، قاضی عیاض اندلسی المالکیؒ، امام لیث بن سعدؒ، امام اسماعیل بن اسحاقؒ اور امام محمد بن عمر واقدیؒ وغیرہ ائمہ کے حوالہ سے یہ ثابت کیا ہے کہ امام مالکؒ نہ صرف امام ابوحنیفہؒ کے تفقہ کی تعریف کرتے تھے بلکہ متعدد مسائل میں ان کی رائے پر عمل بھی کرتے تھے۔ (ملاحظہ فرمایئے

مقدمہ انوار الباری اردو شرح صحیح البخاری جلد اول ص ۱۲۶ و ۱۲۷) صاحب مدونۃ الکبریٰ الشیخ ابن القاسمؒ (المتوفی ۱۹۱ھ)....اور علامہ ابن مہدیؒ (المتوفی ۱۹۸ھ) وغیرہ جیسے اہل حدیث (محدثین) نے امام مالکؒ کی تقلید اختیار کر لی۔

﴿تدوین فقہ شافعی﴾

اسی دوسری صدی ہجری کے آخر میں امام مالکؒ کے شاگرد امام محمد بن ادریس شافعیؒ (ولادت ۱۵۰ھ، وفات ۲۰۴ھ) نے فقہ شافعی مدون کی۔اور ان کی تقلید کا سلسلہ بھی شروع ہو گیا۔

﴿تدوین فقہ حنبلی﴾

تیسری صدی ہجری کے آغاز میں امام شافعیؒ کے شاگرد امام احمد بن حنبلؒ (ولادت ۱۶۴ھ وفات ۲۴۱ھ) نے فقہ حنبلی مدون کی تو بعض اہل حدیث (محدثین) ان کی تقلید کی طرف بھی متوجہ ہونا شروع ہو گئے۔اور اس طرح ائمہ محدثین پر فقہائے کرام کی علمی و فکری برتری مسلم ہوتی چلی گئی۔آیئے تیسری صدی اور اس کے بعد کے معروف مقلدین ائمہؒ اربعہ کی ایک ہلکی سی جھلک ملاحظہ فرمایئے۔جن میں اصحاب صحاح ستہ بھی شامل ہیں۔



تیسری صدی ہجری......اور......مقلدین ائمہ اربعہؒ

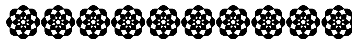
﴿مقلدین احنافؒ﴾

- امام حسن بن زیاد کوفی (المتوفی ۲۰۴ھ)
- امام عبدالغفار بن داؤد الحرانی (المتوفی ۲۰۴ھ)
- امام موسیٰ بن سلیمان جوزجانی (المتوفی ۲۱۱ھ)
- امام حسین بن حفص ہمدانی (المتوفی ۲۱۱ھ)
- امام حافظ عبدالرزاق بن الہمام (المتوفی ۲۱۱ھ)
- امام ابراہیم بن رستم (المتوفی ۲۱۲ھ)
- امام ابو عاصم النبیل (المتوفی ۲۱۲ھ)
- امام ضحاک بن مخلد الشیبانی (المتوفی ۲۱۵ھ)
- امام مکی بن ابراہیم (المتوفی ۲۱۵ھ)
- امام خلف بن ایوب بلخی (المتوفی ۲۱۸ھ)
- امام عیسیٰ بن ابان (المتوفی ۲۲۱ھ)
- امام ابو حفص کبیر بخاری (المتوفی ۲۲۸ھ)

❁ امام نعیم بن حماد خزاعی (المتوفی ۲۲۹ھ) ❁ امام علی بن جعد جوہری (المتوفی ۲۳۲ھ) ❁ قاضی نصر بن زیاد نیشاپوری (المتوفی ۲۳۳ھ) ❁ امام محمد بن سماعۃ تمیمی (المتوفی ۲۳۳ھ) ❁ امام یحیٰی بن معین (المتوفی ۲۳۳ھ) ❁ امام اسحاق بن ابراہیم راہویہ (المتوفی ۲۳۷ھ) ❁ امام یحیٰی بن اکثم (المتوفی ۲۴۳ھ) ❁ امام محمد بن مسلمہ بلخی (المتوفی ۲۷۸ھ) ❁ امام سہل بن عبداللہ تستری (خواجہ ذوالنون مصری کے خلیفہ، المتوفی محرم، ۲۸۳ھ)..........رحمہم اللہ تعالیٰ

❁ مقلدین ائمہ ثلاثہ ❁

❁ امام عبدالملک بن حبیب مالکی (المتوفی ۲۳۹ھ) ❁ امام محمد بن عبداللہ بن الحکم مالکی (المتوفی ۲۶۸ھ) ❁ قاضی اسماعیل بن اسحاق بغدادی مالکی (المتوفی ۲۸۲ھ) ❁ امام محمد بن اسماعیل بخاری شافعی (ولادت ۱۲، شوال ۱۹۴ھ، وفات ۲۵۶ھ) ❁ امام ابوالحسین مسلم بن الحجاج شافعی (ولادت ۲۰۴ھ، وفات ۲۵، رجب ۲۶۱ھ) ❁ امام ابوعیسیٰ محمد بن سورہ ترمذی شافعی (ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۷۹ھ) ❁ امام ابوثور ابراہیم بن خالد بغدادی شافعی (المتوفی ۲۷، صفر ۲۴۶ھ) ❁ امام ابوعلی حسن بن محمد زعفرانی شافعی (المتوفی رمضان ۲۶۰ھ) ❁ امام ابوابراہیم اسماعیل بن یحیٰی مزنی شافعی (وفات ۲۶۴ھ) ❁ امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ شافعی (ولادت ۲۰۹ھ، وفات ۲۲، رمضان ۲۷۴ھ) ❁ قاضی موسیٰ بن اسحاق شافعی (المتوفی ۲۹۷ھ) ❁ امام ابوبکر احمد بن محمد الاثرم حنبلی (المتوفی ۲۰۶ھ) ❁ امام ابوالحسن میمونی حنبلی (المتوفی ۲۷۴ھ) ❁ امام ابوبکر احمد بن محمد مروزی حنبلی (المتوفی ۲۷۵ھ) ❁ امام ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث حنبلی (ولادت ۲۰۲ھ، وفات شوال، ۲۷۵ھ) ❁ امام حرب بن اسماعیل کرمانی حنبلی (المتوفی ۲۸۰ھ).................................رحمہم اللہ تعالیٰ



چوتھی صدی ہجری......اور.......مقلدین ائمہ اربعہؒ

❁ مقلدین احنافؒ ❁

❁ امام محمد بن سلام بلخی (المتوفی ۳۰۵ھ) ❁ امام حافظ ابویعلی موصلی (المتوفی ۳۰۷ھ)

۞امام ابوالبشر دولابی (المتوفی ۳۱۰ھ) ۞ امام احمد بن حسین بروعی (المتوفی ذی الحجہ، ۳۱۷ھ) ۞امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی (ولادت ربیع الاول، ۲۲۹ھ، وفات ذیقعدہ ۳۲۱ھ) ۞امام اسحاق بن ابراہیم شاشی (المتوفی ۳۲۵ھ) ۞امام ابوبکر الاسکاف بلخی (المتوفی ۳۳۳ھ) ۞امام ابومنصور ماتریدی (المتوفی ۳۳۳ھ) ۞امام ابوالحسن کرخی (ولادت ۲۶۰، وفات ۱۵، شعبان ۳۴۰ھ) ۞امام عبداللہ بن محمد حارثی (المتوفی شوال ۳۴۰ھ) ۞امام علی بن محمد تنوخی (المتوفی ۳۴۲ھ) ۞ قاضی الحرمین امام احمد بن محمد نیشاپوری (المتوفی ۳۵۱ھ) ۞امام محمد بن عبداللہ بلخی ہندوانی (المتوفی ۳۶۲ھ) ۞امام ابوبکر جصاص رازی (ولادت ۳۰۵ھ، وفات ۷، ذی الحجہ ۳۷۰ھ) ۞امام ابواللیث ثمرقندی، صاحب تنبیہ الغافلین (المتوفی ۱۱، جمادی الآخر ۳۷۳ھ) ۞ امام محمد بن احمد زعفرانی (المتوفی ۳۹۳ھ) ۞ قاضی ابوبکر دامغانی (المتوفی ۳۹۸ھ)..............رحمہم اللہ تعالیٰ

مقلدین ائمہ ثلاثہؒ

۞امام ابن قتیبہ دینوری مالکی (المتوفی ربیع الاول، ۳۲۲ھ) ۞امام وہب ابن میسرہ مالکی (المتوفی ۳۴۰ھ) ۞ قاضی ابوالحکم منذر بن سعید مالکی (المتوفی ۳۴۹ھ) ۞امام احمد بن فارس زکریا لغوی مالکی (المتوفی ۳۷۵ھ) ۞امام احمد بن عبداللہ اشبیلی بن الباجی مالکی (المتوفی ۳۹۶ھ) ۞امام احمد بن شعیب نسائی شافعی (ولادت ۲۱۵ھ، وفات ۱۳، صفر ۳۰۳ھ) ۞امام محمد ابن جریر طبری شافعی (ولادت ۲۲۵ھ، وفات ۲۶، شوال، ۳۱۰ھ) ۞ محدث ابوعوانہ یعقوب بن اسحاق اسفرائنی شافعی (المتوفی ۳۱۶ھ) ۞امام ابوالحسن علی اشعری شافعی (المتوفی ۳۳۴ھ) ۞ امام ابواسحاق مروزی شافعی (المتوفی ۹، رجب ۳۴۰) ۞امام ابوالقاسم سلیمان بن ایوب طبرانی شافعی (المتوفی ۳۶۰ھ) ۞امام ابومنصور ہروی شافعی (المتوفی ۳۷۰ھ) ۞امام ابوبکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی شافعی (المتوفی ۳۷۱ھ) ۞امام ابوالحسن علی بن عمر دارقطنی شافعی (المتوفی ۳۸۵ھ) ۞ شیخ یوسف بن حسین رازی حنبلی (المتوفی ۳۰۳ھ) ۞ شیخ ابوبکر احمد بن محمد حنبلی (المتوفی ۳۱۱ھ) ۞ امام ابوالقاسم عمرو بن الحسین بغدادی حنبلی (المتوفی ۳۳۴ھ)..............رحمہم اللہ تعالیٰ

پانچویں صدی ہجری......اور......مقلدین ائمہ اربعہؒ

مقلدین احنافؒ

❁ امام ابو جعفر محمد ابن احمد بن محمود نسفی (المتوفی ۴۱۴ھ) ❁ امام ابو الحسن احمد بن محمد قدوری (ولادت ۳۶۲ھ ،وفات ۵، رجب ۴۲۸ھ) ❁ قاضی ابو زید دبوسی (المتوفی ۴۳۰ھ) ❁ امام محمد بن احمد سمنانی (المتوفی ربیع الاول ۴۴۴ھ) ❁ قاضی عبداللہ بن حسین ناصحی (المتوفی ۴۴۷ھ) ❁ شمس الائمہ عبدالعزیز بن احمد حلوائی (المتوفی ۴۴۸ھ) ❁ علامہ ابو عبداللہ محمد بن علی دامغانی (المتوفی رجب ،۴۷۸ھ) ❁ خواجہ عبداللہ بن محمد بن علی انصاری ہروی (المتوفی ۴۸۰ھ) ❁ امام ابو الحسن علی بن محمد بزدوی (المتوفی ۵، رجب ۴۸۲ھ) ❁ علامہ ابو الحسن علی بن حسین نیشاپوری۔ صاحب تفسیر نیشاپوری (المتوفی ۴۸۴ھ) ❁ شمس الائمہ، امام ابو بکر سرخسی (المتوفی ۴۹۰ھ)......................................رحمہم اللہ تعالیٰ

مقلدین ائمہ ثلاثہؒ

❁ حافظ ابو ذر، عبد بن احمد بن محمد ہروی مالکی (المتوفی ۴۳۶ھ) ❁ امام ابو الحسن علی بن خلف المغربی مالکی (المتوفی ۴۴۴ھ) ❁ امام حافظ ابن عبدالبر مالکی (المتوفی ۴۶۳ھ) ❁ قاضی ابو الولید، سلمان بن خلف الباجی مالکی (ولادت ۴۰۳ھ، وفات ۴۹۴ھ) ❁ امام حسین بن حسن حلیمی شافعی (المتوفی ۴۰۳ھ) ❁ امام ابن فورک، ابو بکر محمد بن حسین نیشاپوری شافعی (المتوفی ۴۰۶ھ) ❁ امام ابو القاسم حسن بن محمد نیشاپوری شافعی (المتوفی ذی الحجہ ۴۰۶ھ) ❁ امام ابو اسحاق ابراہیم بن محمد اسفرائنی شافعی (المتوفی ۱۰، محرم ۴۱۸ھ) ❁ امام ابو القاسم ھبۃ اللہ بن حسن شافعی (المتوفی ۴۱۸ھ) ❁ امام ابو بکر احمد بن محمد برقانی شافعی (المتوفی ۴۳۵ھ) ❁ امام ابو عبداللہ محمد بن یوسف شافعی (المتوفی ۴۳۷ھ) ❁ علامہ ابو محمد عبداللہ بن یوسف جوینی نیشاپوری شافعی (المتوفی ۴۳۸ھ) ❁ امام ابو الحسن علی بن محمد حبیب ماوردی شافعی (المتوفی ۴۴۵ھ) ❁ امام ابو بکر احمد بن الحسین بیہقی شافعی (ولادت شعبان ،۳۸۴ھ، وفات ۱۰، جمادی الاول ۴۵۸ھ) ❁ امام ابو بکر احمد بن علی خطیب بغدادی شافعی (المتوفی ۴۶۳ھ)

❁علامہ ابوالقاسم عبدالکریم قشیری شافعی (المتوفی ۴٦۵ھ) ❁علامہ منصور ابن احمد سمعانی شافعی (المتوفی ۴۸۹ھ) ❁امام عبداللہ بن محمد ہروی حنبلی (المتوفی ۴۸۱ھ) ❁امام عبدالواحد بن محمد شیرازی مقدسی حنبلی (المتوفی ۴۸٦ھ)......................................رحمہم اللہ تعالیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

چھٹی صدی ہجری.......اور.......مقلدین ائمہ اربعہؒ

مقلدین احنافؒ

❁علامہ صدر الشہید ابومحمد حسام الدین (المتوفی ۵۳٦ھ) ❁علامہ ابن العراقی ،علی بن محمد اسماعیل (المتوفی ۵۳۹ھ)❁صدر الائمہ احمد بن محمد بزدوی (المتوفی ۵۴۲ھ) ❁امام طاہر بن احمد ،صاحب خلاصۃ الفتاویٰ (المتوفی ۵۴۲ھ)❁ امام عبدالرحمٰن بن محمد خراسانی کرمانی (المتوفی ۵۴۳ھ)❁ امام رضی الدین محمد بن محمد سرخسی (المتوفی ۵۴۴ھ)❁امام عبدالکریم شہرستانی (المتوفی ۵۴٦ھ) ❁امام ابوالحسن علی ابن حسن برہان بلخی (المتوفی شعبان،۵۴۸ھ) ❁امام احمد بن عمر نسفی (المتوفی ۲۷، جمادی الاول ۵۵۲ھ)❁صدر الائمہ موفق الدین مکی (المتوفی ۵٦۸ھ)❁امام ابوبکر مسعود بن احمد کاسانی (المتوفی ۱۰، رجب ۵۸۷ھ) ❁امام حسن بن منصور قاضی خان (المتوفی ۱٦، رمضان ۵۹۲ھ) ❁صاحب ہدایہ امام ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی (ولادت ۸، رجب ۵۱۱ھ، وفات ۱۴، ذی الحجہ ۵۹۳ھ)....رحمہم اللہ تعالیٰ

مقلدین ائمہ ثلاثہؒ

❁ قاضی ابوالفضل عیاض بن موسیٰ اندلسی مالکی (المتوفی ۵۴۴ھ) ❁ قاضی ابن العربی مالکی (المتوفی ۵۴٦ھ) ❁امام ابوالولید محمد بن احمد ابن رشد مالکی (المتوفی ۵۹۵) ❁امام حسین بن مسعود بغوی شافعی (المتوفی ۵۱٦ھ)❁امام ابوحامد محمد غزالی شافعی (ولادت ۴۵۰ھ، وفات ۴، جمادی الثانی ۵۰۵ھ)❁امام عبدالکریم بن محمد سمعانی شافعی (المتوفی ۵٦۲ھ)❁امام علی بن حسن ابن عساکر شافعی (المتوفی ۵۷۱ھ)❁امام ابوالحسن علی بن مسلم سلمی شافعی (المتوفی ۵۳۳ھ)❁ امام ابواسحاق ابراہیم بن منصور خطیب عراقی شافعی (المتوفی ۵۹٦ھ)❁امام

عبدالرحمٰن بن الجوزی حنبلی (المتوفی ۵۹۷ھ) ❁ شیخ عبدالقادر جیلانی حنبلی (ولادت یکم رمضان ۴۷۰ھ، وفات ۱۱، ربیع الاول ۵۶۱ھ) ❁ حافظ عبدالغنی مقدسی حنبلی (المتوفی ۵۹۵ھ) ....رحمھم اللہ تعالیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ساتویں صدی ہجری......اور........مقلدین ائمہ اربعہؒ

﴿ مقلدین احنافؒ ﴾

❁ امام ابوالفتح ناصرالدین مطرزی عراقی، صاحب مغرب (المتوفی ۲۱، جمادی الاولیٰ ۶۱۰ھ) ❁ سلطان شرف الدین عیسیٰ بن ملک العادل، سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے بھتیجے (المتوفی ۲۷، جمادی الاولیٰ ۶۲۴ھ) ❁ امام ابویعقوب یوسف بن محمد خوارزمی سکا کی (المتوفی ۶۲۶ھ) ❁ شیخ حسام الدین ثمرقندی (المتوفی ۶۲۸ھ) ❁ علامہ بدرالدین محمد بن محمد رازی (المتوفی ۶۴۱ھ) ❁ شمس الائمہ محمد بن عبدالستار کردری (المتوفی ۶۴۲ھ) ❁ امام ابوالقاسم عبدالرحمٰن بن محمد لخمی (المتوفی ۶۴۳ھ) ❁ امام حسن بن محمد صنعانی (المتوفی ۶۵۰ھ) ❁ امام ابوالمظفر سبط ابن الجوزی (المتوفی ۶۵۴ھ) ❁ امام شمس الدین احمد بن محمد عقیلی (المتوفی ۶۵۷ھ) ❁ امامشہاب الدین تورپشتی (المتوفی ۶۶۱ھ) ❁ امام زین الدین محمد بن ابی بکر رازی (المتوفی ۶۶۶ھ) ❁ امام شجاع الدین، ھبۃ اللہ بن احمد طرازی (المتوفی ۶۷۱ھ) ❁ مولانا جلال الدین رومی (ولادت ۶، ربیع الاول ۶۰۴ھ، وفات ۵، جمادی الثانی ۶۷۲ھ) ❁ شیخ محمد بن سعید شاطبی (المتوفی ۶۷۵ھ) ❁ شیخ مجد الدین عبدالرحمٰن بن کمال الدین حلبی (المتوفی ۶۷۷ھ) ❁ امام برہان الدین نسفی (المتوفی ۶۸۷ھ) ❁ امام سراج الدین الاودی، صاحب فتاوٰی سراجیہ (المتوفی ۷۰۰ھ) ❁ امام سدیدالدین کاشغری، صاحب منیۃ المصلی (المتوفی ۷۰۰ھ)........................رحمھم اللہ تعالیٰ

﴿ مقلدین ائمہ ثلاثہؒ ﴾

❁ امام علی بن المفضل مالکی (المتوفی ۶۱۱ھ) ❁ امام ابوعبداللہ محمد بن عمر انصاری قرطبی مالکی

(ولادت یکم صفر ۵۵۰ھ، وفات ۶۳۱ھ) ❁ امام ابن عسکر محمد بن علی مالکی (المتوفی ۶۳۶ھ) ❁ امام عبدالعزیز بن ابراہیم قرشی مالکی (المتوفی ۱۴، ربیع الاول ۶۶۲ھ) ❁ قاضی ناصر الدین ابن المنیر مالکی (المتوفی ۶۸۳ھ) ❁ امام مجد بن الاثیر شافعی (المتوفی ۶۰۶ھ) ❁ امام فخر الدین رازی شافعی (المتوفی ۶۰۶ھ) ❁ امام نجم الدین کبیری شافعی (المتوفی ۶۱۸ھ) ❁ امام جمال الدین ابن ابی سنان شافعی (المتوفی ۶۳۰ھ) ❁ امام ابوالحسن محکم الدین ہمدانی سخاوی شافعی (المتوفی ۶۴۳ھ) ❁ علامہ نجم الدین تبریزی زینی شافعی (المتوفی ۶۴۶ھ) ❁ امام ابوشامہ المقدسی شافعی (المتوفی ۶۵۵ھ) ❁ امام بدرالدین بن عبدالسلام مصری شافعی (المتوفی ۶۶۰ھ) ❁ امام ابوالمظفر شرف الدین یوسف نابلسی شافعی (المتوفی ۶۷۰ھ) ❁ علامہ علی بن عبدالکافی شافعی (المتوفی ۶۷۲ھ) ❁ امام ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف نووی شافعی (المتوفی ۶۷۵ھ) ❁ امام موفق الدین موصلی کواشی شافعی (المتوفی ۶۸۰ھ) ❁ امام تقی الدین حموی شافعی (المتوفی ۶۸۰ھ) ❁ قاضی شمس الدین احمد بن محمد ابن خلکان شافعی (المتوفی ۲۶، رجب ۶۸۱ھ) ❁ قاضی ناصرالدین بیضاوی شافعی (المتوفی ۶۸۵ھ) ❁ امام ابوالفتح عزالدین مقدسی صالحی حنبلی (المتوفی ۶۱۳ھ) ❁ امام ابوعبداللہ محمد بن عبدالواحد ضیاء المقدسی حنبلی (المتوفی ۶۴۳ھ) ❁ امام ابوالبقاء عبداللہ بن حسن عبکری حنبلی (المتوفی ۶۱۶ھ) ❁ علامہ موفق الدین ابن قدامہ حنبلی (المتوفی ۶۲۰ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

آٹھویں صدی ہجری......اور......مقلدین ائمہ اربعہؒ

مقلدین احنافؒ

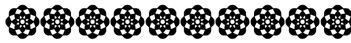
❁ امام ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی (المتوفی ربیع الاول ۷۱۰ھ) ❁ قاضی احمد بن ابراہیم سروجی (المتوفی رجب، ۷۱۰ھ) ❁ امام قطب الدین شیرازی (المتوفی ۱۴، رمضان ۷۱۰ھ) ❁ امام فخر الدین ماردینی (المتوفی ۷۳۰ھ) ❁ امام شہاب الدین ابن زرکشی (المتوفی رجب ۷۳۸ھ) ❁ امام فخر الدین عثمان بن علی زیلعی (المتوفی رمضان ۷۴۳ھ) ❁ امام احمد بن عثمان ماردینی ابن ترکمانی (المتوفی جمادی الاولیٰ ۷۴۴ھ) ❁ امام ابوحیان

اندلسی، صاحب بحر محیط (المتوفی ۲۸، صفر، ۷۴۵ھ) ❁ امام جمال الدین زیلعی (المتوفی محرم ۷۶۲ھ) ❁ شیخ احمد بن عبدالعزیز قونوی (المتوفی ۷۶۵ھ) ❁ امام محی الدین عبدالقادر بن محمد قرشی، صاحب جواہر المضیہ (المتوفی ربیع الاول، ۷۷۵ھ) ❁ امام اکمل الدین محمد بن محمد بابرتی، صاحب عنایہ (المتوفی ۱۹، رمضان ۷۸۶ھ) ❁ امام ابوبکر بن علی زبیدی (المتوفی ۸۰۰ھ)........رحمہم اللہ تعالیٰ

❁ مقلدین ائمہ ثلاثہؒ ❁

❁ قاضی تقی الدین محمد بن علی المعروف بابن دقیق العید مالکی (المتوفی ۷۰۲ھ) ❁ امام عبدالسلام الربعی مالکی (المتوفی ۷۱۵ھ) ❁ امام امیر الحاج، صاحب المدخل مالکی (المتوفی ۷۳۷ھ) ❁ امام ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ شاطبی مالکی، صاحب الاعتصام (المتوفی ۷۹۰ھ) ❁ امام ابوعبداللہ شمس الدین ذہبی شافعی (المتوفی ۷۴۸ھ) ❁ امام ابوالفداء عماد الدین حافظ ابن کثیر دمشقی شافعی (المتوفی ۷۷۴ھ) ❁ شیخ شرف الدین دمیانی شافعی (المتوفی ۷۰۵ھ) ❁ امام ابوالحسن نور الدین البکری شافعی (المتوفی ربیع الثانی ۷۲۴ھ) ❁ امام ھبۃ اللہ حموی شافعی (المتوفی ۷۳۸ھ) ❁ امام ولی الدین محمد بن عبداللہ عراقی خطیب تبریزی شافعی، صاحب مشکوٰۃ (المتوفی ۷۶۰ھ) ❁ امام شرف الدین طیبی شافعی (المتوفی رمضان ۷۴۳ھ) ❁ امام تاج الدین اردبیلی شافعی (المتوفی رمضان ۷۴۶ھ) ❁ امام ابوالحسن تقی الدین عبدالکافی سبکی شافعی، صاحب شفاء السقام (ولادت یکم صفر ۶۸۳ھ، وفات ۱۳، جمادی الآخر ۷۵۶ھ) ❁ امام عبداللہ بن اسد یافعی شافعی (المتوفی ۲۱، جمادی الآخر ۷۶۰ھ) ❁ امام شمس الدین بعلی شافعی (المتوفی ۷۷۴ھ) ❁ امام محبّ الدین طبری شافعی (المتوفی ۷۷۴ھ) ❁ امام تاج الدین سبکی شافعی (المتوفی ۷۷۷ھ) ❁ امام شمس الدین کرمانی شافعی (المتوفی ۷۸۶ھ) ❁ امام سعد الدین تفتازانی شافعی (المتوفی ۷۹۲) ❁ شیخ عبدالقاہر جرجانی شافعی، صاحب شرح مائۃ عامل (المتوفی ۷۷۴ھ) ❁ امام ابواسحاق ابراہیم بن احمد حنبلی (المتوفی ۱۵، محرم ۷۰۳ھ) ❁ امام نجم الدین طوفی حنبلی (المتوفی ۷۱۰) ❁ امام زین الدین اموی حنبلی (المتوفی ۷۱۰ھ) ❁ امام شہاب الدین صالحی حنبلی (المتوفی ۷۲۸ھ) ❁ امام حافظ ابن تیمیہ

حنبلی (ولادت ۱۰، ربیع الاول ۶۶۱ھ، وفات ۲۰، ذیقعدہ ۷۲۸ھ) ❁ امام ابن عبدالہادی حنبلی، صاحب الصارم المنکی (ولادت ۷۰۵ھ، وفات ۱۰، جمادی الاولیٰ ۷۴۴ھ) ❁ حافظ ابن القیم حنبلی (ولادت ۶۹۱ھ، وفات ۱۳، رجب ۷۵۱ھ) ❁ امام زین الدین عبدالرحمٰن بن احمد ابن رجب حنبلی (المتوفی ۷۹۵ھ)..........................رحمہم اللہ تعالیٰ



نویں صدی ہجری.......اور.......مقلدین ائمہ اربعہؒ

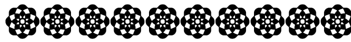
مقلدین احنافؒ

❁ قاضی ابن شحنہ کبیر (المتوفی ۸۱۵ھ) ❁ امام سید شریف جرجانی، صاحب شرح مواقف (المتوفی ۸۱۶ھ) ❁ امام مجد الدین محمد بن یعقوب فیروز آبادی، صاحب القاموس المحیط (ولادت ۷۲۹ھ، وفات ۸۱۶ھ) ❁ امام صفی الدین ردولوی، صاحب دستور المبتدی (المتوفی ذی قعدہ ۸۱۹ھ) ❁ علامہ محمد بن محمد بن شہاب کردری، صاحب فتاویٰ بزازیہ (المتوفی رمضان ۸۲۷ھ) ❁ قاضی شمس الدین محمد بن عبداللہ بن سعد مقدسی (المتوفی ۸۲۷ھ) ❁ خواجہ محمد یعقوب چرخی، شیخ بہاؤالدین نقشبند کے خلیفہ (المتوفی ۸۵۱ھ) ❁ امام بدرالدین عینی، صاحب عمدۃ القاری (المتوفی ۸۵۵ھ) ❁ حافظ کمال الدین ابن الہمام (المتوفی ۸۶۱ھ) ❁ قاضی سعد بن شمس الدین نابلسی (المتوفی ۹، ربیع الآخر ۸۶۷ھ) ❁ امام شمس الدین احمد بن موسیٰ خیالی (ولادت ۱۷، رجب ۷۶۸ھ، وفات ۹، ربیع الآخر ۸۷۰ھ) ❁ امام شمس الدین محمد حلبی، ابن امیر الحاج (المتوفی ۸۷۶ھ) ❁ امام زین الدین قاسم بن قطلو بغا (۶، ربیع الثانی ۸۷۹ھ) ❁ امام نورالدین عبدالرحمٰن بن احمد، ملا جامی (ولادت ۲۳، شعبان ۸۱۷ھ، وفات ۱۸، محرم ۸۹۸ھ)..........................رحمہم اللہ تعالیٰ

مقلدین ائمہ ثلاثہؒ

❁ امام ابوعبداللہ محمد بن محمد مالکی (المتوفی ۸۰۳ھ) ❁ امام عبدالرحمٰن بن خلدون مالکی (المتوفی ۸۰۸ھ) ❁ امام زین الدین عراقی شافعی (ولادت ۷۲۵ھ، وفات ۸، شعبان

۸۰۶ھ) ❁ قاضی سراج الدین بن صالح بلقینی شافعی (المتوفی ۸۰۵ھ) ❁ قاضی شمس الدین جزری شافعی (المتوفی ۵، ربیع الاول ۸۳۳ھ) ❁ امام حافظ ابن حجر عسقلانی شافعی (ولادت شعبان ۷۷۳ھ، وفات ذی الحجہ ۸۵۲ھ) ❁ امام جلال الدین محلی شافعی (ولادت یکم شوال ۷۹۱ھ، وفات ۸۶۴ھ) ❁ امام شمس الدین تبریزی شافعی (ولادت ۸۱۳ھ، وفات ۸۹۳ھ) ❁ امام ابوالفتح نصر بن احمد بن محمد بغدادی تستری حنبلی (المتوفی ۸۱۲ھ) ❁ امام ابوحفص سراج الدین حنبلی (المتوفی ۸۸۰ھ)............رحمہم اللہ تعالیٰ



دسویں صدی ہجری......اور......مقلدین ائمہ اربعہؒ

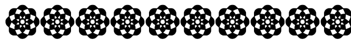
❁ مقلدین احنافؒ ❁

❁ شیخ عصام الدین اسفرائنی (المتوفی ۹۴۴ھ) ❁ اما مسعدی آفندی (المتوفی ۹۴۴ھ) ❁ امام شمس الدین قہستانی، صاحب جامع الرموز (المتوفی ۹۵۳ھ) ❁ امام ابراہیم حلبی، صاحب کبیری (المتوفی ۹۵۶ھ) ❁ امام طاش کبریٰ زادہ، صاحب مفتاح السعادۃ (المتوفی ۹۶۸ھ) ❁ امام ابن نجیم مصری، صاحب بحرالرائق (المتوفی ۹۷۰ھ) ❁ شیخ علی متقی جونپوری، صاحب کنز العمال (ولادت ۸۷۵ھ، وفات ۲، جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ) ❁ امام ابوسعود محمد بن محمد، صاحب تفسیر ابوسعود (المتوفی ۹۸۲ھ) ❁ امام احمد ابن طولون صالحی دمشقی (المتوفی ۹۸۳ھ)..............................رحمہم اللہ تعالیٰ

❁ مقلدین ائمہ ثلاثہؒ ❁

❁ شیخ عبدالمعطی بن احمد سخاوی مالکی (المتوفی ۹۶۰ھ) ❁ علامہ شمس الدین سخاوی شافعی، صاحب القول البدیع (المتوفی ۹۰۲ھ) ❁ شیخ کمال الدین بن ابی شریف مقدسی شافعی، صاحب مسامرۃ (المتوفی ۹۰۵ھ) ❁ امام جلال الدین سیوطی شافعی (ولادت یکم رجب ۸۴۹ھ، وفات ۱۹، جمادی الاولیٰ ۹۱۱ھ) ❁ امام نورالدین سمہودی شافعی، صاحب وفاء الوفاء (المتوفی ۹۱۱ھ) ❁ اما مشہاب الدین قسطلانی شافعی (المتوفی ۹۲۳ھ) ❁ امام حمزہ بن

عبداللہ زبیدی شافعی (المتوفی ۹۲۶ھ) ❁ قاضی زکریا انصاری شافعی (المتوفی۹۲۶ھ) ❁ حافظ محمد بن یوسف صالحی شافعی (المتوفی ۹۴۲ھ) ❁ حافظ ابن حجر مکی شافعی (المتوفی ۹۷۳ھ) ❁ شیخ جمال الدین یوسف بن الحسن بن عبدالہادی حنبلی (المتوفی ۹۰۹ھ)......................رحمہم اللہ تعالی



گیارہویں، بارہویں، تیرہویں صدی ہجری اور مقلدین ائمہ اربعہ

مقلدین احنافؒ

❁ شیخ عبدالوہاب متقی (المتوفی ۱۰۰۱ھ) ❁ امام نورالدین علی بن سلطان ہروی المعروف ملاعلی قاری (المتوفی شوال، ۱۰۱۰ھ) ❁ امام محی الدین برکلی، صاحب طریقہ محمدیہ (المتوفی ۱۰۵۲ھ) ❁ امام احمد بن محمد خفاجی، صاحب نسیم الریاض (المتوفی ۱۰۶۹ھ) ❁ امام حسن بن عمار شرنبلالی (ولادت ۹۹۴ھ، وفات ۱۰۶۹ھ) ❁ امام علاؤالدین محمد بن علی حصکفی، صاحب درالمختار (المتوفی ۱۰، شوال ۱۰۸۸ھ) ❁ شیخ شہاب الدین احمد حموی (۱۰۹۸ھ) ❁ امام عبدالغنی نابلسی (المتوفی ۱۱۴۳ھ) ❁ امام سید محمد محمود آلوسی، صاحب روح المعانی (المتوفی ۱۲۷۰ھ) ❁ امام ابن عابدین شامی (المتوفی ۱۲۵۲ھ)......................رحمہم اللہ تعالیٰ

مقلدین ائمہ ثلاثہؒ

❁ امام ابوزید عبدالرحمٰن بن عبدالقادر مالکی (المتوفی۱۰۹۶ھ) علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی مالکی (المتوفی ۱۱۲۲ھ) ❁ شیخ عمر بن عبدالوہاب عروضی شافعی (المتوفی ۱۰۲۴ھ) علامہ نورالدین حلبی شافعی (المتوفی ۱۰۴۴ھ) شیخ سلیمان بن عمر شافعی، صاحب تفسیر جمل (المتوفی ۱۲۰۶ھ) ❁ شیخ مرعی بن یوسف مقدسی حنبلی (المتوفی ۱۰۳۳ھ) ❁ شیخ شہاب الدین بن عماد صالحی حنبلی (۱۰۸۹ھ)......................رحمہم اللہ تعالیٰ

چوتھی صدی ہجری میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی پر اجماع

مذکورہ حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح آشکارا ہوچکی ہے کہ ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کا سلسلہ عہد خیرالقرون میں دوسری صدی ہجری سے شروع ہو چکا تھا۔اس دوران امام سفیان ثوریؒ (المتوفی ۱۶۱ھ) اور امام داؤد ظاہریؒ (المتوفی ۲۷۰ھ) نے بھی اپنے فقہی مذاہب مدون کئے، لیکن وہ رواج نہ پا سکے۔اور بعض کے نزدیک امام محمد بن جریر طبریؒ اور امام بخاریؒ بھی مجتہد مطلق تھے، اورانہوں نے بھی اپنے فقہی مذاہب مدون کئے تھے۔لیکن ان کے مذاہب بھی رواج نہ پا سکے۔اور بقول حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ چوتھی صدی ہجری میں مذکورہ چاروں ائمہؒ کی تقلید شخصی پر پوری امت کا اجماع ہو چکا تھا۔اوراس دوران پیدا ہونے والے چھوٹے چھوٹے فقہی مذاہب ناپید ہوتے چلے گئے۔جیسا کہ امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

> ان آخری زمانوں میں مذاہب اربعہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) کے علاوہ کوئی مذہب اپنے وجود پر باقی نہیں رہا...................... (عقدالجید .... ص۳۲)

یعنی امام شاہ ولی اللہؒ کے نزدیک ان چار فقہی مذاہب کے علاوہ جتنے بھی چھوٹے بڑے علاقائی مذاہب تھے وہ سارے کے سارے رفتہ رفتہ ختم ہوگئے۔اورصرف یہ چاروں مذاہب باقی رہ گئے۔جن کے بارہ میں امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ فرماتے ہیں کہ

> جب ان چار مذاہب کے علاوہ دیگر مذاہب حقہ مٹ گئے تو پھر صرف ان چار ہی کی اتباع، سواداعظم کی اتباع ہوگی، اوران سے خروج سواداعظم سے خروج ہوگا ....(ایضا...ص۳۸)

امام ابوحنیفہؒ کیلئے امام اعظم کا لقب!

ان چاروں مذاہب میں جوشہرت و پذیرائی اطراف عالم میں فقہ حنفی کو حاصل ہوئی وہ کسی اور مذہب کو نہ مل سکی۔تدوین فقہ کے بعد ہر دور میں امت کا ۷۰، فی صد سے زائد طبقہ فقہ حنفی سے وابستہ رہا۔یہی وجہ ہے کہ تمام اہل حدیث نے بالاتفاق صرف امام ابوحنیفہؒ

کو ہی امام اعظم تسلیم کیا۔ یہ لقب انکے علاوہ کسی اور کو نہ مل سکا۔ حتی کہ ان کا یہ لقب تیرہ سوسال سے ان کے نام سے زیادہ معروف ہے....غرضیکہ اہل حدیث کی اکثریت فقہی مسائل میں مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی تقلید اختیار کرکے اشاعت اسلام کیلئے اطراف عالم میں پھیل گئی۔

غیر مقلدین سے ایک سوال

غیر مقلدین حضرات امت مسلمہ کی چودہ سوسالہ تاریخ کے مذکورہ ائمہ محدثینؒ ومفسرینؒ کے فقہی مذاہب کا جائزہ لینے کے بعد فیصلہ کریں کہ کیا یہ تمام ائمہ کرام تقلید شخصی کی وجہ سے العیاذ باللہ تعالیٰ مشرک وکافر یا جاہل وجانور تھے؟ جیسا کہ بعض غیر مقلدین....... مقلدین ائمہ اربعہؒ کو کافر یا جاہل وجانور قرار دیتے ہیں۔ اگر معاذ اللہ تعالیٰ یہ کافر تھے تو پھر چودہ صدیوں میں دعوت حق کا فریضہ سرانجام دینے والی متواتر جماعت اور اس کے افراد کون سے ہیں، جو تقلید کے کفر سے محفوظ رہے ہوں؟ اور اگر یہ تمام ائمہ کرامؒ تقلید شخصی کے باوجود مسلمان، اہل حدیث اور اہل سنت ہیں تو پھر پاکستان اور ہندوستان کے حنفی مسلمانوں پر کفر وشرک کے فتوے کہیں فرنگی ساختہ اور دیگر اسلام دشمن قوتوں کی سازش کا نتیجہ تو نہیں؟..........................**فاعتبروا یا ولی الابصار۔**

ملفوظات قائد اہل سنت

حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب رحمۃ اللہ علیہ

علماء حق توجہ فرمائیں!

☆ مسلک اہل السنّت والجماعت ہی مسلک اعتدال اور مسلک حق ہے، جس کی بناء پر صحابہ کرامؓ ہوں یا اہل بیت عظامؓ، امہات المومنینؓ (ازواج مطہرات) ہوں یا بنات رسول صلی اللہ علیہ وسلم، سب کی تعظیم واجب ہے۔ ان حضرات میں سے کسی کی طرف کسی ایسے امر کی نسبت کرنا جس میں ان کی توہین پائی جاتی ہونا جائز ہے۔ انکی طرف خطائے اجتہادی کی نسبت کرنے میں نہ کوئی تنقیص ہے اور نہ توہین۔ علمائے اہل السنّت والجماعت کی خدمت میں گزارش ہے کہ وہ افراط وتفریط کے ان گونا گوں فتنوں سے امت مسلمہ کو بچائیں۔

☆ انبیاءؑ واولیاءؒ سے دعاء میں توسل کرنا جمہور اہل السنّت کے نزدیک جائز و مستحسن ہے، توسل میں حاجت ومراد حق تعالیٰ ہی سے مانگی جاتی ہے، کیونکہ عالم الغیب اور ہمیشہ حاضر وناظر وہی ہے، جو ساری کائنات کا قادر مطلق اور حاجت روا ہے۔

☆ بیعت طریقت وسلوک محققین اہل السنّت کے نزدیک مسنون و مستحب ہے، جس کی اصل سنت صحیحہ سے ثابت ہے۔ لہٰذا اسے بدعت قرار دینا جائز نہیں۔

☆ مرشد کامل وہ ہوتا ہے جو قرآن وحدیث کا ضروری علم رکھتا ہو، عادل اور متقی ہو، کبیرہ گناہوں سے بچنے والا اور صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرنے والا ہو، دنیاوی مال وجاہ کی محبت اس کے دل میں نہ ہو، آخرت کی طرف راغب اور شریعت کا پابند ہو، نیکی کا حکم دینے والا اور برائی سے منع کرنے والا ہو۔ مشائخ کاملین کی صحبت میں کافی عرصہ گزار کر ان کی تربیت میں نور باطن حاصل کر چکا ہو۔ اللہ تعالیٰ اہل سنت کو کامیابی عطا فرمائیں۔

آمین بجاہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسرا مقالہ

برصغیر میں اسلام کی آمد......و......اشاعت

سرزمین ہند کی تاریخی حیثیت

بعض تاریخی روایات سے اشارات ملتے ہیں کہ ابوالبشر حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کو جب جنت سے زمین پر اتارا گیا تو ان کا نزول سرزمین ہند میں ہوا۔ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرزمین ہند اپنے اسی نام وعنوان سے عہد قدیم سے متعارف ہے۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کے واقعات اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عہد میں بھی اس کا تذکرہ موجود ہے، مثلاً

(۱) ایک ہندوستانی راجہ کا حضورؐ کی خدمت میں تحفہ

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہندوستان کے ایک راجہ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں زنجبیل (تازہ ادرک یا خشک سونٹھ) کا تحفہ بھیجا۔ جسے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے صحابہ کرام علیہم الرضوان میں تقسیم فرمایا اور خود بھی تناول فرمایا....
.....................(مستدرک حاکم ج۴ص۳۵)

تاریخی روایات کے مطابق سرزمین عرب کے اندر ہندوستانی اشیاء مشک، کافور، زنجبیل، لونگ، مرچ، عود ہندی، ساگوان کی لکڑی، ہندی تلوار اور ہندی کپڑے وغیرہ بکثرت استعمال ہوتے تھے۔ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام علیہم الرضوان بھی یہ چیزیں استعمال فرماتے تھے۔

(۲) غزوۂ ہند کی نبوی پیشین گوئی

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے دو گروہوں کو اللہ تعالیٰ نار جہنم سے محفوظ رکھے گا۔ ایک وہ گروہ جو ہندوستان سے جہاد کرے گا اور دوسرا وہ گروہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ رہے گا......(نسائی ج۲،ص۵۲)

(۳) سراندیپ کا وفد مدینہ میں

ہندوستانی تاجر عرب کی تجارتی منڈیوں میں اور عرب تاجر ہندوستان کی تجارتی منڈیوں میں تجارت کیلئے آتے جاتے تھے۔ بعض تاجروں کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی خبر ہندوستان میں بھی پہنچ چکی تھی، چنانچہ

جنوبی ہند کے علاقہ سراندیپ کے اہل علم حلقوں نے ایک وفد معلومات حاصل کرنے کیلئے عرب میں بھیجا، تاکہ وہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقائد و نظریات کے بارہ میں معلومات حاصل کرے۔ یہ وفد بعض رکاوٹوں کی وجہ سے اس وقت مدینہ منورہ میں پہنچا جب آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور حضرت امام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس دنیا سے رحلت فرما چکے تھے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دور خلافت تھا.....................(عجائب الہند ص ۱۵۷ بحوالہ خلافت راشدہ اور ہندوستان از مولانا قاضی اطہر مبارک پوری ص ۳۱)

اسلامی تاریخ کے مسلمہ مؤرخین اس بات کی شہادت بھی دیتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے مکی ومدنی دور میں سرزمین عرب کے اندر ہندوستانی افراد بکثرت موجود تھے۔ جنہیں عرب کی زبان میں زط کہا جاتا تھا۔ غالبا یہ اردو زبان میں مستعمل لفظ جٹ کا عربی تلفظ ہے۔ وہ ہندوستانی افراد لباس اور بودوباش کے لحاظ سے اپنی ایک مخصوص ہیئت رکھتے تھے۔ جو ان کی علاقائی شناخت تھی۔ مثلاً

(۱)....... حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک رات آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مجھے ساتھ لیکر بطحائے مکہ کی طرف تشریف لے گئے اور مجھے ایک جگہ بٹھا کر میرے چاروں طرف چھڑی کے ساتھ دائرہ نما خط کھینچ دیا اور فرمایا تمہارے قریب کچھ لوگ (یعنی جنات) آئیں گے۔ تم نہ ان سے کلام کرنا اور نہ اس دائرے سے باہر نکلنا۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کچھ دور تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد میرے قریب کچھ لوگ آئے **کانھم الزط اشعارھم واجسامھم** جو جسم اور بالوں کے اعتبار سے جاٹوں

کی طرح تھے۔ وہ میری سمت آئے ،لیکن دائرہ کے اندر داخل نہ ہو سکے........ ....(جامع ترمذی ج ۲ ص ۱۱۳)

(۲)......حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو دیکھا، وہ سرخ رنگ اور کشادہ سینہ والے تھے۔ اور میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیکھا وہ گندمی رنگ کے قوی الجسم آدمی تھے۔ **کانہ من رجال الزط** جیسے وہ جاٹوں میں سے ہوں.........................(بخاری ج ۱ ص ۴۸۹)

(۳)......حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ ۱۰، ہجری میں نجران سے بنو حارث کا ایک وفد آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس وفد کے افراد کو دیکھ کر فرمایا **من ھولا ء القوم الذین کانھم رجال الھند** یہ کون لوگ ہیں ایسے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ ہندوستان کے آدمی ہوں.........(طبقات ابن سعد مترجم ج ۲ ص ۱۱۶، ...سیرت ابن ہشام مترجم ج ۲ ص ۷۳۱، تاریخ طبری مترجم ج ۲ ص ۳۹۲)

عہد خلافت راشدہ میں ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی آمد

تاریخی روایات میں جماعت صحابہؓ کے اندر بعض ہندی مسلمانوں کا تذکرہ بھی ملتا ہے۔ مثلاً حضرت بیرزطن ہندیؓ (الاصابہ ج ۱ ص ۱۷۸) اور حضرت باذان ملک الہندؓ (تجرید اسماء الصحابہ از علامہ ذہبی ج ۱ ص ۴۵) وغیرہ۔ لیکن ہندوستان کے اندر مسلمانوں کی باقاعدہ آمد کا سلسلہ عہد فاروقیؓ میں شروع ہوا۔ تقریباً ۲۵، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بیسیوں تابعین کا سرزمین ہند میں تشریف لانا تاریخی روایات سے ثابت ہے۔ مکران و بلوچستان کے علاوہ سندھ کے بعض سرحدی علاقوں تک عہد صحابہؓ میں ہی مسلمان غلبہ حاصل کر چکے تھے۔ لیکن سندھ پر باقاعدہ فوجی یلغار پہلی صدی ہجری کے آخر میں محمد بن قاسمؒ (المتوفی ۹۶ھ) نے اس وقت کی جب سندھ کے حاکم راجہ داہر نے مسلمانوں کے

تجارتی قافلے لوٹ کرانہیں جبراً قیدی بنانا شروع کردیا تھا۔ اس وقت محمدؒ بن قاسم سرزمین سندھ پر اسلامی پرچم لہراتا ہوا جب ملتان تک پہنچا، تو عین اسی وقت دربار خلافت سے خلیفہ سلیمان بن عبدالملک کی طرف سے اس کی معزولی کے احکامات آگئے اور اسے واپس بلا کر قید کردیا گیا، جہاں قید خانہ میں ہی اسے شہید کردیا گیا۔

ہندوستان میں حنفی مذہب کی آمد

محمد بن قاسمؒ کی فتوحات کے تقریباً تین سو سال بعد تک مسلمانوں کی اس خطے کے اندر آمدورفت جاری رہی، اور یہاں کی ایک کثیر مقامی تعداد بھی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مذہب پہلی صدی ہجری میں ہی رواج پا چکا تھا اور ہندوستان میں تیسری صدی ہجری کے آغاز میں حنفی مذہب کی آمد کا ثبوت پایا جاتا ہے۔ چنانچہ

(۱) ۲۲۸ھ میں جب خلیفہ واثق باللہ العباسی نے سد سکندری کا حال دریافت کرنے کیلئے کچھ لوگ بھیجے تو انہوں نے وہاں کے لوگوں کو حنفی مذہب پر پایا۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحبؒ ریاض المرتاض ص ۲۱۶ میں بحوالہ مسالک الممالک لکھتے ہیں کہ سد سکندری کے محافظ (باشندے) بھی مسلمان اور حنفی المذہب تھے۔ اور عربی وفارسی زبان بولتے تھے۔ مگر سلطنت عباسی سے بے خبر تھے..(بحوالہ الکلام المفید فی اثبات التقلید از مولانا محمد سرفراز خان صفدر ص ۱۰۷)

(۲) شیخ محمد اکرام مرحوم علامہ مقدسی کی احسن التقاسیم فی معرفت الاقالیم کے حوالہ سے فرماتے ہیں کہ

(۳۷۵ھ کے قریب) علاقہ ملتان میں امام ابوحنیفہؒ کے مقلد بکثرت تھے.... ....(آب کوثر ص ۳۸)

(۳) تاریخ برصغیر کے نامور مؤرخ ملا محمد قاسم فرشتہ فرماتے ہیں کہ

۱۴۷۴عیسوی میں احمد آباد کے حاکم سلطان محمود بیگرا (المتوفی ۲ رمضان ۹۱۶ھ) نے سندھ پر حملہ کیا تو کئی سندھی مسلمان صرف برائے نام مسلمان تھے۔ چنانچہ بادشاہ ان کے کئی سرداروں کو جوناگڑھ لے گیا۔ اور انہیں مسلمانوں کے سپرد کیا

تاکہ وہ انہیں مذہب حنفی کے مطابق سنت نبوی ؐ کا طریقہ سکھائیں........

.........................(تاریخ فرشتہ اردو حصہ چہارم ص ۴۱۳)

اور ہندوستان کے اندر اسلام کی آمد واشاعت میں تصوف کے سلاسل اربعہ میں سے نقشبندی سلسلہ کا بھی بہت نمایاں کردار ہے۔اور اس سلسلہ کے اکثر اکابر حنفی المذہب تھے ۔جیسا کہ شہزادہ دارا شکوہ ؒ اپنی معروف کتاب سفینۃ الاولیاء میں حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رحمتہ اللہ علیہ کے تذکرہ میں فرماتے ہیں کہ

اس سلسلہ کے اکثر مشائخ حنفی المذہب گزرے ہیں (ص ۱۱)

ان مستند تاریخی حوالہ جات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ برصغیر پاک و ہند کے اندر حنفی مذہب تیسری صدی ہجری کے آغاز میں داخل ہو چکا تھا،اور علماء احناف ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت اور دینی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔اور اس کے بعد ان علاقوں میں اسلام کی اشاعت کرنے والے تقریباً تمام علماء مذہب حنفی سے ہی تعلق رکھنے والے تھے۔آیئے اس کا مختصر تذکرہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔



برصغیر پاک و ہند.......کے.......علماء وسلاطین

پانچویں صدی ہجری

پانچویں صدی ہجری میں قدرت نے ہندوستان کے اندر اشاعت وحفاظت اسلام کا ایک غیبی سامان فراہم کر دیا،اور وسط ایشیا وافغانستان سے نکل کر ہندوستان میں داخل ہونے والے اہلسنت والجماعت کے دو طبقے سرگرم عمل ہو گئے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں پہلا طبقہ ❁شیخ فخر الدین حسین زنجانی لاہوری،جو خراسان سے لاہور تشریف لائے تھے (المتوفی ۴۳۱ھ)......❁شیخ محمد اسماعیل محدث لاہوری (المتوفی ۴۴۸ھ).

...❁اور حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش، جو غزنی سے لاہور تشریف لائے تھے (ولادت ۴۰۰ھ تقریباً، وفات ۱۵، صفر ۴۶۴ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث وصوفیاء کرامؒ کا تھا، جنھوں نے دعوت وارشاد کے ذریعہ لاکھوں غیر مسلموں کو حلقہ بگوش اسلام کر کے اشاعت اسلام کی خدمت سرانجام دی۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ .... ❁ سلطان ناصر الدین سبکتگین غزنویؒ (المتوفی ۳۸۷ھ) جو شمالی ہندوستان کے فوجی نظام اور اس کی متحدہ قوت کو شکست دیکر پشاور کا علاقہ اسلامی سلطنت میں شامل کر کے جنوبی ہند کیلئے فتوحات کا دروازہ کھول چکے تھے.... ❁ سلطان محمود غزنویؒ (ولادت ۳۶۰ھ، وفات ۲۳، ربیع الثانی ۴۲۲ھ)...اور ان کے جانشین سلاطین وفاتحین کا تھا۔ جنھوں نے راجہ جے پال اور اس کے بیٹے راجہ انند پال کو شکست دے کر پشاور، لاہور اور سومنات تک اسلامی فتوحات کا پرچم لہرادیا تھا۔ ۴۱۵ھ میں محمود غزنویؒ نے سومنات پر فتح حاصل کی۔ اور وہ بت شکن کے تاریخی لقب سے پہچانا گیا۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

❁ چھٹی صدی ہجری ❁

علماء.................و.................سلاطین

پانچویں صدی ہجری کے آخر میں جب ہندوستان کے سیاسی حالات پر مسلمانوں کی گرفت کمزور ہونے لگی، تو قدرت نے پھر اس خطے کے اندر دو ایسے طبقے پیدا کر دیئے، جنھوں نے چھٹی صدی ہجری میں ہندوستان کے اندر اشاعت وحفاظت اسلام کا فریضہ سرانجام دیا

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ... ❁حضرت شیخ ابوالحسن بختیار بن عبداللہ ہندی (المتوفی ۵۴۳ھ)

۞ شیخ شہاب الدین سہروردی رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ حضرت شیخ قاضی حمید الدین ناگوری (ولادت ۵۱۵ھ، وفات ۶۲۵ھ) .... ۞ حضرت خواجہ عثمان ہارونی رحمتہ اللہ علیہ (المتوفی ۶، شوال، ۶۰۷ھ) کے خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری (ولادت ۵۲۷ھ، وفات ۶، رجب ۶۳۳ھ) ..... ۞ اور شیخ ابوالحسن علی بن عمر محدث لاہوری (المتوفی .....) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث و صوفیا کا تھا، جنہوں نے اشاعت اسلام کی خدمت سرانجام دی۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ .... ۞ سلطان شہاب الدین محمد غوری شہیدؒ (المتوفی ۶۰۲ھ)....... ۞ اور سلطان قطب الدین ایبکؒ (المتوفی ۶۰۷ھ، ۱۲۱۰ء) جیسے فاتحین و سلاطین کا تھا، جنہوں نے اسلامی سلطنت کے استحکام کا فریضہ سرانجام دیا۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

پرتھوی اور غوری میزائل!

خواجہ اجمیریؒ کو خواب میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غزنی سے ہندوستان جانے کا حکم فرمایا، تو انہوں نے ہندوستان آکر اجمیر میں ڈیرے ڈال دیئے، اجمیر کے ہندو راجہ پرتھوی راج نے مذہبی تعصب کی بناء پر انہیں پریشان کرنا شروع کیا تو انہوں نے غزنی کے حکمران سلطان شہاب الدین محمد غوریؒ کو اجمیر پر حملہ کی دعوت دی، چنانچہ متعدد حملوں کے بعد ۵۸۷ھ میں اجمیر فتح ہوا۔ اور پرتھوی راج گرفتار ہو کر قتل ہوا۔ تاریخی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمتہ اللہ علیہ اس لڑائی میں سلطان غوریؒ کے ساتھ باقاعدہ ایک سپاہی کی حیثیت سے شامل تھے۔ اور انہوں نے اس جہاد میں عملاً حصہ لیا۔ آج ہندوستان کا پرتھوی میزائل اور پاکستان کا غوری میزائل انہی نسبتوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔

آزادیٔ مسجد اقصیٰ!

چھٹی صدی ہجری میں ایک طرف سلطان غوریؒ بت کدۂ ہند میں اسلام کی اذانیں بلند کر رہا تھا، اور دوسری طرف سلطان نورالدین محمود زنگیؒ (المتوفی ۵۶۹ ھ) مسجد اقصیٰ کی آزادی کیلئے صلیبیوں سے فیصلہ کن پنجہ آزمائی شروع کر چکا تھا۔ چنانچہ ۵۸۷ ھ میں غوریؒ نے اجمیر فتح کیا اور ۵۸۸ ھ میں زنگیؒ کے جانشین سلطان صلاح الدین ایوبیؒ (المتوفی ۵۸۹ ھ) نے مسجد اقصیٰ آزاد کرالی۔

سلطان زنگیؒ اہل سنت والجماعت حنفی تھے، جیسا کہ حافظ ابن کثیرؒ نے البدایہ والنہایہ ج ۱۲ ص ۵۰۵ میں اس کی صراحت کی ہے۔ اور سلطان صلاح الدین ایوبیؒ اہل سنت والجماعت شافعی تھے۔ گویا مسجد اقصیٰ کی آزادی کیلئے بھی قدرت نے حنفی و شافعی مقلدین کو منتخب کیا............ **ذالک فضل اللّٰہ یؤتیہ من یشاء۔**

ساتویں صدی ہجری

علماء...............و...............سلاطین

ساتویں صدی ہجری میں بھی برصغیر میں اسلام کی اشاعت وحفاظت کیلئے دو طبقے سرگرم رہے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ....... ❁حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ، خواجہ قطب الدین بختیار کاکی (ولادت ۵۰۵ ھ، وفات ۱۴، ربیع الاول ۶۳۳ ھ) .... ❁خواجہ بختیار کاکیؒ کے خلیفہ، حضرت بابا فرید الدین مسعود گنج شکر (ولادت ۶۰۶ ھ، وفات ۵، محرم ۶۶۴ ھ)....... ❁خواجہ بختیار کاکیؒ کے دوسرے خلیفہ، شیخ بدر الدین غزنوی (المتوفی ۶۵۷ ھ)........ ❁شیخ معین الدین اجمیریؒ کے خلیفہ، شیخ حمید الدین ناگوری (ولادت ۵۷۰ ھ، وفات ۶۷۷ ھ)...... ❁بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ، خواجہ علاؤ الدین علی احمد صابر کلیری (المتوفی ۶۹۰ ھ)..... ❁شیخ شہاب الدین

سہروری رحمتہ اللہ علیہ کے خلیفہ، شیخ بہاؤ الدین زکریا ملتانی (ولادت ۵۶۰ھ، وفات ۷، صفر ۶۶۶ھ)...... ❁شیخ رضی الدین حسن صنعانی لاہوری (ولادت ۵۷۷ھ، وفات ۶۵۰ھ)...... ❁شیخ جلال الدین تبریزی (المتوفی ۶۴۲ھ، ۱۲۴۴ء)........ ❁اور شیخ برہان الدین بلخی (المتوفی ۶۸۷ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث و مشائخ کا تھا، جو برصغیر میں اشاعت اسلام کا نور پھیلا رہے تھے۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ....... ❁ سلطان ناصر الدین قباچہؒ (المتوفی ۶۲۲ھ) .... ❁ سلطان شمس الدین التمشؒ (المتوفی ۱۴، شعبان ۶۳۳ھ)...... ❁ سلطان غیاث الدین بلبنؒ (المتوفی ۶۸۵ھ)....... ❁اور سلطان جلال الدین خلجیؒ (المتوفی ۶۹۵ھ) جیسے سلاطین کا تھا جو اسلامی سلطنت کی توسیع و ترقی کیلئے برسرپیکار تھے۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے

❁ آٹھویں صدی ہجری ❁

علماء................و................سلاطین

آٹھویں صدی ہجری میں بھی برصغیر میں اسلام کی اشاعت و حفاظت کیلئے دو طبقے سرگرم عمل رہے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ........ ❁حضرت شیخ شرف الدین بوعلی قلندر پانی پتی (ولادت ۶۵۲ھ، وفات ۱۳، رمضان ۷۲۴ھ)...... ❁بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے خلیفہ، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء (ولادت ۶۳۱ھ، وفات ۱۸، ربیع الآخر ۷۲۵ھ)...... ❁شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ، حضرت خواجہ امیر خسرو (ولادت ۶۲۵ھ، وفات ۷۲۵ھ)

......۞شیخ نظام الدین اولیاءؒ کے خلیفہ، حضرت خواجہ برہان الدین غریب نواز (ولادت ۶۹۲ھ، وفات ۷۴۱ھ)......۞حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلوی (المتوفی ۱۸، رمضان ۷۵۷ھ)......۞حضرت شیخ علامہ کمال الدین دہلوی (المتوفی ۷۵۶ھ)..... ۞اور حضرت شیخ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (المتوفی ۱۳۸۴ء) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث وصوفیاء کرامؒ کا تھا جو اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ......۞ سلطان علاؤ الدین خلجیؒ (المتوفی ۷۱۶ھ)......۞سلطان غیاث الدین تغلقؒ (المتوفی ۷۲۵ھ)......۞سلطان محمد تغلقؒ (المتوفی ۷۵۲ھ)......۞اور سلطان فیروز شاہ تغلقؒ (المتوفی ۷۹۹ھ) جیسے سلاطین کا تھا، جو اسلامی مملکت کے استحکام کی خدمت سرانجام دے رہے تھے۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

کشمیر میں اشاعت اسلام

کشمیر کے اندر مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ تو ساتویں صدی ہجری میں شروع ہو چکا تھا۔ جب ایک مسلمان بزرگ شاہ مرزا خراسانی کشمیر میں آئے اور حکومت کشمیر کے ملازم ہوئے اور بعد میں وہ شمس الدین شاہ کے نام سے تخت کشمیر پر جلوہ گر ہوئے۔ ان کے خاندان کی حکومت ۹۹۵ھ تک قائم رہی۔ اسی دوران سہروردی سلسلہ کے ایک بزرگ حضرت سید شرف الدین بلبل شاہ رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۷۲۷ھ) کشمیر آئے، تو دس ہزار کشمیریوں کے علاوہ حاکم کشمیر ہرنجن شاہ نے ان کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ اسی طرح ایک اور سہروردی بزرگ امیر کبیر سید علی ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ (ولادت ۱۲، رجب ۷۱۴ھ، وفات ۷۸۶ھ) ۷۰۰ سادات کے ساتھ ۷۸۱ھ میں کشمیر آئے تو ان کی دعوت پر ۳۷، ہزار کشمیری حلقہ بگوش

اسلام ہوگئے۔وہ اپنی واپسی پر شیخ جمال الدین کشمیری کو اشاعت اسلام کیلئے کشمیر چھوڑ گئے۔سید ہمدانیؒ کی وفات کے بعد ان کے بیٹے میر محمد ہمدانیؒ کئی سو ساتھیوں سمیت کشمیر میں آئے اور ۲۲، سال تک خدمت اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔۷۹۹ھ میں وہ حج کے لئے تشریف لے گئے تو راستہ میں ترکستان میں ان کی وفات ہوگئی۔ان کے علاوہ شیخ رضی الدین کشمیریؒ (المتوفی ۹۵۶ھ) اور مفتی فیروز کشمیریؒ (المتوفی ۹۷۷ھ) وغیرہ بزرگوں نے کشمیر کے اندر اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دیا۔اور یہ سب بزرگ بھی اہل سنت و الجماعت حنفی تھے۔چنانچہ تاریخ برصغیر کے نامور مؤرخ ملا محمد قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ

ملک کشمیر کی ساری رعایا حنفی مذہب رکھتی ہے....(تاریخ فرشتہ جلد۴ص۶۹۱)

اس کے بعد ۱۴۸۷ء میں عراق سے میر نور بخش کا ایک مرید شمس الدین کشمیر آیا جس نے نور بخشی مذہب کی یہاں بنیاد رکھی۔رفتہ رفتہ کشمیر کے اندر یہ مذہب ترقی پاتا گیا اور اہلسنت والجماعت کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جانے لگا، تو اسوقت سنی مسلمانوں کی درخواست پر سلطان جلال الدین اکبر نے ۱۵۸۶ء میں کشمیر پر حملہ کر کے اس کو اقتدار دہلی کے زیر نگیں کر لیا۔

اس نور بخشی مذہب کی کشمیر میں آمد پر تبصرہ کرتے ہوئے ملا قاسم فرشتہ لکھتے ہیں کہ

> کشمیری باشندے مذہباً حنفی مسلمان تھے۔فتح شاہ کے زمانے میں عراق سے شمس الدین نامی ایک شخص آیا اور اس نے خود کو میر محمد نور بخش سے منسوب کر کے ایک غیر معروف مذہب کی اشاعت کرنی شروع کی۔اور اس مذہب کا نام نور بخشی مذہب رکھا۔اس مذہب کے ماننے والے حضرت عائشہ صدیقہؓ اور خلفائے ثلاثہؓ (امام ابوبکر صدیقؓ، امام عمر فاروقؓ اور امام عثمان غنیؓ) کی شان میں بے ادبی کرتے ہیں۔اور میر نور بخش کو مہدی موعود سمجھتے ہیں (تاریخ فرشتہ ج۴ص۶۹۰)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ کشمیر کے اندر اسلام کی آمد اور اشاعت اہل سنت والجماعت احناف کے بزرگوں کے ذریعہ ہوئی۔البتہ روافض نے اپنی عادت وفطرت کے مطابق اسلامی قوت کو کمزور کرنے کیلئے انتشار اور تفریق کی فضا پیدا کر دی۔یہاں یہ بات پوری

طرح واضح ہے کہ کشمیر کے اندر اسلام کی آمد اور اس کی اشاعت کی جدوجہد میں کسی جگہ بھی غیر مقلدیت کا نشان تک نہیں ملتا۔

نویں صدی ہجری

علماء..................و..............سلاطین

نویں صدی ہجری میں بھی برصغیر میں اسلام کی اشاعت وحفاظت کیلئے دو طبقے سرگرم عمل ہوئے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ....... شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلویؒ کے خلیفہ شیخ محمد یوسف حسینی دہلوی المعروف خواجہ سید محمد گیسودراز (المتوفی ۱۶، ذیقعدہ ۸۲۵ھ)....... شیخ احمد تھانیسروی (ولادت ۶۵۶ھ، وفات ۲۳، ذی الحجہ ۸۲۲ھ)....... قاضی شہاب الدین دولت آبادی (المتوفی ۸۴۸ھ)..... شیخ صفی الدین ردولوی (المتوفی ۱۳، ذیقعدہ ۸۱۹ھ) اور علامہ فضل اللہ شیرازی (المتوفی ۸۲۰ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث و مشائخ کا تھا، جو اشاعت اسلام میں مصروف تھے۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسری طرف...... امیر تیمور لنگؒ (المتوفی ۸۰۷ھ) اپنی تمام تر کمزوریوں کے باوجود محرم ۸۰۱ھ میں دریائے جہلم کے راستہ ہندوستان میں داخل ہو کر خانہ جنگی کے شکار اقتدار دہلی کو کنٹرول کر کے سلطنت اسلامیہ کو مستحکم کر رہا تھا، اور اس کے بعد....... سلطان بہلول لودھیؒ (المتوفی ۸۹۴ھ) یہ ذمہ داری نبھا رہا تھا۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

﴿ دسویں صدی ہجری ﴾

علماء..............و..............سلاطین

دسویں صدی ہجری میں بھی برصغیر میں اسلام کی اشاعت وحفاظت کیلئے دو طبقے سرگرم عمل ہوئے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ..... ❁ شیخ علی متقی جونپوری (ولادت ۸۹۷ھ، وفات ۲، جمادی الاولیٰ ۹۷۵ھ)..... ❁ شیخ محمد طاہر پٹنی گجراتی (ولادت ۹۱۴ھ، وفات ۹۸۶ھ)....... ❁ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے شیخ ومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہ (ولادت ۵، ذی الحجہ ۹۷۲ھ، وفات ۲۶، جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ)....... ❁ شیخ عبدالقدوس گنگوہی (المتوفی ۹۴۵ھ).... ❁ شیخ جلال الدین تھانیسروی (المتوفی ۹۸۳ھ)...... ❁ اور شیخ عبداللہ انصاری سلطان پوری (المتوفی ۹۹۰ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث وصوفیاء کا تھا، جو اشاعت اسلام کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ......... ❁ سلطان سکندر لودھیؒ (المتوفی ۷، ذیقعدہ ۹۲۳ھ)............ ❁ سلطان ابراہیم لودھیؒ (المتوفی جمادی الثانی ۹۳۲ھ)....... ❁ سلطان ظہیر الدین بابرؒ (المتوفی ۵، جمادی الاول ۹۳۷ھ)....... ❁ سلطان نصیر الدین محمد ہمایوںؒ (المتوفی ۱۵، ربیع الاول ۹۶۳ھ)..... ❁ اور سلطان شیر شاہ سوریؒ (المتوفی ۱۲، ربیع الاول ۹۵۲ھ) جیسے سلاطین کا تھا، جو اسلام کا سیاسی غلبہ برقرار رکھے ہوئے تھے۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے

گیارھویں صدی ہجری

علماء..............و..............سلاطین

گیارہویں صدی ہجری میں بھی برصغیر کے اندر اشاعت وحفاظت اسلام کیلئے دو طبقے سرگرم تھے۔

طبقہ اولیٰ!

ان میں سے پہلا طبقہ..... حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی (ولادت ۱۴، شوال ۹۷۱ھ، وفات ۲۸، صفر ۱۰۳۴ھ)....... شیخ عبدالحق محدث دہلوی (ولادت محرم ۹۵۸ھ، وفات ۲۱، ربیع الاول ۱۰۵۲ھ)....... ملا عبدالحکیم سیالکوٹی (ولادت ۱۰۱۷ھ، وفات ۱۰۶۷ھ) اور حضرت شاہ دولہ دریائی (المتوفی ۱۰۷۵ھ).....حضرت خواجہ محمد معصوم بن حضرت مجدد الف ثانیؒ (ولادت ۱۰، شوال ۱۰۰۷ھ، وفات ۹ ربیع الاول ۱۰۷۹ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث وصوفیاء کرام کا تھا، جو دعوت وتبلیغ کے ذریعہ مسلمانوں کے ایمان وایقان کے تحفظ کا سامان فراہم کر رہے تھے۔

طبقہ ثانیہ!

اور دوسرا طبقہ..... سلطان نورالدین محمد جہانگیرؒ (المتوفی ۲۸، صفر ۱۰۳۷ھ).......... سلطان شہاب الدین محمد شاہ جہاںؒ (المتوفی ۲۶، رجب ۱۰۷۶ھ)..... اور سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ (المتوفی ۱۱۱۸ھ) جیسے سلاطین کا تھا، جو اسلامی سیاست وشوکت کا تحفظ کیئے ہوئے تھے۔

اور یہ تاریخ کی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اسلام کی اشاعت اور حفاظت کا فریضہ سرانجام دینے والے یہ دونوں طبقے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

فتنہ ترک تقلید.....اور.....مجدد الف ثانیؒ!

دسویں صدی ہجری کے آخر میں برصغیر کے اندر ایک عظیم حادثہ رونما ہوگیا۔ جس نے مسلمانوں کی نظریاتی بنیادیں متزلزل کر کے رکھ دیں۔ سلطان ہمایوں کے بعد اس کا بیٹا جلال الدین اکبر (المتوفی جمادی الاول ۱۰۱۴ھ) تخت نشین ہوا تو بدقسمتی سے اسے ملا مبارک اور اس کے بیٹوں، ملا ابوالفضل اور ملا فیضی جیسے دشمنان تقلید کی مشاورت میسر آ گئی۔ جنہوں نے اکبر کو حنفی تقلید سے نکال کر مجتہد بنا ڈالا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اکبر نے اسلام کے مقابل دین الٰہی کے نام سے ایک نئے دین کی بنیاد رکھ دی، جس کا کلمہ تھا۔

لا الہ الا اللہ اکبر خلیفۃ اللہ

جس میں روزہ، زکوٰۃ جیسی عبادات پر پابندی تھی، اور یہ ترک تقلید کا پہلا خوفناک حملہ تھا۔ جس نے برصغیر کے مسلمانوں کی ملی و اسلامی وحدت پارہ پارہ کر کے رکھ دی۔ گیارہویں صدی میں اکبر کا جانشین سلطان جہانگیر دین اکبری کا ترجمان بنا تو حضرت شیخ احمد سرہندیؒ کی کاوشوں سے وہ دین اکبری سے تائب ہو کر حضرت مجددؒ کے دامن سے وابستہ ہوگیا، اور اکبر کا غیر مقلدانہ دین اس کے اپنے بیٹے کے ہاتھوں دم توڑ گیا۔ شیخ احمد سرہندیؒ کی انہی خدمات کی بناء پر انہیں بالاتفاق مجدد الف ثانیؒ یعنی دوسرے ہزار سال کا مجدد تسلیم کیا گیا ہے۔

﴿ بارھویں صدی ہجری ﴾

علماء..........و..........سلاطین

بارہویں صدی ہجری میں ایک طرف..... ❁ شاہ کلیم اللہ دہلوی (ولادت ۲۴، جمادی الثانی ۱۰۶۰ھ، وفات ۲۴، ربیع الاول ۱۱۴۲ھ)...... ❁ خواجہ نور محمد مہاروی (المتوفی ۱۲۰۵ھ)..... ❁ شیخ احمد صدیقی امیٹھوی المعروف ملاجیون (المتوفی ۹، ذیقعدہ ۱۱۳۰ھ)..... ❁ شاہ عبدالرحیم دہلوی (المتوفی ۱۲، صفر ۱۱۳۱ھ)..... ❁ امام شاہ ولی اللہ دہلوی

(المتوفی ۱۱۷۶ھ)..... ❁ مرزا مظہر جان جاناں شہید (المتوفی ۱۱۹۵ھ)..... ❁ قاضی محبّ اللہ بہاری، صاحب مسلم الثبوت (المتوفی ۱۱۱۹ھ)..... ❁ اور شیخ محمد ہاشم سندھی (المتوفی ۱۱۷۴ھ)..... ❁ شیخ نظام الدین اورنگ آبادی (المتوفی ۱۲، ذیقعدہ ۱۱۴۲ھ) ..... ❁ شاہ فخر الدین دہلوی (المتوفی ۲۷، جمادی الثانی ۱۱۹۹ھ)..... ❁ شیخ محمد عابد سندھی (المتوفی ۱۱۶۰ھ)...... ❁ شاہ اہل اللہ دہلوی (المتوفی ۱۱۸۷ھ) رحمہم اللہ تعالیٰ جیسے اہل حدیث وصوفیاء اشاعت اسلام کے لئے سرگرم عمل تھے۔

جو سارے کے سارے اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

لیکن دوسری طرف بدقسمتی سے سلطان عالمگیرؒ کے بعد اقتدار دہلی خانہ جنگی کی نذر ہو کر رہ گیا۔ جس سے اسلام کی سیاسی قوت کے لئے خطرات پیدا ہو گئے۔

(نوٹ) اس کی تفصیلات اور تیرہویں و چودہویں صدی ہجری کے علماء اسلام و مجاہدین حریت کا تذکرہ اگلے مقالہ میں ملاحظہ فرمائیے۔ شکریہ

غیر مقلدین کا اعتراف حقیقت!

مذکورہ ناقابل تردید حقائق اس بات کا واضح ثبوت ہیں کہ پانچویں صدی میں حضرت علی ہجویریؒ اور سلطان محمود غزنویؒ کی آمد سے لے کر ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک برصغیر کے اندر علمی، تبلیغی حکومتی اور جہادی تمام شعبوں میں خدمات صرف اہل سنت والجماعت احناف نے سرانجام دیں۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالیؒ کا اعتراف حقیقت

چنانچہ اس حقیقت کا برملا اعتراف کرتے ہوئے نواب صدیق حسنؒ خان فرماتے ہیں کہ

> خلاصہ حال ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ ہے کہ جب سے یہاں اسلام آیا ہے چونکہ اکثر لوگ بادشاہوں کے طریقہ اور مذہب کو پسند کرتے ہیں، اس وقت سے لیکر آج تک یہ لوگ حنفی مذہب پر قائم رہے اور ہیں۔ اور اسی مذہب کے عالم

اور فاضل اور قاضی اور مفتی اور حاکم ہوتے رہے.........(ترجمان وہابیہ ص ۱۰)

یعنی ہندوستان میں اسلام آیا بھی حنفیوں کے ذریعہ اور علم و جہاد کے شعبوں میں ہمیشہ خدمات بھی حنفیوں نے سرانجام دیں۔حکمرانی بھی حنفیوں نے کی ،اور عوام بھی ہمیشہ حنفی مذہب پر قائم رہے۔دوسرے مقام پر نواب صاحب فرماتے ہیں کہ

اہل حدیث تیرہ سو برس سے چلے آتے ہیں۔ان میں سے کسی نے ملک میں جھنڈا اس جہاد اصطلاحی حال کا کھڑا نہ کیا،اور نہ کوئی ان میں حاکم یا بادشاہ کسی ملک کا بنا،اکثر بلکہ سب کے سب زاہد،تارک دنیا تھے................(ایضاً ۲۱)

یعنی اہل حدیث اگر کہیں موجود بھی تھے تو حجرہ نشین قسم کے لوگ تھے،ان کا جہاد اور حکومت سے کیا واسطہ؟ انہوں نے تو کبھی دعوتی و تبلیغی فریضہ بھی سرانجام نہیں دیا، بلکہ ہمیشہ گوشہ نشینی کی زندگی بسر کی۔غالباً یہی وجہ ہے کہ تاریخ کے کسی ورق میں ان پردہ نشینوں کا تذکرہ نہیں ملتا۔

بانی علی گڑھ یونیورسٹی سر سید احمد خان کا اعتراف حقیقت

برصغیر کے ایک اور مشہور غیر مقلد نیچری مفکر سر سید احمد خان فرماتے ہیں کہ

(برصغیر کے بعض مذہبی طبقات کا ذکر کر کے) یہ تمام سلسلے جن کا اوپر مذکور ہوا مذہب اہل سنت والجماعت کے مطابق حنفی مذہب کے منتخب ہونے چاہییں۔ کیونکہ تمام اہل ہند سنی حنفی مذہب رکھتے ہیں.....(مکتوبات سر سید ج ۲ص ۳۸۰)

گویا سر سید احمد خان جیسا غیر مقلد اور جدت پسند اسکالر بھی یہ حقیقت تسلیم کرتا ہے کہ برصغیر کے تمام مسلمان سنی، حنفی مذہب سے تعلق رکھتے ہیں۔

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی کا اعتراف حقیقت!

مولانا میر محمد ابراہیم سیالکوٹی مرحوم، غیر مقلدین کے طبقہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں۔ اور علمی اعتبار سے اس طبقہ کے اندر اتھارٹی کے مقام پر فائز ہیں۔انہوں نے تاریخ اہل حدیث کے نام سے ایک کتاب تالیف فرمائی ہے۔جس کے تیسرے حصہ میں فرماتے ہیں کہ

اس حصہ کتاب کو ہم ان ارباب فضیلت کے ذکر سے زیب دیتے ہیں جن کی علمی یا عملی مساعی کی برکت سے ملک ہندو پنجاب میں علم و عمل بالحدیث کی بنیاد پڑی،

اور اشاعت ہوئی..........................(تاریخ اہل حدیث ص ۳۸۷)

اور ہندوستان کے اندر علم وعمل بالحدیث کی بنیاد ڈالنے والے اور اس کی اشاعت کرنے والے جن ارباب فضیلت کا انہوں نے تذکرہ کیا ہے وہ درج ذیل ہیں۔

شیخ رضی الدین حسن لاہوریؒ .....شیخ علی متقی جونپوریؒ.....شیخ محمد طاہر گجراتیؒ ......شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ .....امام ربانی مجدد الف ثانیؒ ......شیخ نورالحقؒ بن شیخ عبدالحق دہلویؒ(ولادت ۹۸۳ھ، وفات ۱۰۷۳ھ)......سید مبارک محدث بلگرامیؒ .....شیخ نورالدین بن محمد صالح احمدآبادیؒ (ولادت ۱۰۶۴ھ، وفات ۱۱۵۵ھ)......علامہ میر عبدالجلیل بلگرامیؒ (ولادت ۱۳، شوال ۱۰۷۱ھ، وفات ۲۳، ربیع الآخر ۱۱۳۸ھ).....حاجی محمد افضل سیالکوٹیؒ (المتوفی ۱۱۴۰ھ).....حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ.....شاہ ولی اللہ محدثؒ دہلویؒ....شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ.....شاہ رفیع الدین محدث دہلویؒ.....شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ.....شاہ محمد اسماعیل شہیدؒ...استاذ الآفاق حضرت شاہ محمد اسحاق محدث دہلویؒ....شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین دہلویؒ....اور استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیرآبادیؒ۔

تاریخ برصغیر سے معمولی واقفیت رکھنے والا شخص بھی جانتا ہے کہ اس مذکورہ لسٹ میں صرف آخر الذکر دو حضرات غیر مقلد ہیں۔ باقی تمام کے تمام حضرات اہل سنت والجماعت حنفی ہیں۔

غیر مقلدیت ایک نومولود مکتب فکر

نواب صاحبؒ اور میر محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ وغیرہ کا مذکورہ اعتراف حقیقت اس بات کی واضح دلیل ہے کہ برصغیر میں حنفیت صدیوں سے موجود ہے، اور غیر مقلدیت کا وجود ۱۸۵۷ء تک کسی دینی وسیاسی شعبہ کے حوالہ سے کہیں نظر نہیں آتا۔لیکن بدقسمتی سے اس کے بعد انگریزوں نے ہندوستان کے اندر ایک ایسے مکتب فکر کی بنیاد رکھ دی ،جس کا اسلامی تاریخ کے اندر کہیں کوئی نشان نظر نہیں آتا اور نہ ہندوستان سے باہر کی دنیا میں اسکا کوئی وجود ملتا ہے۔جس نے نہ صرف انتشار وتفریق کا بازار گرم کر کے مسلمانان ہند کی

صدیوں کی وحدت پارہ پارہ کر کے رکھ دی...... بلکہ ترک تقلید کا نظریہ دے کر اور اسلاف امت کے خلاف بدگمانی و بداعتمادی پیدا کر کے دینی علوم وشعور سے محروم لوگوں کے لئے آزاد خیالی کے دروازے کھول دیئے جس کے نتیجہ میں برصغیر کے اندر مذہبی فتنے برساتی مینڈکوں کی طرح پیدا ہونے لگے۔ نواب صدیق حسن خان مرحوم اس فرقہ کی نفسیات کی حقیقت پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اس زمانہ میں ایک شہرت پسند اور ریا کار فرقہ نے جنم لیا ہے جو ہر قسم کی خامیوں اور نقائص کے باوجود قرآن وحدیث کے علم اور ان پر عامل ہونے کا دعویٰ دار ہے...........................(الحطہ فی ذکر صحاح الستہ .....ص ۱۵۲)

غیر مقلدین کے پیشوا مولانا عبدالجبار غزنویؒ اس فرقہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

ہمارے اس زمانے میں ایک فرقہ نیا کھڑا ہوا ہے جو اتباع حدیث کا دعویٰ رکھتا ہے۔ درحقیقت وہ لوگ اتباع حدیث سے دور ہیں.......................... ....(فتاویٰ علماء حدیث ج ۴...ص ۷۹)

مشہور غیر مقلد عالم مولانا محمد شاہجہانؒ پوری اس فرقہ کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ

کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں کہ جس سے لوگ بالکل نا آشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ ونادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے، بلکہ ان کا نام بھی ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے۔ اپنے آپ کو تو وہ اہل حدیث یا محمدی یا مؤحد کہتے ہیں لیکن مخالف فریق میں ان کا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے...........................(الارشاد الی سبیل الرشاد.....ص ۱۳)

یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۳۱۹ھ میں شائع ہوئی۔ اندازہ فرمایئے کہ مولانا شاہ جہانپوریؒ اپنے مکتب فکر کے بارہ میں دو چیزوں کی وضاحت فرمارہے ہیں...... پہلی یہ کہ چودھویں صدی کے دوسرے عشرہ کے اختتام تک بھی مذہب غیر مقلدیت اتنا قلیل وجدید تھا کہ اس کے اپنانے والے بھی خود کو غیر مانوس محسوس کرتے تھے...... اور دوسری یہ کہ چودھویں

صدی سے قبل بھی اس مذہب کا یقینی ثبوت ناپید ہے، اگر بفرض محال کہیں تھا بھی تو شاذ ونادر ہی تھا......اور پھر اس مذہب کے نومولود ہونے کا ایک بین ثبوت یہ بھی ہے کہ تیرہویں صدی کے آخر میں اسے اپنانے والوں کے تمام اساتذہ ومشائخ اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔ مثلاً

(۱) مولوی عبدالحق بنارسی (غیر مقلد) کے اساتذہ میں شاہ اسماعیل شہیدؒ اور مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ وغیرہ حضرات کا نام لیا جاتا ہے، اور وہ حنفی مذہب رکھتے تھے۔

(۲) نواب صدیق حسن خان بھوپالی مرحوم (غیر مقلد)، حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ سے بیعت تھے، اور وہ حنفی تھے۔ اور نواب صدیق حسن خان مرحوم کے والد مولانا سید اولاد حسین قنوجیؒ حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ تھے۔ (بحوالہ موج کوثر ص ۳۷) اور سید احمد شہیدؒ کی حنفیت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

(۳) مولانا سید میاں نذیر حسین دہلویؒ (غیر مقلد) کے اساتذہ میں شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کا نام لیا جاتا ہے، اور وہ بھی حنفی تھے۔

(۴) مولانا محمد عبداللہ غزنویؒ (غیر مقلد) ملا حبیب اللہ قندھاریؒ کے شاگرد ومرید تھے اور وہ بھی حنفی تھے۔

(۵) نواب وحید الزماں خان (غیر مقلد)، مولانا سلامت اللہ کانپوریؒ اور مولانا عبدالحئی فرنگی محلی کے شاگرد اور مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادیؒ کے مرید تھے، اور یہ سب حضرات بھی حنفی تھے۔

غرضیکہ غیر مقلدین کا انتہائی سلسلہ اپنے انہی پانچ بزرگوں تک پہنچتا ہے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس فرقہ اور مذہب کی تاریخ کتنی مختصر ہے۔ لیکن اتنی مختصر تاریخ میں بھی یہ فرقہ نیچریت، قادیانیت، خاکساریت، چکڑالویت، مودودیت، بریلویت اور مماتیت جیسے بیسیوں فتنوں کو جنم دیکر عالمی ریکارڈ قائم کرچکا ہے۔

مذہب غیر مقلدیت کا بانی!

اس مقام پر اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اس فرقہ کی بنیاد کب رکھی گئی، اور رکھنے والا کون تھا؟ مولانا میاں نذیر حسین دہلویؒ کے استاذ و خسر مولانا عبدالخالقؒ صاحب فرماتے ہیں کہ

> سو بانی مبانی اس فرقہ نواحداث (غیر مقلدین) کا عبدالحق ہے جو چند روز سے بنارس میں رہتا ہے، اور حضرت امیر المؤمنین (سید احمد شہیدؒ) نے ایسی ہی حرکات ناشائستہ کے باعث اپنی جماعت سے اس کو نکال دیا۔ اور علماء حرمین معظمین نے اس کے قتل کا فتویٰ لکھا تھا۔ مگر کسی طرح بھاگ کر وہاں سے بچ نکلا ....
> ....(تنبیہ الضالین ص ۲۷)

یعنی اس مذہب کا بانی وہ شخص ہے جو جہادی تحریک میں شامل ہو کر سرزمین حرم میں بھی اپنی فرقہ وارانہ شرارتوں سے باز نہ آیا، حتیٰ کہ علماء حرمین نے اسے واجب القتل قرار دیا، اور امیر المؤمنین نے اسے اپنی جہادی تحریک سے الگ کر دیا۔ چنانچہ متعصب غیر مقلد مؤرخ جناب محمد اسحاق بھٹی بھی یہ تسلیم کرتے ہیں کہ

> عبدالحق بنارسی کو پہلی دفعہ حج کے موقع پر بعض فقہی مسائل میں بے جا بحث و شدت اختیار کرنے کی بناء پر حکومت سعودیہ نے گرفتار کیا، اور بعد میں رہا کر دیا گیا، دوسری مرتبہ وہ سید احمد شہیدؒ کے قافلہ جہاد کے ساتھ حج پر گیا تو پھر وہی بحثیں شروع کر دیں، لیکن اس دفعہ وہاں سے بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا.........
> ....(فقہاء ہند ج ۹ ص ۴۰)

غور فرمایئے کہ وہ شخص فطری طور پر اتنا انتشار پسند اور بیمار ذہن کا مالک تھا کہ اس نے اپنی شرارتوں کے لئے نہ حج جیسی عبادت کا تقدس ملحوظ رکھا، نہ حرمین الشریفین کی حرمت کا لحاظ کیا، اور نہ جہاد جیسے اسلامی فریضہ کو معاف کیا، اور پھر بالآخر اس نے اپنی اسی فطرت سے مجبور ہو کر ایک نئے مکتب فکر کی بنیاد رکھ ہی دی۔ یعنی

پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

کیا خاندان ولی اللہی غیر مقلد تھا؟

بعض غیر مقلدین یہ پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کا خاندان غیر مقلد تھا، حالانکہ ان کا حنفی المذہب ہونا ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ جیسا کہ نواب صدیق حسن خانؒ اتحاف النبلاء ص ۲۹۷ اور الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص ۷۱ میں اور مولانا محمد اسماعیل سلفی غیر مقلد مسئلہ حیاۃ النبی ص ۱۱ میں فرماتے ہیں کہ شاہ ولی اللہؒ اور ان کا سارا خاندان حنفی تھا..... نیز مولانا رشید احمد گنگوہیؒ فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۲۴ میں مولانا اشرف علی تھانویؒ ارواح ثلاثہ ص ۹۷ میں اور مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتیؒ کشف الحجاب ص ۲۴ میں فرماتے ہیں کہ شاہ محمد اسماعیلؒ شہید حنفی تھے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ غیر مقلدین کا پروپیگنڈہ سراسر خلاف حقیقت ہے۔

غیر مقلدین کا طرز عمل....اور....سنی مسلمانوں کے لئے لمحہ فکریہ

(۱) ہم نا قابل تردید دلائل وحقائق اور حوالہ جات کے ساتھ ثابت کر چکے ہیں کہ ہندوستان کے اندر اسلام لانے، اسلام کی اشاعت کرنے، اسلام کی حفاظت کرنے، اور اسلامی حکومت قائم کرنے والے تمام مشائخ وسلاطین فقہ حنفی کے مقلد تھے، جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ تقلید شرک ہے، تو کیا یہ تمام اکابرین اہل سنت والجماعت حنفی مشرک تھے؟..العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۲) یہ تمام اکابرین، فقہ حنفی کو قرآن وسنت کے مطابق قرار دیتے ہوئے اس پر عمل کرتے تھے جبکہ غیر مقلدین فقہ حنفی کو قرآن وسنت کے مخالف قرار دیتے ہوئے اس کے مسائل پر عمل کرنے کو بدعت کہتے ہیں، تو کیا یہ اکابرین اہل سنت والجماعت حنفی منکر قرآن وسنت اور بدعتی تھے؟..العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(۳) یہ تمام اکابرین، فقہ حنفی کے مطابق نمازیں ادا کرتے تھے، جبکہ غیر مقلدین کہتے ہیں کہ فقہ حنفی کے مطابق نماز پڑھنے والے بے نماز ہیں، تو کیا یہ تمام اکابرین اہل سنت والجماعت حنفی نماز پڑھنے کے باوجود بھی بے نماز تھے؟..............العیاذ باللہ تعالیٰ۔

سنی مسلمانو

غور کرو کہ غیر مقلدین تمہارے تمام مذکورہ اکابرین اہل سنت کو مشرک، بدعتی، مخالف قرآن وسنت، بدعقیدہ اور بے نماز ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے سنی مسلمانو!
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں



تیسرا مقالہ

علماءِ دیوبند کا تاریخ ساز کردار
افکار وخدمات کے آئینہ میں

تحریک دیو بند......کے......تدریجی مراحل

(۹۷۵ھ.........تا........۱۴۲۵ھ)

برادران اہل السنّت والجماعت!

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ دیو بندیت کوئی ایسا جدید فرقہ نہیں، جو محض وقتی مقاصد کے حصول کے لئے غیر نظریاتی بنیادوں پر معرض وجود میں آ گیا ہو۔ بلکہ وہ اہل سنت والجماعت کے متواتر ومتوارث نظریاتی سلسلہ کی ایک مربوط کڑی ہے جس نے برصغیر پاک وہند میں مذہب اہل سنت کے مسلمہ اصول وقواعد کی پابندی کرتے ہوئے افراط وتفریط سے پاک مسلک اعتدال کی اشاعت کی ہے۔ چنانچہ حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم سے کسی نے پوچھا کہ کیا دیو بندی کوئی نیا فرقہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ

نہیں، بلکہ ہر اصول پسند دیندار کا نام دیو بندی ہے۔

علمی وتحقیقی اعتبار سے جماعت دیو بند نے حضرت مجدد الف ثانیؒ اور امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی تعلیمات وتحقیقات سے اپنی وابستگی قائم رکھی ہے۔ انہی مجددی وولی اللہی نسبتوں کے حوالہ سے اسلاف دیو بند کی فکری وعملی کاوشوں کا یہ سلسلہ (۹۷۵ھ تا ۱۴۲۵ھ) تقریباً ساڑھے چار سو سال پر محیط ہے۔ اور اس مدت میں جماعت دیو بند کو یہ فخر حاصل ہے کہ اس کی قیادت ہر دور میں مجددین وقت اور انکے تربیت یافتہ افراد کے ہاتھ میں رہی ہے۔ جماعت دیو بند اب تک سات ادوار سے گزر چکی ہے۔ اور اب آٹھویں دور سے گزر رہی ہے۔

﴿پہلا دور﴾ قیادت حضرت مجدد الف ثانیؒ

پہلے دور میں جماعت دیو بند کی قیادت امام ربانی حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی۔ جو بیک وقت چھ محاذوں پر سرگرم عمل رہے..... ❁ ایک

طرف وہ ارباب اقتدار کی مذہبی بے راہ روی کے خلاف علم بغاوت بلند کئے ہوئے تھے ..... تو دوسری طرف ان پیشہ ور پیروں کے خلاف نبرد آزما تھے جنہوں نے مسلمانوں کے خانقاہی نظام کو بدعات ورسومات کی بھینٹ چڑھا کر تربیت واصلاح کے دروازے بند کرر کھے تھے .... تیسری طرف وہ روافض کی تبرائی تحریک کے سامنے آہنی دیوار بن کر تحفظ ناموس صحابہؓ واہل بیتؓ کا فریضہ سرانجام دے رہے تھے .... تو چوتھی طرف دینی وسماجی رسومات کی بیخ کنی کر کے سنت نبویﷺ کا پرچار کر رہے تھے ..... پانچویں طرف وہ علماء سوء کے مفاد پرستانہ طرز عمل پر انہیں جھنجھوڑ رہے تھے ..... تو چھٹی طرف امراء سلطنت کی فکری وباطنی تربیت کا انتظام کر کے تبدیلی نظام کی راہیں ہموار کر رہے تھے۔

دوسرا دور — قیادت حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ

دوسرے دور میں اس جماعت حقہ کی قیادت حضرت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی، جو بارہویں صدی ہجری کے بالاتفاق مجدد تسلیم کئے گئے۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ مسلمانان برصغیر کے سیاسی استحکام کے علاوہ مذہبی ومعاشرتی رسومات کے خلاف قلمی ولسانی جہاد میں مصروف رہے۔ انہوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں عصری تقاضوں کے مطابق ریاستی نظام کا ایسا جامع ڈھانچہ فراہم کیا کہ اگر اسے عملی صورت دیدی جائے تو سیاسی و مذہبی اور معاشی ومعاشرتی اعتبار سے مسلمان ایک مستحکم قوم کی حیثیت اختیار کر سکتے ہیں۔ رافضیت کی صحابہؓ دشمن تبرائی تحریک کے خلاف بھی شاہ ولی اللہؒ کی خدمات ناقابل فراموش ہیں۔ حتیٰ کہ تحفظ ناموس صحابہؓ اور تالیف ''**ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء**'' کے جرم میں ان کو مختلف مصائب میں مبتلا رکھا گیا۔ اسی جرم میں نامور عالم وصوفی حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کو ۱۱۹۵ھ میں مسجد کے اندر شہید کر دیا گیا۔

شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کی خدمات!

شاہ ولی اللہؒ کے بعد انکے قابل فخر فرزند سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے ان کا مشن سنبھالا۔ جب انہوں نے تبرائیوں کے جواب میں ''تحفہ اثنا

عشریہ'' تالیف فرمائی تو ان پر بھی مصائب وآلام کے پہاڑ توڑے گئے، یہاں تک کہ سرزمین دہلی ان کیلئے تنگ کردی گئی۔ لیکن شاہ صاحب نے ان مصائب سے بے پرواہ ہوکر اپنا مشن جاری رکھا۔ ۱۲۳۹ھ میں ان کی وفات ہوئی تو جماعت دیوبند کی سیاسی خدمات کا دوسرا دور بھی ختم ہوگیا۔

﴿ تیسرا دور ﴾ قیادت حضرت سید احمد شہیدؒ

تیسرے دور میں جماعت دیوبند کی قیادت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے تربیت یافتہ عظیم عسکری وروحانی رہنما حضرت سید احمد شہید رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ میں تھی۔ جو بالاتفاق تیرہویں صدی ہجری کے مجدد تسلیم کئے گئے۔ اس قیادت کیلئے ان کی رفاقت ومعیت میں ایک طرف شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پوتے اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ کے فرزند شاہ محمد اسماعیل شہید دہلویؒ تھے۔ اور دوسری طرف شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے داماد مولانا عبدالحئیؒ بڈھانویؒ تھے۔ جن سے شاہ عبدالعزیزؒ نے اپنے سامنے سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت لی۔

﴿ چوتھا دور ﴾ قیادت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

چوتھے دور میں جماعت دیوبند کی قیادت بانی دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے ہاتھ میں تھی۔ جو مولانا مملوک علی نانوتویؒ اور شاہ محمد اسحاق دہلویؒ کے واسطہ سے خاندان ولی اللہی کے ساتھ علمی وفکری اور نظریاتی ربط رکھتے تھے۔ انکے ساتھ اس قیادت میں ان کے پیرومرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور ان کے معتمد ساتھی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ بھی شامل تھے۔

﴿ پانچواں دور ﴾ قیادت حضرت شیخ الہندؒ

پانچویں دور میں اس جماعت حقہ کی قیادت مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے پہلے فرزند شیخ الہندؒ مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کے ہاتھ میں تھی۔ وہ ایک طرف دارالعلوم دیوبند کی مسند حدیث کو رونق بخشے ہوئے تھے، اور دوسری طرف مسلمانان برصغیر کی آزادی کیلئے سیاسی

تحریکوں اور عسکری قوتوں کو منظّم کرنے میں سرگرم عمل تھے۔

چھٹا دور ❁ قیادت تلامذۂ حضرت شیخ الہندؒ

چھٹے دور میں حضرت شیخ الہند کی وفات کے بعد اس طائفہ منصورہ کی قیادت حضرت شیخ الہندؒ کے ہونہار تلامذہ نے سنبھال لی اور مختلف شعبوں میں مجددانہ خدمات سرانجام دیتے ہوئے اہل حق کی اصلاح اور راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی، شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی، محدث العصر حضرت علامہ سید محمد انور شاہ کاشمیری، امام انقلاب حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، فقیہ الہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس کاندھلوی، شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی اور شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمہم اللہ تعالیٰ نے حضرت شیخ الہند کے مجددانہ مشن کو جس مجددانہ انداز میں پایہ تکمیل تک پہنچایا، اس کے اثرات عالم اسلام کے گوشہ گوشہ میں بخوبی دیکھے جاسکتے ہیں۔

ساتواں دور ❁ فتنوں کا ظہور

ساتویں دور میں جماعت دیوبند کی قیادت حضرت شیخ الہندؒ کے بالواسطہ شاگردوں (یعنی حضرت مدنی ؒ ، علامہ کاشمیریؒ، علامہ عثمانیؒ، مفتی کفایت اللہ دہلویؒ اور امام لاہوریؒ وغیرہم کے تلامذہ) کے سپرد تھی۔ لیکن بدقسمتی سے اس دور کے اندر جماعت دیوبند میں بعض ایسے فتنے ظہور پذیر ہوئے جنہوں نے تفسیر بالرائے اور تحقیق جدید کے شوق میں جماعت دیوبند کے بعض اجماعی واتفاقی افکار سے بغاوت کردی۔ اور ایسے عقائد کی بنیاد رکھ دی جن کا فکر دیوبند میں دور دور تک نشان نظر نہیں آتا۔ یہ دور ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد شروع ہوا۔ اس دور میں محدث کبیر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری ..... حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب (مہتمم دارالعلوم دیوبند) ..... فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسن (صدر مفتی دارالعلوم دیوبند) ..... فخر المحدثین حضرت مولانا خیر محمد جالندھری ..... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع

دیوبندی.....حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی.....مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمود.....ضیغم اسلام حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی....محدث کبیر حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی.....شمس العلماء حضرت مولانا علامہ شمس الحق افغانی....شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق اکوڑہ خٹک....ترجمان تھانویؒ، حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانی .....شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا مفتی فخر الدین.....قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسینؒ رحمہم اللہ تعالیٰ....اور امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ جیسے اکابر علماء دیوبند نے اپنے اکابر واسلاف کے اجماعی مسلک اور فکر کے تحفظ کا بھرپور فریضہ سرانجام دیا۔اور حقیقت یہ ہے کہ انہی اکابر علماء نے تحقیق مسلک دیوبند کا حق ادا کیا ہے۔اس کے بعد اگر کوئی ان کی اجماعی تحقیق سے ہٹ کر کوئی مؤقف اختیار کرتا ہے تو وہ کم از کم مسلک دیوبند پر کاربند نہیں ہے۔

آٹھواں دور فتنوں کا عروج

جماعت دیوبند کا آٹھواں دور اس لحاظ سے انتہائی اذیت ناک وکربناک ہے کہ اس دور میں مختلف انتشار پسند قوتوں کو انتہائی غیر محسوس طریقہ سے اہل حق کی اس مقدس جماعت کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر کے نت نئے فتنوں کو فروغ وترقی دینے اور انتہائی خفیہ طریقہ سے اپنے افراد کو تقیہ کے لبادہ میں مدارس دیوبند کے اہم مناصب تک پہنچانے کا موقع مل گیا۔جس کی وجہ سے مدارس کے اندر طلباء کی وہ فکری ومسلکی تربیت باقی نہ رہی، جو ہمارے اکابر واسلاف کا شیوہ اور دارالعلوم دیوبند کا بنیادی مقصد رہی ہے۔جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ہمارے مدارس کے بعض فارغ التحصیل علماء ہی مختلف فتنوں کی نشوونما کا ذریعہ بننے لگے۔

خدمات علماء دیوبند

جماعت دیوبند کی خدمات کو چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

(۱) جماعت دیوبند کی سیاسی خدمات۔

(۲) جماعت دیوبند کی علمی خدمات۔

(۳) جماعت دیوبند کی روحانی خدمات۔

(۴) جماعت دیوبند کی فکری ونظریاتی خدمات۔

1 جماعت دیوبند........کی.......سیاسی خدمات

یہ خدمات دس بڑے مراحل سے گزریں۔

پہلا مرحلہ اکبر کا دین الٰہی اور مجدد الف ثانیؒ

سلطان جلال الدین اکبر سلطنت مغلیہ کا ایک عظیم تاجدار تھا۔لیکن بدقسمتی سے سفید ان پڑھ ہونے کی وجہ سے وہ چند غیر مقلدین کے ہتھے چڑھ گیا۔جنہوں نے اسے دین سے اس قدر دور کردیا کہ وہ ایک نئے مذہب کا بانی بن گیا۔ ملا مبارک اوراسکے بیٹے ملا ابوالفضل اور ملا فیضی اپنے زمانہ کے اس قدر غالی غیر مقلد تھے کہ فقہاء کرامؒ کو تمسخرانہ انداز والفاظ سے مخاطب کرکے ان کا مذاق اڑاتے ۔جب ان کے سامنے کسی فقیہ کا قول پیش کیا جاتا تو وہ اسے نائی ،موچی ،جولاہا کہہ کر مسترد کردیتے ۔ان تینوں باپ بیٹوں کو دربار اکبری میں بڑی اہمیت حاصل تھی ۔انہوں نے اپنے درباری اثرورسوخ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے سلطان جلال الدین اکبر کو مسند اجتہاد پر بٹھادیا۔اوررفتہ رفتہ پورے دین اسلام کا حلیہ بگاڑدیا۔کلمہ اسلام تبدیل کرکے اس کی جگہ

لاالہ الااللہ اکبر خلیفۃ اللہ

کا کلمہ رائج کردیا۔اسلامی عبادات پر پابندی عائد کردی۔اوراکبر کو وحدت ادیان کا تصور دیکر مختلف مذاہب کی مختلف رسومات اکٹھی کرکے دین الٰہی کے نام سے ایک نیا دین (معجون) تیار کرلیا۔اس دین کے خلاف جس نے بھی آواز اٹھائی اسے یا تو نظر بند کردیا گیا اور یا جلاوطن وقتل کردیا گیا۔

مجدد الف ثانیؒ کی مجددانہ خدمات

اکبر کے بعد اس کا بیٹا سلطان جہانگیر تخت نشین ہوا تو وہ نظریاتی طور پر اپنے باپ کے دین ہی کا جانشین تھا۔اور بدقسمتی سے جب ایران کی نور جہاں (جو رافضی مذہب رکھتی تھی)

جہانگیر کے نکاح میں آئی تو ہندوستان کے اندر رافضیت کو بھی فروغ ملنے لگا۔اسی دوران حضرت مجدد الف ثانی، شیخ احمد سرہندی رحمتہ اللہ علیہ نے اکبر کے دین الٰہی کے خلاف اپنی خفیہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔انہوں نے پبلک میں اس کے خلاف تحریک چلانے کی بجائے حکومتی مشینری کے اعلیٰ عہدیداران اور افسران کی تربیت کرنا شروع کی۔اور رفتہ رفتہ حکومتی مشینری کا ایک معقول اور بااثر حلقہ اپنے ساتھ ملالیا۔یہاں تک کہ جہانگیر کا بیٹا شاہ جہان بھی حضرت مجددؒ کے حلقہ ارادت میں شامل ہوگیا۔جہانگیر کو جب حضرت مجدد کی ان سرگرمیوں کا علم ہوا تو اس نے حضرت مجددؒ کو ایک سال تک گوالیار کے قلعہ میں اور ایک سال تک فوجی بیرکوں میں نظر بند رکھا۔حضرت مجددؒ نے اس نظر بندی کے دوران بھی اپنا مشن جاری رکھا، جس کی بناء پر حضرت مجددؒ کے بے باک اور بے داغ کردار کی بناء پر فوج کے بعض مزید اعلیٰ افسران حضرت مجددؒ کے حلقہ میں شامل ہوگئے۔جہانگیر کو یہ اطلاعات ملتی رہیں اور وہ حضرت مجددؒ کے جرأت مندانہ کردار سے اس قدر متأثر ہوا کہ خود حضرت مجددؒ کے حلقہ میں شامل ہوگیا۔اور پھر اکبر کا دین الٰہی دم توڑتا چلا گیا۔حضرت مجددؒ کی تعلیم وتربیت کے اثرات جہانگیر پر چھاتے چلے گئے۔یہاں تک کہ آج جس عدل جہانگیری کے چرچے ہماری تاریخ کی کتابوں میں ملتے ہیں، وہ سب حضرت مجددؒ کی تعلیم وتربیت ہی کا اثر ہیں۔۱۰۳۴ھ میں حضرت مجددؒ اس دار فانی سے کوچ کر گئے، لیکن ان کی تیار کردہ ٹیم نے تقریباً ایک صدی تک انکا مشن جاری رکھا۔

فتاویٰ عالمگیری!

چنانچہ......اکبر کے ’’دین الٰہی‘‘ کا خاتمہ......جہانگیرؒ کا عدل.....شاہ جہانؒ کی اسلام پسندی .....اور اورنگزیب عالمگیرؒ کی سادگی و رعایا پروری ......حضرت مجددؒ کی مجددانہ خدمات ہی کی مرہون منت ہے۔حضرت مجددؒ اور ان کے خلفاء وتلامذہ کی تعلیم وتربیت ہی کا اثر تھا کہ سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ نے فقہ حنفی کی روشنی میں ایک قانونی دستاویز تیار کروائی جسے اس وقت کے پانچ سو جید علماء نے مرتب کیا۔حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے

والد حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ بھی ان میں شامل تھے۔ اسے ''فتاویٰ الھندیہ'' کا نام دیا گیا، جو عوام میں ''فتاویٰ عالمگیری'' کے نام سے معروف ہے۔ اور گیارہویں صدی کا ایک عظیم کارنامہ ہے۔

دوسرا مرحلہ مغل اقتدار کا زوال اور شاہ ولی اللہ دہلویؒ

دوسرے مرحلہ میں اس طائفہ منصورہ کی قیادت امام شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کے ہاتھ میں تھی جو بارہویں صدی کے بالاتفاق مجدد تسلیم کیے گئے۔ اس وقت مغل اقتدار شہزادوں کی حصول اقتدار کی باہمی رقابت کی وجہ سے انتہائی کمزور اور غیر مستحکم ہو چکا تھا۔

احمد شاہ ابدالیؒ پانی پت میں!

اقتدار دہلی کے کمزور ہونے کے بعد برصغیر کے اندر مسلمانوں کا آٹھ سو سالہ اقتدار خطرات میں پڑ گیا جس پر آخری ضرب لگانے کیلئے پورے ہندوستان کے مرہٹے جمع ہونا شروع ہو گئے۔ اور ان کا تین لاکھ فوج پر مشتمل لشکر مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے لگا۔ اس وقت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ اس صورتحال سے کافی پریشان ہوئے اور انہوں نے افغانستان کے شیر دل حکمران سردار احمد شاہ ابدالیؒ کو مدد کیلئے دعوت دی۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی دعوت پر سردار احمد شاہ ابدالیؒ اسی ہزار کا لشکر لیکر پانی پت کے میدان میں پہنچا۔ پانی پت کے میدان میں مرہٹوں کے ساتھ اس کا معرکہ ہوا۔ جو تاریخ کے اوراق میں پانی پت کے تیسرے معرکہ کے عنوان سے مشہور ہے، اور ۱۷۶۰ء میں لڑا گیا۔ اس معرکہ میں تقریباً دو لاکھ مرہٹے قتل ہوئے۔ اور ان کی قوت ایک طویل عرصہ تک کیلئے دم توڑ کر رہ گئی۔

اسلام کا یہ عظیم جرنیل احمد شاہ ابدالیؒ اہل سنت والجماعت حنفی تھا۔

ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد اور اسکا ہندوستان پر قبضہ

ہندوستان کے اندر مختلف ادوار میں مختلف ممالک سے مختلف تجارتی کمپنیاں داخل ہوتی رہیں۔ اور تجارت کرتی رہیں۔ سولہویں صدی عیسوی کے آغاز میں پرتگیزی، ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں تجارتی سلسلہ شروع کیا۔ سترہویں صدی عیسویں کے آغاز میں

ولندیزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں داخل ہوئی اور تجارتی سلسلہ شروع کیا۔ سترھویں صدی عیسوی کے دوسرے نصف میں فرانسیسی ایسٹ انڈیا کمپنی نے ہندوستان میں تجارتی سلسلہ شروع کیا۔ ان تمام کمپنیوں نے خود کو تجارتی حدود میں رکھا۔ لیکن سترھویں صدی عیسویں ہی کے دوسرے نصف میں انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان میں داخل ہوئی تو رفتہ رفتہ وہ تجارتی حدود سے تجاوز کرتی ہوئی عسکری طاقت کے ذریعہ ہندوستان پر اپنا سیاسی تسلط قائم کرنے لگی۔ عہد جہانگیری (۱۶۰۱ء) میں یہ برطانوی ایسٹ انڈیا کمپنی تجارت کا لبادہ اوڑھ کر ہندوستان میں داخل ہوئی اور حکومت سے ان گنت تجارتی مراعات حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ سلطان اورنگزیب عالمگیرؒ کی وفات کے بعد جب سلطنت مغلیہ زوال پذیر ہونا شروع ہوئی اور اقتدار دہلی جنگ برادران کی نذر ہوتا چلا گیا تو ہندوستان مختلف خودمختار ریاستوں میں بٹ کررہ گیا۔ اس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسٹ انڈیا کمپنی رفتہ رفتہ وہ تجارت کے لبادہ سے نکل کر عسکری اور فوجی میدان میں اترنے لگی۔

بدقسمتی کا دور

ابدالیؒ تو مرہٹوں کی قوت توڑ کر واپس چلا گیا، لیکن مغل شہزادے اپنی خرمستیوں سے باز نہ آئے، اور سلطنت ہند ٹکڑوں میں بٹ کررہ گئی۔ ادھر ''ایسٹ انڈیا کمپنی'' نے رفتہ رفتہ تجارتی حدود سے تجاوز کرتے ہوئے اپنی عسکری قوت بڑھا کر اقتدار دہلی کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ اس وقت اس کا راستہ روکنے والی صرف تین طاقتیں تھیں، جو بدقسمتی سے اپنوں کی غداری کی وجہ سے اس کا راستہ روکنے میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

(۱) بنگال! نواب سراج الدولہ شہیدؒ (جنگ پلاسی ۱۷۵۷ء)

ان میں سے پہلی طاقت بنگال کے نواب علی وردیؒ خان (المتوفی ۱۷۵۶ء) کی تھی، جو طویل عرصہ تک انگریزوں سے برسرِ پیکار رہا، اور اس کی وفات کے بعد اس کے ۲۰، سالہ نواسہ نواب سراج الدولہ شہیدؒ نے یہ محاذ سنبھالا، اور بالآخر اپنے وزیر میر جعفر (جو رافضی تھا) کی غداری کی وجہ سے (۱۱۷۰ھ، ۱۷۵۷ء میں) پلاسی کے میدان میں انگریزوں سے

شکست کھا گیا، اور اسے گرفتار کر کے چند دن بعد شہید کر دیا گیا۔

نواب سراج الدولہؒ اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

(۲) روہیل کھنڈ! حافظ رحمت خان شہیدؒ (۱۷۷۴ء)

دوسری طاقت شیر دل روہیلہ سردار حافظ رحمت خانؒ شہید کی تھی۔ جس کے مقابلہ میں انگریزوں نے سیاسی ڈپلومیسی کے ذریعہ ریاست اودھ کی رافضی حکومت کو لا کھڑا کیا۔ چنانچہ حافظ رحمت خانؒ، نواب شجاع الدولہ سے (جو کہ رافضی تھا، اور اس کی پشت پر انگریزی طاقت موجود تھی) شکست کھا کر ۱۱۸۸ھ، ۱۷۷۴ء میں جام شہادت نوش کر گیا۔ اور انگریز کے راستہ کی یہ دوسری بڑی رکاوٹ بھی دم توڑ گئی۔

حافظ رحمت خان شہیدؒ اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

(۳) میسور! سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ (۱۷۹۹ء)

ان میں سے فرنگی سامراج کے خلاف تیسری اور آخری طاقت سلطنت خداداد میسور کی تھی، جہاں سلطان حیدر علیؒ (المتوفی ۱۱۹۵ھ ۱۷۸۲ء) ایک طویل عرصہ تک انگریزوں سے برسر پیکار رہا۔ اور اس کی زندگی کا بیشتر حصہ گھوڑے کی پشت پر گزرا۔ قریب تھا کہ وہ اپنی جرأت وفراست کے ذریعہ انگریزی قوت کو بحر ہند میں غرق کر دیتا، مگر بدقسمتی سے انگریزوں نے اپنی سیاسی حکمت عملی کے ساتھ برصغیر کی چھوٹی بڑی مسلم وغیر مسلم ریاستوں کے حکمرانوں کو سیاسی سودابازی کے ذریعہ علاقائی ریاستوں کی حکمرانی اور ان میں وسعت وترقی کا لالچ دیکر اپنے متحدہ محاذ میں شامل کر لیا۔ اور ریاست حیدر آباد کے غیور ومجاہد حکمران نواب آصف الدولہ کو قاتلانہ حملہ کے ذریعہ شہید کرا کے اس کے بھائی میر نظام علی خان (جو کہ فرنگی سامراج کا زرخرید غلام تھا) کو اس کی جگہ حیدر آباد کا نواب بنوا دیا۔ جس کی وجہ سے سلطان حیدر علی انگریزوں کو برصغیر سے بے دخل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ اس کے بعد اس کے بیٹے شیر میسور سلطان فتح علی ٹیپو شہیدؒ نے یہ محاذ سنبھال لیا۔ لیکن بدقسمتی سے اپنے وزیر میر صادق (جو رافضی تھا) کی غداری کی وجہ سے ۱۲۱۳ھ، ۱۷۹۹ء میں انگریزوں کے

ہاتھوں شکست کھا گیا، اور اپنی آنے والی مسلمان نسل کے ایمان وغیرت کی سلامتی کیلئے اپنا یہ آخری پیغام چھوڑ کر جام شہادت نوش کر گیا کہ

شیر کی ایک لمحہ کی زندگی گیدڑ کی سوسالہ زندگی سے بہتر ہے۔

انگریزوں کے سیاسی اقتدار کے راستے میں یہ آخری دیوار تھی، جسے گرا کر انگریز جنرل نے ٹیپو شہیدؒ کی لاش پہ کھڑے ہو کر برملا یہ اعلان کیا تھا کہ آج ہندوستان ہمارا ہے۔

سلطان حیدر علیؒ اور سلطان ٹیپو شہیدؒ بھی اہل سنت والجماعت حنفی تھے۔

تیسرا مرحلہ — تحریک بالاکوٹ اور حضرات شہیدینؒ

تیسرے مرحلہ میں اس جماعت حقہ کی قیادت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے تربیت یافتہ عظیم عسکری وروحانی راہنما حضرت سید احمد بریلویؒ کے ہاتھ میں تھی، جو بالاتفاق تیرہویں صدی ہجری کے مجدد تسلیم کیے گئے۔ اس قیادت میں انکی رفاقت ومعیت کیلئے ایک طرف شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے پوتے اور شاہ عبدالغنی دہلویؒ کے فرزند حضرت شاہ محمد اسماعیل دہلویؒ تھے۔ اور دوسری طرف شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کے داماد مولانا عبدالحئی بڈھانویؒ تھے۔ جن سے سید احمد شہیدؒ کے ہاتھ پر بیعت حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ نے اپنی موجودگی میں لی۔ اس بیعت کی بنیاد فرنگی سامراج کی طرف سے

خلق خدا کی............حکومت بادشاہ کی............اور حکم ایسٹ انڈیا کمپنی بہادر کا

وہ اعلان تھا، جس کے ذریعہ اقتدار دہلی کو باقاعدہ طور پر اپنے تسلط میں لے لیا گیا تھا۔ اس کے جواب میں شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے یہ اعلان کیا تھا کہ

آج ہندوستان دارالحرب ہے۔

اور کسی بھی ملک کو دارالحرب قرار دینے کے بعد وہاں پر مقیم مسلمانوں کے لئے دو ہی صورتیں رہ جاتی ہیں، اگر ان کے پاس طاقت ہے تو جہاد کریں اور اگر طاقت نہیں تو کسی دوسرے ملک کی طرف ہجرت کریں۔ شاہ عبدالعزیزؒ اور ان کے رفقاء نے اپنے لئے پہلا راستہ اختیار کیا اور باقاعدہ جہاد کی تیاری شروع کردی۔

پنجاب کی خالصہ گورنمنٹ سے جہاد

اس دور میں برصغیر کے اندر دو بڑی طاقتیں برسراقتدار تھیں۔اور یہ دونوں طاقتیں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اپنی تمام توانائیاں صرف کررہی تھیں۔ان میں سے پہلی طاقت انگریزوں کی تھی جو اقتدار دہلی پر قابض تھی۔اور دوسری طاقت سکھوں کی تھی، جو دربار لاہور پر مسلط تھی۔ان کی خالصہ گورنمنٹ درہ خیبر تک پھیلی ہوئی تھی،اور مسلمانوں پر سخت ترین مظالم ڈھارہی تھی۔حضرت سید احمد شہیدؒ اور ان کے رفقاء نے پنجاب سے اپنی انقلابی جدوجہد شروع کرنے کا فیصلہ کرلیا۔چونکہ جہاد کیلئے امیر اور مرکز دونوں کی شدید ضرورت ہوتی ہے،اسلئے عسکری تقاضوں کے مطابق فوجی اور سیاسی ہیڈکوارٹر کی ضرورت کے تحت سکھوں کو انگریزوں کی نسبت کمزور دشمن سمجھتے ہوئے ان مجاہدین نے خالصہ حکومت پر چڑھائی کردی۔تاکہ انگریزوں کے خلاف ایک مضبوط انقلابی ہیڈکوارٹر بھی حاصل کیا جاسکے اور قبائلی علاقوں سے فوجی بھرتی کے ذریعہ عسکری طاقت میں اضافہ بھی کیا جاسکے۔

پشاور میں خلافت اسلامیہ کا قیام

چنانچہ اسی پروگرام کے تحت انہوں نے....نوشہرہ صدر....اکوڑہ خٹک ....چارسدہ .... اور ہزارہ وغیرہ علاقوں پر قبضہ کرکے اسلامی خلافت کی بنیاد رکھ دی، جو تقریباً تین ماہ تک قائم رہی۔یہی وہ انقلابی تحریک ہے جسے خالص اسلامی بنیادوں پر اٹھایا گیا۔اور جسے مولانا مسعود عالم ندوی ''ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک'' کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

انگریزی سازش

انگریز چونکہ اپنی انٹیلی جنس کے ذریعہ تحریک شہیدینؒ کے اصل مقاصد کو اچھی طرح سمجھتا تھا کہ اس تحریک کی نظریں اقتدار دہلی کی طرف ہیں۔لہٰذا اس نے اپنی سیاسی ڈپلومیسی کے ذریعہ تحریک شہیدینؒ کو نجدی وہابی تحریک کی طرف منسوب کرکے بدنام کرنا شروع کردیا۔حالانکہ تحریک شہیدینؒ کا نجدی تحریک کے ساتھ قطعاً کوئی تعلق نہیں تھا۔بلکہ اس

کی بنیاد شاہ ولی اللہؒ کی فکر اور شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کی تربیت پر تھی۔ اس وقت ہندوستان کے قریب تین مختلف خطوں میں تین تحریکیں سرگرم عمل تھیں۔

نجد کی وہابی تحریک

پہلی نجد کی وہابی تحریک تھی، جو بعض رسومات کے خلاف شدت پسندی اور مزارات کے انہدام کی بناء پر کافی بدنام ہو چکی تھی۔ اس کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدیؒ حنبلی المسلک تھے، لیکن ان کے مزاج کے اندر خاصی شدت پائی جاتی تھی۔ اور اسی شدت کی وجہ سے ان کے بارہ میں اس دور کے علماء کے اندر خاصی غلط فہمیاں بھی موجود تھیں۔ اور وہ کافی بدنام ہو کر رہ گئی تھی۔ اس تحریک کا اثر ۱۹۲۴ء میں ختم ہو چکا تھا، لیکن بعد میں خاندان سعودیہ نے برسر اقتدار آ کر اس کو مستحکم کیا۔ اور اس کے بارہ میں پیدا شدہ شکوک وشبہات رفع کئے۔

ایران کی صفوی تحریک

دوسری ایران کی صفوی تحریک تھی۔ جو غالیانہ رافضی نظریات کی حامل تھی۔ اسی تحریک نے ہندوستان کے اندر جہانگیر کی بیوی نور جہاں کے ذریعہ رافضیت کے بیج بوئے۔ اور ترکی کی خلافت عثمانیہ کے خلاف ہمیشہ صرف اس لئے سرگرم عمل رہی کہ وہ خلافت اہل سنت والجماعت حنفی مذہب رکھتی تھی۔

یمن کی زیدی تحریک

تیسری یمن کی زیدی تحریک تھی، جس کے بانی قاضی محمد بن علی شوکانی (المتوفی ۱۲۵۰ھ) تھے۔ جن کے بارہ میں امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی رحمتہ اللہ علیہ کا مؤقف یہ ہے کہ وہ زیدی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے۔ اور یہ بات تو پوری طرح مسلم ہے کہ وہ ائمہ اربعہؒ کی تقلید کی بندشوں سے بہر حال آزاد اور غیر مقلد تھے۔

معرکہ بالاکوٹ (۶، مئی ۱۸۳۱ء)

لیکن بدقسمتی سے یہاں بھی میر جعفر و میر صادق جیسے غدار موجود تھے، جنہوں نے فرنگی

سازش کے تحت اندرون خانہ انقلابی تحریک کے خلاف خفیہ سرگرمیاں شروع کردیں۔ بعض علاقائی خودغرض اور مفاد پرست مذہبی طبقات کی مخالفت، پشاور کے رافضی سرداران سلطان محمد خان اور یار محمد خان کی منافقانہ غداری اور فرنگی سامراج کی خفیہ سیاسی ڈپلومیسی آخر رنگ لائی۔ ایک طرف مجاہدین کو وہابیت کی طرف منسوب کرکے بدنام کرنے کی پروپیگنڈہ مشینری حرکت میں تھی، اور دوسری طرف سکھوں سے سازباز کا سلسلہ بھی جاری تھا۔ کیونکہ انگریز کسی صورت بھی اس انقلابی تحریک کا استحکام گوارا نہیں کرسکتے تھے۔ لہٰذا عین اس وقت کہ جب انقلابی تحریک کے قائدین انگریزوں پر ضرب کاری لگانے کے لئے گڑھی حبیب اللہ کے راستہ (مظفرآباد) کشمیر میں داخلہ کی منصوبہ بندی مکمل کرچکے تھے۔ بعض غداروں نے خالصہ فوج کو بالاکوٹ کے خفیہ راستوں کی نشاندہی کردی۔ انہی خفیہ راستوں سے راجہ رنجیت سنگھ کا بیٹا شیر سنگھ اپنی فوج لے کر بالاکوٹ میں داخل ہوا، اگرچہ اس اچانک اور غیر متوقع حملہ سے مجاہدین بے خبر تھے، لیکن پھر بھی انہوں نے سرتوڑ مقابلہ کیا۔ اس مقابلہ میں سید احمد بریلویؒ اور شاہ اسماعیل دہلویؒ اپنے سینکڑوں ساتھیوں سمیت ۲۴، ذی قعدہ ۱۲۴۴ھ بمطابق ۶ مئی ۱۸۳۱ء کو شہید ہوگئے ....انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

تحریک بالاکوٹ کے بعد (گوریلا سرگرمیاں)

چونکہ اس انقلابی تحریک کا اصل ہدف فرنگی اقتدار کا خاتمہ تھا، اور اس کے خلاف سازش کے پس منظر میں فرنگی دانشوروں کی سیاسی ڈپلومیسی کام کررہی تھی، اس لئے باقی ماندہ مجاہدین نے باقاعدہ پلاننگ کے تحت انگریزی حکومت کے خلاف گوریلا جدوجہد شروع کردی، جس کے لئے قبائلی علاقوں کو انقلابی ہیڈکوارٹر بنایا گیا۔ اور سید احمد شہیدؒ کے خلفاء اس تحریک کی قیادت کرتے رہے۔ یہ گوریلا جدوجہد معرکہ بالاکوٹ کے تقریباً ۳۵، سال بعد تک جاری رہی اور اس میں.....علماء لدھیانہ.....علماء صادق پور.....اور علماء پٹنہ کی خدمات بطور خاص قابل ذکر ہیں۔ جنہیں موت، قید، عبور دریائے شور (کالا پانی) اور

ضبطی جائیداد کی سنگین سزائیں سنائی گئیں۔ فرنگی اقتدار نے اس انقلابی تحریک کو وہابی تحریک کے نام سے متعارف کرایا۔ جیسا کہ ڈبلیو، ڈبلیو ہنٹر (سرولیم ولسن ہنٹر) نے اپنی کتاب ''ہمارے ہندوستانی مسلمان'' میں اس تحریک کا تذکرہ وہابیت کے عنوان سے ہی کیا ہے۔ اس دور میں اگرچہ بعض غیر مقلدین بھی تحریک جہاد بھی شامل ہو چکے تھے۔ لیکن تحریک جہاد کی اصل قیادت ان مجاہدین کے ہاتھ میں تھی جو اہل سنت والجماعت حنفی تھی۔

بنگال کی فرائضی تحریک (۱۸۳۱ء)

ادھر بنگال میں نواب سراج الدولہ شہیدؒ کی شہادت کے بعد مسلسل ایک جمود طاری تھا۔ جو تیرہویں صدی ہجری کے تیسرے عشرہ میں عظیم انقلابی راہنما حاجی شریعت اللہؒ اور انکے بیٹے وجانشین حاجی محسن المعروف دودھومیاںؒ نے توڑا، اور فرائضی تحریک کے نام سے انقلابی جدوجہد شروع کی ۔ جو ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی تک مسلسل جاری رہی۔ اسی دوران سید احمد شہیدؒ کی تحریک جہاد کے سرگرم رکن میر نثار علی عرف تیتو میرؒ نے علم جہاد بلند کیا، جسے ۱۸۳۱ء کے ایک معرکہ میں شہید کر دیا گیا۔

﴿چوتھا مرحلہ﴾ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی

اسی دوران فرنگی حکومت کی آمرانہ پالیسیوں کی وجہ سے مختلف طبقات کے اندر بغاوت پھوٹنے لگی۔ جس نے جنگی شورش کا روپ دھار لیا۔ اس جنگ کیلئے ۵۰۰، سے زائد علماء سے جہاد کے فتوے لئے گئے ۔ اور ان فتوؤں کی بنیاد پر انگریز کے خلاف اعلان جہاد کر دیا گیا۔ یہ سارا منصوبہ حضرت سید احمد شہیدؒ کے خلیفہ مولانا سرفراز علیؒ کے مرید جنرل بخت خانؒ کا تھا۔ اور وہی ۱۸۵۷ء کی متحدہ اسلامی فوج کا سالار اعلیٰ منتخب ہوا۔ اس وقت کے آخری مغل تاجدار بہادر شاہ ظفر بھی متحدہ فوج کے سرپرست وحامی تھے۔

محاذ شاملی اور علماء دیوبند

اس دوران تحصیل شاملی کے اندر علماء کرام کا ایک اجتماع ہوا۔ جس میں حجتہ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تحریک پر جہاد کا فیصلہ کیا گیا۔ اور حضرت مولانا حاجی

امداد اللہ مہاجر مکی رحمتہ اللہ علیہ کو امیر المجاہدین منتخب کیا گیا۔ ان کی امارت میں تحصیل شاملی میں انگریزی فوج کو شکست دیکر اسلامی حکومت قائم کی گئی، جو ایک ماہ تک قائم رہی۔ اس جہاد میں حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد منیر نانوتویؒ، حضرت مولانا مظہر نانوتویؒ اور حضرت مولانا حافظ محمد ضامنؒ شہید جیسے سینکڑوں علماء باقاعدہ شریک تھے۔ بدقسمتی سے اس مقام پر بھی منافقین کے غلیظ کردار کی وجہ سے مجاہدین کی فتح شکست میں بدل گئی۔ اور انگریز دوبارہ اقتدار دہلی پر قابض ہو گئے۔

حضرت گنگوہیؒ کی گرفتاری اور بعض علماء کی ہجرت

اسکے بعد مسلمانوں پر جو مظالم ڈھائے گئے اس کے تذکرے سے ہی کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ حضرت گنگوہیؒ گرفتار کر لئے گئے اور نو ماہ تک پابند سلاسل رہے۔ ۱۷، ہزار سے زائد علماء کو درختوں پر پھانسیاں دی گئیں۔ ہزاروں علماء کو توپوں کے دھانوں پر باندھ کر گولوں کے ذریعہ ان کے پرخچے اڑا دیئے گئے۔ سینکڑوں علماء کو خنزیر کے چمڑوں میں باندھ کر زندہ جلا دیا گیا۔ سینکڑوں علماء کو کمر کمر تک زمین میں گاڑھ کر ان پر دہی ڈال کر ان پر بھوکے وحشی کتے چھوڑے گئے۔ جنہوں نے انہیں نوچ نوچ کر کھایا۔ سینکڑوں علماء کو کچے چونے میں ڈال کر ان پر پانی ڈالا گیا۔ جس سے ان کے جسم سے گوشت اور ہڈیاں الگ الگ ہو گئیں۔ بہادر شاہ ظفر کو رنگون کے قلعہ میں قید کر دیا گیا۔ شہزادوں اور شہزادیوں کو وحشیانہ طریقہ سے قتل کیا گیا۔ اور بقول بہادر شاہ ظفر

جسے دیکھا حاکم وقت نے کہا یہ بھی قابل دار ہے۔

اس صورتحال میں حضرت نانوتویؒ روپوش ہو گئے۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ اور حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ وغیرہ علماء مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

تحریک آزادی اور غیر مقلدین

جس طرح غیر مقلدین نے گذشتہ آٹھ صدیوں میں اشاعت وحفاظت اسلام کی کسی تحریک میں حصہ نہیں لیا، اسی طرح ان کا فرنگی سامراج کے خلاف تحریک آزادی میں بھی کوئی کردار نہیں۔

جیسا کہ ان کے ممتاز پیشوا نواب صدیق حسن خان بھوپالی مرحوم فرماتے ہیں کہ

جتنے لوگوں نے (۱۸۵۷ء کے) غدر میں شر وفساد کیا اور حکام انگلشیہ سے برسر عناد ہوئے وہ سب کے سب مقلدان حنفی تھے..........(ترجمان وہابیہ ص ۲۵)

نواب صاحب مرحوم کی شہادت اس لئے نظر انداز نہیں کی جاسکتی کہ وہ غیر مقلدین کے رئیس الطائفہ بھی ہیں، اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے عینی شاہد بھی۔ اور انہوں نے اس جہاد میں نہ صرف یہ کہ حصہ نہیں لیا بلکہ اس کے خلاف یہ فتویٰ بھی دیا کہ

☆ یہ ہرگز شرعی جہاد نہ تھا...........................(ایضاً ص ۱۸)

☆ کل مسلمانوں کو سرکار (انگلشیہ) کی مخالفت ناجائز ہے.........(ایضاص ۴۸)

☆ اسی لئے غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید میاں نذیر حسین دہلویؒ نے بھی فتویٰ جہاد پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا تھا...............(الحیاۃ بعد المماۃ ص ۶۷)

حتی کہ غیر مقلدین کے محسن اعظم مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے تو ''الاقتصاد فی مسائل الجھاد'' کے نام سے فتویٰ شائع کیا جس میں انگریزوں کے خلاف لڑائی کو حرام قرار دیا گیا، اور بقول مولانا مسعود عالم ندویؒ (غیر مقلد) اس فتویٰ کی بناء پر

☆ بٹالوی صاحب کو حکومت برطانیہ کی طرف سے جاگیر بھی انعام اور معاوضہ کے طور پر ملی.........(ملاحظہ فرمایئے، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص ۲۹)

انہی حقائق اور حوالہ جات کی روشنی میں اصحاب علم وفہم نے تحریک غیر مقلدیت کو فرنگی سامراج کی پیداوار قرار دیا ہے، جو اہل حق کی مذہبی وجہادی قوت کو کمزور کرنے کیلئے اٹھائی گئی۔ جس کا مقصد مسلمانوں کے اندر انتشار وتفریق پیدا کر کے ان کی متحدہ قوت کو کمزور کرنا اور فرنگی اقتدار کو مضبوط کرنا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ تحریک اپنے مقاصد میں کافی حد تک کامیاب رہی۔ نہ صرف یہ کہ انہوں نے تحریک آزادی میں حصہ نہیں لیا بلکہ مجاہدین اسلام کے خلاف فتویٰ بازی کے بازار بھی گرم کیئے۔ جسکی وجہ سے فرنگی سامراج کے خلاف اٹھنے والی اہل حق کی ہر تحریک کمزور اور غیر مؤثر ہوتی چلی گئی۔

پانچواں مرحلہ ❁ قیام دارالعلوم دیوبند

(۱۵، محرم ۱۲۸۳ھ، بمطابق ۳۰ مئی ۱۸۶۶ء)

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد فرنگی سامراج کے وحشیانہ مظالم اس حد تک پہنچ گئے کہ اس نے اسلام کا وجود ہندوستان سے ختم کرنے کا فیصلہ کرلیا۔ ہزاروں علماء کرام مختلف طریقوں سے شہید کردیئے گئے اور قرآن پاک کو مسلم، عیسائی اتحاد کے راستہ کی سب سے بڑی رکاوٹ قرار دیتے ہوئے اس کے ہزاروں نسخے نذر آتش کردیئے گئے، تمام دینی کتب خانے جلا کر راکھ کردیئے گئے اور مسلمانان برصغیر کو علمی ودینی اعتبار سے انکے شاندار ماضی سے مکمل طور پر کاٹ دینے کی سازش تیار کرلی گئی۔ ان حالات میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ۹، سال بعد ۱۸۶۶ء میں دیوبند کی بستی میں ایک دینی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا۔ بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے اپنے پیرومرشد

☆ حضرت حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ (ولادت ۱۸۱۷ء، وفات ۱۸۹۹ء)

کی سرپرستی اور اپنے رفقاء

☆ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ (ولادت ۱۸۲۸ء، وفات ۱۹۰۵ء)

☆ حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ (ولادت ۱۸۲۱ء، وفات ۱۹۰۴ء)

☆ حضرت مولانا حاجی عابد حسین دیوبندیؒ (ولادت ۱۸۳۴ء، وفات ۱۹۱۳ء)

☆ اور حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ (ولادت ۱۸۳۲ء، وفات ۱۸۸۶ء)

وغیرہم کی معاونت سے دارالعلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔

دیوبند آزادی کی چھاؤنی ہے۔ (بانی دارالعلوم کا اعلان)

انار کے درخت کے سایہ میں ایک استاد (ملا محمودؒ) اور ایک شاگرد (شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ) کے ذریعہ جس مدرسہ کی بنیاد رکھی گئی۔ اس کے قیام کی تقریب میں بانی دارالعلوم حضرت نانوتویؒ نے فرمایا کہ

دارالعلوم دیو بند آزادی کی ایک چھاؤنی ہے جس پر تعلیم کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔
اس طرح ہماری آزادی کی تحریک جاری رہے گی۔ اوراسکے ذریعہ انشاء اللہ
العزیز یہ ملک آئندہ ۵۷، سے پہلے غیر ملکی غلامی سے آزاد ہو چکا ہوگا۔

تاریخ گواہ ہے کہ حضرت نانوتویؒ کی یہ پیشین گوئی سو فیصد پوری ہوئی اور دارالعلوم کے فیض یافتہ حضرات کے ذریعہ آئندہ ۵۷، سے دس سال قبل ۱۹۴۷ء میں یہ ملک غیر ملکی غلامی سے آزاد ہو چکا تھا۔

دیو بند ایک الہامی مدرسہ

تاریخی روایات میں اس بات کی شہادت موجود ہے کہ

حضرت سید احمد شہیدؒ جب اپنے مریدین اور مجاہدین کے ہمراہ ہندوستان کا دورہ کر رہے تھے، تو اس وقت ان کا گزر دیو بند کی بستی سے ہوا۔ اس وقت انہوں نے فرمایا کہ مجھے اس شہر سے علم کی خوشبو آرہی ہے۔

دارالعلوم دیو بند کے دوسرے مہتمم حضرت شاہ رفیع الدینؒ نے خواب میں دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرمارہے ہیں کہ دارالعلوم کیلئے جگہ بہت تھوڑی ہے۔ اس کو وسیع کرو۔ اور خود آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس کیلئے اپنی چھڑی کے ساتھ نشانات لگائے۔ صبح کو جب شاہ رفیع الدینؒ بیدار ہوئے اور جا کر باہر دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لگائے ہوئے نشانات اسی طرح موجود تھے۔

ان حالات وواقعات کی بناء پر اصحاب علم ومعرفت کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک الہامی مدرسہ ہے۔

دارالعلوم دیو بند کے اصول ہشت گانہ

دارالعلوم دیو بند کے قیام کے وقت بانی دارالعلوم حضرت نانوتویؒ نے اس کیلئے جو ۸، اصول مرتب کئے، ان کا خلاصہ یہ ہے

(۱) اراکین مدرسہ حتی المقدور زیادہ سے زیادہ چندہ کرنے کیلئے مخلصین کو اس کی طرف توجہ دلاتے رہیں۔

(۲) طلباء کی تعداد میں اضافہ اوران کے خوردنی اخراجات کیلئے زیادہ سے زیادہ فنڈز کی فراہمی کی کوشش کرتے رہیں۔
(۳) مدرسہ کے جملہ امور باہمی مشاورت سے طے کئے جائیں۔صرف اپنی شخصی رائے کواہمیت نہ دی جائے۔
(۴) مدرسین مدرسہ باہم متفق المشرب اور مخلص ہوں، جوخود بینی اورتوہین آمیز رویوں سے محفوظ ہوں۔
(۵) تعلیمی نصاب باہمی مشورہ سے تجویز پانے والے ضابطہ اورقانون کے ذریعہ مکمل کیا جائے۔اوراگراس میں کوئی تبدیلی ناگزیر ہوتو وہ باہمی مشورہ سے کی جائے۔
(۶) مدرسہ کی آمدن جب تک متعین یقینی ذرائع سے بے نیاز ہوگی،اسے ترقی اورامدادغیبی حاصل رہے گی۔ورنہ خوف ورجاء جورجوع الی اللہ کا سرمایہ ہے وہ ہاتھ سے جاتا رہے گا۔
(۷) مدرسہ کی انتظامیہ میں سرکار وامراء کی شرکت اورسرکاری گرانٹ مدرسہ کیلئے مضر اورنقصان دہ ثابت ہوگی۔
(۸) حتی المقدور ایسے لوگوں کا چندہ موجب برکت ثابت ہوگا جوشہرت وناموری کے طالب نہ ہوں۔
رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر مرحوم نے جب دارالعلوم دیوبند کے دورہ کے موقع پران اصول ہشتگانہ کا مطالعہ کیا توان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اورفرمایا کہ یہ اصول وہبی معلوم ہوتے ہیں عقلی نہیں۔گویا خداتعالیٰ نے اس مدرسہ کیلئے اصول بھی اس کے بانی کے دل کے اندرخود ہی القاءفرمادیئے۔

دارالعلوم دیوبند کا سیاست کی طرف پہلا قدم

جمعیت الانصار کا قیام

۲۷،رمضان ۱۳۲۷ھ،۱۲،اکتوبر ۱۹۱۰ء

ابتداً کافی عرصہ تک دارالعلوم دیوبند علمی وتبلیغی خدمات ہی سرانجام دیتارہا۔لیکن ۱۲۹۷ھ،

۱۸۷۹ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے ”ثمرۃ التربیت“ کے نام سے ایک خفیہ سیاسی انقلابی جماعت قائم کی۔ جس کے ذریعہ انہوں نے بیرون ہند (افغانستان، ایران، بغداد اور عرب وغیرہ علاقوں میں) آزادئ ہند کی تحریک کو منظّم اور مضبوط کرنے کیلئے وفود بھیجے۔ تقریباً ۳۰، سال تک یہ تنظیم خفیہ طور پر کام کرتی رہی۔ اس کے بعد ۱۹۰۹ء میں جب حضرت شیخ الہندؒ دارالعلوم دیوبند کے سرپرست اور صدر مدرس تھے تو انہوں نے فضلاء دارالعلوم دیوبند پر مشتمل ایک تنظیم ”جمعیت الانصار“ کے نام سے قائم کی۔ یہ تنظیم ”ثمرۃ التربیت“ ہی کا تسلسل اور دارالعلوم دیوبند کا سیاسی شعبہ تھی۔ اس کا ناظم اعلیٰ حضرت شیخ الہندؒ نے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ کو بنایا۔ مولانا سندھیؒ اس وقت دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد سندھ میں تعلیمی وتدریسی خدمات سرانجام دے رہے تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے ان کو فوری طور پر سندھ سے طلب فرمایا اور اس سیاسی شعبہ کی ذمہ داری انہیں سونپ دی۔ حضرت سندھیؒ نے اس ذمہ داری کو بڑے احسن طریقہ سے نبھایا۔ اس سیاسی شعبہ اور حضرت سندھیؒ کی برق رفتار سیاسی سرگرمیوں کی وجہ سے دارالعلوم دیوبند حکومت کی نظر میں آگیا۔ جس کی وجہ سے بعض تحفظات اور سیاسی مصلحتوں کی بناء پر حضرت شیخ الہندؒ نے چار سال بعد ۱۹۱۳ء میں اس شعبہ کو ”نظارۃ المعارف“ کے نام سے دہلی منتقل کردیا۔ اور یہ شعبہ بدستور حضرت سندھیؒ کی قیادت ونظامت میں ہی رہا۔ اس کے دہلی منتقل کرنے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت شیخ الہندؒ دارالعلوم دیوبند سے الگ رہ کر علی گڑھ یونیورسٹی کے جدید تعلیم یافتہ ایسے حضرات کے ساتھ روابط قائم کرنا چاہتے تھے جو آزادی وحریت کا جذبہ رکھتے تھے۔ چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر حضرت سندھیؒ نے دہلی کے اندر مولانا محمد علی جوہرؒ، حکیم اجمل خانؒ اور ڈاکٹر انصاریؒ وغیرہ حضرات سے روابط قائم کئے۔ اور انہیں حضرت شیخ الہندؒ کی تحریک حریت کے ساتھ باقاعدہ طور پر جوڑا۔

چھٹا مرحلہ — تحریک ریشمی رومال (۱۹۱۴ء)

۱۹۱۴ء میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے غیرملکی اقتدار کے خاتمہ اور آزادی ہند کیلئے

ایک منصوبہ تیار کیا۔ جس میں ترکی، جرمنی اور افغانستان کو بھی شامل کیا گیا۔ جرمنی نے اسے برلن پلان، جبکہ تاریخ برصغیر کے اندر اسے ریشمی رومال تحریک کا نام دیا گیا۔ اس تحریک کا نام ریشمی رومال اس لئے تجویز ہوا کہ یہ معاہدہ ریشمی رومال پر تحریر کیا گیا۔ اس کی عبارت صرف روشنی کے سامنے پڑھی جا سکتی تھی۔ اس تحریک کے بانی حضرت شیخ الہندؒ تھے اگرچہ انگریز انٹیلی جنس نے اس کا بانی حضرت سندھیؒ کو قرار دیا ہے۔ اس منصوبہ پر عمل درآمد کیلئے ۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے حضرتؒ سندھی کو کابل روانہ کر دیا۔ ۱۸، اکتوبر ۱۹۱۵ء میں حضرت سندھیؒ کابل پہنچے اور ۱۸، ستمبر ۱۹۱۵ء میں حضرت شیخ الہندؒ نے حجاز کی طرف رخت سفر باندھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ ترکی اور جرمن فوجیں افغانستان کے راستہ ہندوستان میں داخل ہوں گی۔ اور ہندوستانی حریت پسند اندرونی طور پر بغاوت کر کے فرنگی اقتدار کا خاتمہ کر دیں گے۔

حکومت مؤقتہ ہند کا قیام

اس منصوبہ کے تحت ہندوستان کی عارضی حکومت کا قیام ''حکومت مؤقتہ ہند'' کے نام سے عمل میں لایا گیا۔ چونکہ اندرونی طور پر مسلمانوں کو ہندوؤں سے بھی خطرات تھے۔ اس لئے حضرت شیخ الہندؒ نے سیاسی حکمت عملی کے تحت ہندوؤں کو بھی اس منصوبہ میں شامل کیا۔ اور ایک ہندو راجہ مہندر پرتاپ کو اس حکومت کا پریذیڈنٹ تجویز کیا گیا۔ مولوی برکت اللہ صاحب اس حکومت کے وزیر اعظم قرار پائے۔ اور مولانا سندھیؒ اس کے وزیر داخلہ مقرر ہوئے۔

جنود ربانیہ اور اس کے سرپرست

اس حکومت مؤقتہ ہند کیلئے جنود ربانیہ کے نام سے ایک فوج تشکیل دی گئی۔ جس میں مختلف اسلامی ممالک کی با اثر شخصیات اور ہندوستان کے مختلف طبقات کے انقلابی افراد کو شامل کیا گیا۔ اس کے سرپرست و مربی تین شخص قرار دیے گئے۔

(۱) سالار معظم خلیفۃ المسلمین، ترکی.....(۲) سلطان احمد شاہ قاچار، ایران۔

(۳) امیر حبیب اللہ خان، افغانستان۔

جنود ربانیہ کی مجلس شوریٰ

اس کی مجلس شوریٰ میں (۱) انور پاشا ترکی۔ (۲) ولی عہد دولت عثمانیہ ترکی۔ (۳) وزیر اعظم دولت عثمانیہ ترکی۔ (۴) معین سلطنت کابل۔ (۵) نظام حیدر آباد۔ (۶) والئی بھوپال۔ (۷) نواب رام پور۔ (۸) نظام بہاولپور۔ (۹) رئیس المجاہدین۔ (۱۰) گورنر حجاز، وغیرہم شخصیات شامل کی گئیں۔

جنود ربانیہ کے چیف آف آرمی سٹاف

اس میں حضرت شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کو چیف آف آرمی سٹاف اور حضرت سندھیؒ کو ان کا وائس چیف آف آرمی سٹاف تجویز کیا گیا۔

جنود ربانیہ کے لیفٹیننٹ جنرل، میجر جنرل و کرنل

اس کے علاوہ حضرت شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دینپوریؒ، حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، حضرت مولانا حمداللہ ترنگزئیؒ، ڈاکٹر مختار احمد انصاریؒ، حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا شوکت علی خانؒ، مولانا ظفر علی خانؒ، مولانا حسرت موہانیؒ، مولانا عبدالقادر قصوریؒ اور مولانا عبداللہ غازی پوریؒ وغیرہ حضرات کو لیفٹیننٹ جنرل تجویز کیا گیا۔ مولانا عبدالقادر آزاد سبحانیؒ، مولانا عبداللہ انصاریؒ، مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اور مولانا سید سلیمان ندویؒ وغیرہ حضرات میجر جنرل کے عہدوں پر فائز کیے گئے۔ مولانا میر ابراہیم سیالکوٹیؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، خواجہ عبدالحئی فاروقیؒ، مولانا عزیر گلؒ اور مولانا محمد صادق سندھیؒ وغیرہ حضرات کو کرنل بنایا گیا۔

حجاز میں شریف حسین کی بغاوت اور شیخ الہندؒ کی گرفتاری

انہی دنوں حجاز کے اندر (جو کہ ترکی کی خلافت عثمانیہ کا ایک صوبہ تھا) گورنر حجاز شریف حسین مکہ نے ترکی حکومت سے بغاوت کر کے علیحدگی کا اعلان کر دیا۔ اور برطانیہ اور دیگر یورپین طاقتیں اس کی پشت پر آ گئیں۔ شریف حسین نے برطانوی حکومت کے مطالبہ پر محرم ۱۳۳۵ھ

دسمبر ۱۹۱۶ء میں حضرت شیخ الہندؒ کو مکہ مکرمہ سے گرفتار کر کے برطانیہ کے حوالہ کردیا۔ ان کے ساتھ حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد حضرت مولانا عزیر گلؒ اور مولانا نصرت حسینؒ وغیرہ شامل تھے۔ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے خدمت استاد کے جذبہ کے تحت اپنی گرفتاری خود پیش کردی۔ اور ان حضرات کو مالٹا کے جزیرہ میں نظر بند کردیا گیا۔ جہاں سے ۲۰، رمضان ۱۳۳۸ھ، ۸، جون ۱۹۲۰ء کو انہیں بمبئی پہنچا کر رہا کیا گیا۔

منصوبہ ناکام ہوگیا۔

ادھر بدقسمتی سے حضرت سندھیؒ نے منصوبہ پر عمل درآمد کیلئے جو خطوط ہندوستان کے مختلف حضرات کو کابل سے روانہ کئے، ۱۹۱۶ء میں وہ خطوط برطانوی انٹیلی جنس کے ہاتھ لگ گئے۔ جس کی وجہ سے وہ منصوبہ ناکام ہوگیا۔ ملک بھر میں گرفتاریوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ حضرت سندھیؒ کی واپسی کے راستے بند ہوگئے۔ اور انہوں نے تقریباً ۲۴، سال کابل، ماسکو، استنبول اور مکہ مکرمہ وغیرہ علاقوں میں جلاوطنی کے گزارے۔ ۱۹۳۹ء میں حضرت مدنیؒ اور بعض دیگر حضرات کی کوششوں سے حضرت سندھیؒ کو واپسی کی اجازت ملی۔ اور وہ واپس ہندوستان تشریف لے آئے۔

﴿ساتواں مرحلہ﴾ تحریک خلافت کا آغاز

۱۹۱۲ء میں بلقانی ریاستوں کا ترکی سے تصادم شروع ہوا۔ اور پورا یورپ ترکی کے خلاف متحد ہو کر اُمڈ آیا۔ اور اندرونی طور پر مصطفیٰ کمال اتاترک جیسے لبرل وسیکولر شخص کی قیادت میں ''انجمن اتحاد وترقی'' کے پلیٹ فارم پر شورشیں شروع کردی گئیں۔ روس، فرانس اور برطانیہ کے درمیان ترکی کی تقسیم کا معاہدہ طے پا گیا۔ گورنر حجاز شریف حسین مکہ نے بغاوت کر کے حجاز کو ترکی سے علیحدہ کرلیا۔ اس پورے کھیل کا مقصد ترکی سے عثمانی خلافت کا خاتمہ تھا۔ چونکہ اس وقت پورے عالم اسلام کو اسی خلافت عثمانیہ کا ایک موہوم سا سہارا حاصل تھا۔ اور خلافت اسلامیہ کا قیام وتحفظ مسلمانوں کی ایک مذہبی ذمہ داری شمار ہوتی ہے۔ اس لئے ہندوستان کے اندر تحریک خلافت شروع کی گئی۔

انجمن خدام کعبہ کا قیام (۶ مئی ۱۹۱۳ء)

مولانا محمد علی جوہرؒ اس سے قبل ۶ مئی ۱۹۱۳ء میں انجمن خدام کعبہ کے نام سے ایک تنظیم قائم کر چکے تھے۔ جس میں مولانا شوکت علی خانؒ، مولانا صبغت اللہ شہید فرنگی محلیؒ وغیرہ حضرات ان کے رفیق سفر تھے۔ اور مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ اس تنظیم کے خادم الخدام (یعنی صدر) تھے۔ اس تنظیم کا مقصد خانہ کعبہ کی ہر قسم کی خدمت بجالانا۔ اس کو غیر مسلم ہاتھوں سے محفوظ رکھنا۔ اور حرمت کعبہ کے تحفظ کیلئے ایسے جانثار تیار کرنا تھا، جو اپنی جان قربان کرنے کا جذبہ رکھتے ہوں۔

جمعیت خلافت ہند کا قیام (۱۱ مئی ۱۹۱۹ء)

اس صورت حال میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مدنیؒ وغیرہ حضرات تو تحریک ریشمی رومال کی وجہ سے مالٹا کے جزیرہ میں نظر بند تھے۔ مولانا محمد علی جوہرؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ اور مولانا شوکت علی خانؒ جیسے سیاسی رہنماؤں نے ملکر ۱۱ نومبر ۱۹۱۹ء میں جمعیت خلافت ہند کے قیام کا اعلان کیا۔ جسے عرف عام میں خلافت کمیٹی کا نام دیا گیا۔ اس خلافت کمیٹی کے تحت ملک بھر میں خلافت کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔ مولانا محمد علی جوہرؒ نے یورپین ممالک کا دورہ کیا اور اس تحریک کا مقصد ترکی کے اندر خلافت عثمانیہ کی حفاظت تھا۔ اس تحریک نے اگر چہ ہندوستان کے اندر مسلمانوں میں نیا جذبہ اور نئی روح پیدا کر دی لیکن ترکی اور اس کے قرب وجوار کی ریاستوں پر یورپین ممالک کا تسلط اس قدر مستحکم ہو چکا تھا کہ یہ تحریک اپنے مقاصد حاصل نہ کر سکی۔ قوم کے جذبہ کا یہ حال تھا کہ جب مولانا محمد علیؒ جوہر گھر سے رخصت ہوئے تو انکی والدہ نے ان کو وصیت کی کہ بیٹا خلافت پر اپنی جان قربان کر دینا۔ یہی وجہ ہے کہ اس وقت ہندوستان کے ہر حریت پسند مسلمان کی زبان پر یہ شعر عام تھا کہ

بولی اماں محمد علی کی   جان بیٹا خلافت پہ دینا

فوجی بھرتی کے خلاف فتویٰ اور علماء کی گرفتاریاں

اس تحریک کا نام اسوقت ''بندہ چندہ تحریک'' بھی تھا۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ ہم ترکی

خلافت کی بحالی کیلئے افراد بھی دیں گے،اور چندہ بھی۔اور یہ حقیقت ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں نے اس تحریک میں جانی اور مالی طور پر بھرپور حصہ لیا۔اس تحریک میں علماء کرام نے انگریزی فوج میں بھرتی ہونے کی حرمت کا فتویٰ دیا کہ انگریزی فوجیں چونکہ اس وقت ہندوستان کے باہر مسلمانوں کے خلاف برسر پیکار ہیں۔اس لئے انگریزی فوج میں بھرتی ہونا حرام ہے۔اس فتوے اور تحریک کے جرم میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو تین سال قید کی سزا دی گئی۔مولانا ابوالکلام آزادؒ کو ایک سال قید کی سزا سنائی گئی۔اسی تحریک کے دوران کراچی کے خالق دینا ہال کا وہ مشہور مقدمہ پیش آیا،جس میں حضرت مدنیؒ کی جرأت سے متاثر ہوکر مولانا محمد علی جوہرؒ نے اپنی ٹوپی ان کے قدموں پر رکھ دی۔اس تحریک میں حضرت شیخ الہندؒ نے اسارت مالٹا سے واپسی کے بعد اپنے رفقاء کے ساتھ مل کر خلافت بچاؤ جدوجہد شروع کردی۔ترکی خلافت کی حمایت میں مدرسہ بند کردیا گیا۔علماء اور طلباء کے وفود پورے ملک میں پھیلا دیئے گئے۔جنہوں نے عوام کے اندر ایک نئی روح پھونک دی۔لیکن اندرونی شورشوں اور بیرونی دباؤ کی وجہ سے ترکی کی خلافت عثمانیہ اپنا وجود برقرار نہ رکھ سکی۔چنانچہ خلافت عثمانیہ ختم کردی گئی، اور ترکی ایک سیکولر سٹیٹ بن کر رہ گیا۔ترکی کے مختلف حصوں کو اس سے الگ کر کے برطانیہ،روس اور فرانس وغیرہ ملکوں نے ان پر اپنا تسلط قائم کرلیا۔

تحریک ترک موالات

اسی دوران مہاتما گاندھی نے عدم تشدد کے فلسفہ وعقیدے پر مبنی ستیہ گری (یعنی پرامن تحریک) کا اعلان کردیا۔چنانچہ تحریک خلافت میں غیر مسلم ہندوستانیوں کو شامل کرنے کیلئے مولانا محمد علی جوہرؒ اور مولانا ابوالکلام آزادؒ نے بھی تحریک ترک موالات کے نام سے اس تحریک کا ساتھ دینے کا اعلان کردیا۔جس کا مقصد ہندوستانی قوم کے دلوں میں برطانیہ اور دیگر یورپین اقوام کے خلاف نفرت پیدا کرنا تھا۔چنانچہ اس میں فیصلہ کیا گیا کہ

(ا) جن ہندوستانی حضرات کو سرکار برطانیہ کی طرف سے سرکاری خطابات دیئے

گئے ہیں، وہ ان خطابات کو واپس کریں۔

(۲) سرکاری سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کا بائیکاٹ کریں۔

(۳) عدالتوں کا بائیکاٹ کریں۔

(۴) سرکاری ملازمتوں سے استعفیٰ دیں۔

(۵) اور یورپین مصنوعات کا بائیکاٹ کریں۔

چنانچہ اس تحریک پر سینکڑوں افراد نے مجسٹریٹی ،ڈاکٹری ،پولیس کے اعلیٰ عہدوں ، ریلوے کے اعلیٰ عہدوں، سکول کی ملازمتوں اور سی ،آئی ،ڈی کے اعلیٰ عہدوں کی ملازمتیں ترک کردیں۔ شمس العلماء، حاذق الملک، خان بہادر، تمغہ قیصر ہند اور سر وغیرہ کے سرکاری خطابات اور اعزازی اسناد واپس کردیں۔ مجلس قانون ساز کی رکنیت ، وکالت و بیرسٹری ، میونسپلٹی کی چیئرمینی اور وائس چیئرمینی ، پولیس کی سب انسپکٹری اور ہیڈ کانسٹیبلی ،اور ہیڈ ماسٹری وغیرہ جیسے عہدوں سے استعفیٰ دے دیا۔

اس طرح اس تحریک میں ہندو بھی شامل ہوگئے۔اس دور میں شیخ الاسلام حضرت مدنیؒ نے اعلان کردیا تھا کہ میں جنازہ صرف وہ پڑھاؤں گا ،جس کا کفن ہندوستانی کھدر کا ہو گا۔اور نکاح صرف وہ پڑھاؤں گا جس میں جہیز، جہیز فاطمی ہوگا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ علی گڑھ کا قیام (۱۶،صفر۱۳۳۹ھ، ۲۹اکتوبر۱۹۲۰ء)

جب اس تحریک میں سرکاری سکولوں، کالجوں کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا گیا تو ضرورت تھی کہ ہندوستانی مسلمانوں کیلئے ایسے تعلیمی اداروں کا قیام عمل میں لایا جائے ، جو ان کی تعلیمی ضرورت کو پورا کرسکیں۔اور وہ تعلیمی میدان میں کسی سے پیچھے نہ رہیں۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت مولانا محمد علی جوہرؒ نے ۱۶،صفر ۱۳۳۹ھ، ۲۹اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز جمعۃ المبارک کو علی گڑھ کے اندر جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام سے ایک نیشنل مسلم یونیورسٹی قائم کی جس کی افتتاحی تقریب کی صدارت کیلئے حضرت شیخ الہندؒ کا نام تجویز ہوا۔ حضرت شیخ الہندؒ کو اس وقت مالٹا سے رہا ہوئے تقریباً چار ماہ گزرے تھے۔ بڑھاپے ، بیماری اور

شدید ضعف کی وجہ سے ان کیلئے بستر پر کروٹ بدلنا بھی مشکل تھا۔ جس کی وجہ سے احباب حضرت شیخ الہندؒ کے سفر علیگڑھ کے حق میں نہیں تھے۔ لیکن حضرت شیخ الہندؒ نے یہ فرما کر سب کو خاموش کر دیا کہ

اگر میری صدارت سے انگریز کو تکلیف ہوگی تو میں اس جلسہ میں ضرور شرکت کروں گا۔

چنانچہ حضرت شیخ الہندؒ کو پالکی میں لٹا کر دیوبند اسٹیشن تک پہنچا گیا۔ اور ریل کے ذریعہ علیگڑھ پہنچے ۔ وہاں سے بھی پالکی کے ذریعہ ان کو جلسہ گاہ لے جایا گیا۔ اس سفر میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ، حضرت مولانا سید حسین احمدؒ مدنی اور حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی ہمراہ تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ نے جو صدارتی خطبہ لکھوایا تھا۔ نقاہت اور کمزوری کی وجہ سے ان کیلئے وہ پڑھنا مشکل تھا۔ چنانچہ وہ خطبہ حضرت مولانا شبیر احمد عثمانیؒ نے پڑھ کر سنایا۔

آٹھواں مرحلہ ۔ جمعیت علماء ہند کا قیام (۲۲، نومبر ۱۹۱۹ء)

ہندوستان کے اندر مختلف سیاسی پلیٹ فارم موجود تھے جو اپنے اپنے طرز فکر کے مطابق کام کر رہے تھے۔ ۲۸، دسمبر ۱۸۸۵ء میں انڈین نیشنل کانگریس کا قیام عمل میں آیا تھا۔ جس کا اس وقت مین مقصد صرف یہ تھا کہ حکومتی وفاداری میں رہتے ہوئے ہندوستانی اقوام وعوام کے حقوق ومفادات کا تحفظ کیا جائے۔ ۱۹۰۶ء میں آل انڈیا مسلم لیگ کا قیام عمل میں آیا۔ اسکے مقاصد بھی اسوقت کانگریس سے مختلف نہیں تھے۔ ان دونوں جماعتوں کے افکار کے اندر تدریجاً تبدیلی رونما ہوتی رہی ۔ قیادتیں بدلتی رہیں لیکن ان میں سے اپنے فکر کے اندر ہندوستان کی کامل آزادی کا تصور کوئی بھی پیدا نہ کرسکا۔ ۱۹۱۹ء میں جب جلیانوالہ باغ امرتسر کا ہولناک واقعہ پیش آیا جس میں قاتل انسانیت جنرل ڈوائر نے جلسہ عام کے اندر اندھا دھند گولی کا آرڈر دیکر سینکڑوں حریت پسندوں کو ہلاک اور ہزاروں کو زخمی کر دیا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ایک ایسا مستقل پلیٹ فارم قائم کیا جائے جس کی قیادت علماء کے ہاتھ میں رہے۔ اور وہ ہندوستان کی کامل آزادی کا

علمبردار ہو۔ چنانچہ اسی مقصد وضرورت کے تحت ۲۲،نومبر ۱۹۱۹ء میں خلافت کانفرنس دہلی کے موقع پر ہندوستان کے ۲۵، کے قریب جید علماء کرام نے جمعیت العلماء ہند کے قیام کا اعلان کیا۔ اور مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کو اس کا پہلا صدر منتخب کیا گیا۔ ۲۸، دسمبر ۱۹۱۹ء تا یکم جنوری ۱۹۲۰ء کو اسلامیہ مسلم ہائی سکول امرتسر میں حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ کی زیر صدارت اس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا۔ مفتی کفایت اللہ دہلویؒ ۱۹۴۰ء تک اسکے صدر رہے اور ۱۹۴۰ء سے ۱۹۵۷ء تک اس کی صدارت حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے ہاتھ میں رہی۔ یہ ہندوستان کی پہلی سیاسی جماعت ہے جس نے سرکار برطانیہ سے اپنے حقوق ومفادات کی بات نہیں کی، بلکہ اس کے سامنے ہندوستان کی کامل آزادی کا مطالبہ رکھا۔ قیام پاکستان سے قبل جمعیت علماء ہند اور انڈین نیشنل کانگریس مل کر تحریک آزادی میں شامل رہیں۔

﴿نواں مرحلہ﴾ مجلس احرار اسلام کا قیام (۱۹۲۹ء)

آزادی برصغیر کی تحریک میں مقامی حالات اور مصلحت کے تحت ہندوؤں کی شمولیت اور ان کا تعاون ایک ناگزیر مسئلہ تھا۔ لیکن مسلمانوں کے مذہبی اور خالص دینی امور اور مسائل کے حل کیلئے بعض درد دل رکھنے والے مسلمان رہنماؤں نے ایک علیحدہ پلیٹ فارم کی ضرورت محسوس کی۔ چنانچہ اس ضرورت کے تحت جمعیت علماء ہند کے قیام کے دس سال بعد ۲۷، رجب ۱۳۴۸ھ، ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں لایا گیا۔ اس تحریک نے قیام پاکستان تک مختلف محاذوں پر بے مثال خدمات سرانجام دیں۔ جن میں قادیانیت کے خلاف، مساجد کے تحفظ اور آزادئ وطن کیلئے اس کی خدمات تاریخ برصغیر کا قابل قدر حصہ ہیں۔ مجلس احرار اسلام کی تحریکات میں سے دو تحریکوں نے انتہائی شہرت اختیار کی۔

(۱) تحریک کشمیر (۳۲،۱۹۳۱ء)

اس تنظیم کا پہلا بڑا کارنامہ تحریک کشمیر ہے۔ جس کا پس منظر کچھ یوں ہے کہ پنجاب کے اندر ملتان سے خیبر تک پھیلی ہوئی رانجہ رنجیت سنگھ کی خالصہ حکومت قائم تھی۔ جس کے

ساتھ اقتدار دہلی (حکومت برطانیہ) کا معاہدہ تھا کہ یہ دونوں طاقتیں ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرائی نہیں کریں گی۔ لیکن ۱۸۳۱ء میں جب تحریک بالاکوٹ حضرت سید احمد شہیدؒ اور شاہ اسماعیل شہیدؒ کی شہادت کے بعد کمزور پڑ گئی تو انگریزوں نے حسب عادت معاہدہ کی خلاف ورزی کرتے ہوئے پنجاب کی خالصہ حکومت کے خلاف عسکری چھیڑ چھاڑ شروع کر دی۔ ۱۸۳۹ میں راجہ رنجیت سنگھ کا انتقال ہو گیا تو اس کے بعد دربار لاہور کے متعدد حکمران لگاتار خانہ جنگی کے ذریعہ قتل ہوئے۔ پنجاب کی اس کمزور صورت حال کو دیکھتے ہوئے انگریزوں نے لاہور پر حملہ کر دیا۔ سردار گلاب سنگھ (جو اس وقت نظامت کے عہدہ پر فائز تھا) کی غداری کی وجہ سے سکھوں کو شکست ہوگئی۔ ۱۸۴۶ء میں سکھوں اور انگریزوں کے درمیان معاہدہ لاہور ہوا۔ جس میں سکھوں پر ڈیڑھ کروڑ روپے کا جنگی تاوان ڈالا گیا۔ پچاس لاکھ روپے وصول کر لئے گئے۔ اور باقی رقم کے عوض خطہ کشمیر ضبط کر لیا گیا۔ وہ خطہ کشمیر ۷۵ لاکھ روپے کے عوض سردار گلاب سنگھ پر فروخت کر دیا گیا۔ اس طرح ۸۴، ہزار مربع میل کی ریاست کشمیر اور اسکے چالیس لاکھ باشندوں پر سردار گلاب سنگھ کی آمرانہ ڈوگرہ شاہی مسلط کر دی گئی۔ اور اس ڈوگرہ شاہی کے مظالم میں دن بدن اضافہ ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ کچھ عرصہ بعد کشمیر کی ڈوگرہ حکومت نے ریاست کے مسلمانوں کیلئے یہ ظالمانہ قانون جاری کر دیا کہ

(۱) کوئی مسلمان کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت نہیں دے گا۔ اور اسکی خلاف ورزی کرنے والے کو سخت ترین سزا دی جائے گی۔

(۲) کسی غیر مسلم نے اگر اسلام قبول کر لیا، تو اس کی ساری جائیداد ضبط کر لی جائیگی۔ اور اسے خاندانی حقوق سے محروم کر دیا جائے گا۔

(۳) مسلمانوں کیلئے فوج اور سرکاری محکموں میں ملازمت کا دروازہ بند ہوگا۔

(۴) وحشی درندوں سے حفاظت کیلئے بھی کسی مسلمان کو اسلحہ رکھنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(۵) ریاستی جنگلات سے مسلمانوں کو لکڑیاں کاٹنے کی اجازت نہ ہوگی۔

(٦) کوئی مسلمان مکان وغیرہ کیلئے زمین کی شخصی ملکیت کا حقدار نہیں ہوگا۔
(٧) بلا اجازت سرکار کسی مسلمان کو مکان تعمیر کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔
یہ ایک ایسا آمرانہ اور ظالمانہ قانون تھا کہ جس کی مثال شاید تاریخ برصغیر میں کہیں بھی نہ ملتی ہو۔ کشمیر کے مسلمان آزاد رہتے ہوئے بھی ڈوگرہ شاہی کے قانونی شکنجے میں قید تھے۔ لیکن بے سروسامانی کی وجہ سے ریاست کا مقابلہ ان کیلئے ناممکن تھا۔ ١٩٢٥ء میں اتفاقاً بعض ہندوؤں نے قرآن پاک کی برملا توہین کی، اور اس کے نسخوں کو زمین پر پھینکا جس سے ریاست کے مسلمان مشتعل ہو گئے۔ انہوں نے اس پر احتجاج شروع کیا تو اس احتجاج کو گولی کے ذریعہ دبانے کی کوشش کی گئی، اور متعدد مسلمان شہید کر دیئے گئے۔

مجلس احرار اسلام میدان عمل میں

اس صورت حال میں پنجاب کے مسلمانوں کے اندر بے چینی اور بے قراری کی لہر دوڑ گئی۔ کشمیری مسلمانوں کا درد انہوں نے اپنے دل میں محسوس کیا۔ مجلس احرار اسلام نے کشمیری مسلمانوں کی حمایت میں میدان عمل کے اندر اترنے کا فیصلہ کرلیا۔ پہلے مجلس نے اکتوبر ١٩٣١ء میں اپنے وفود راجہ کشمیر کے پاس بھیجے، تاکہ وہ مسلمانوں کے بارہ میں اپنے رویہ کو بدلیں۔ لیکن جب باہمی گفت وشنید اور مذاکرات کا کوئی نتیجہ نہ نکلا تو مجلس احرار اسلام نے سیالکوٹ، گجرات اور جہلم کے راستہ پنجاب کے رضا کاروں کو کشمیر میں داخل کر کے گرفتاریوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یہ سلسلہ اس قدر آگے بڑھا کہ اس تحریک میں ٤٦، ہزار رضا کار گرفتار ہوئے لاہور کا شاہی قلعہ اور اٹک کا بدنام زمانہ قلعہ ان رضا کاروں کیلئے عقوبت خانے بنا دیئے گئے.....ان کو بیلوں کی جگہ کوہلو کے آگے جوتا جاتا......ایک ایک دن میں ان سے اٹھارہ اٹھارہ سیر گندم چکی کے ذریعہ پسوائی جاتی......انہیں کھڑی ہتھکڑیاں لگائی جاتیں.....اور ان کو ڈنڈا بیڑی کی سخت ترین سزائیں دی جاتیں۔ لیکن ان تمام سزاؤں کے باوجود احراری رضا کاروں کے جذبوں میں کوئی فرق نہ آیا۔ حتی کہ جرأت مند اور بہادر احراری خواتین نے اپنے چھ، چھ ماہ کے بچے اپنی گودوں میں اٹھا کر گرفتاریاں دیں۔

قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی

مجلس احرار کی اس تحریک کشمیر کو بے اثر کرنے کیلئے انگریزوں، راجہ کشمیر اور قادیانیوں نے ایک سازش تیار کی، اور اس سازش کے تحت ''کشمیر کمیٹی'' کے نام سے ایک اور محاذ تیار کرلیا۔ جس نے مسئلہ کشمیر کو ''ٹیبل ٹاک'' کے ذریعہ حل کرنے کا منصوبہ دیا۔ لیکن اس کا اصل مقصد تحریک احرار کو غیر مؤثر کرنا تھا۔ اس کمیٹی کا سربراہ قادیانیوں کے خلیفہ ثانی اور مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا البشیر الدین محمود کو بنایا گیا۔ جبکہ مفکر پاکستان ڈاکٹر علامہ محمد اقبال مرحوم کو اسکا جنرل سیکرٹری مقرر کیا گیا۔ علامہ اقبال مرحوم اس وقت تک قادیانی تحریک کے خدوخال اور اسکے مقاصد سے واقف نہیں تھے۔ جب لاہور میں انہوں نے حضرت مولانا علامہ سید محمد انور شاہ کشمیریؒ کو اپنے گھر میں دعوت دی تو علامہ کشمیریؒ نے یہ کہہ کر اس دعوت کو مسترد کر دیا کہ میں کسی قادیانیت نواز کی دعوت قبول نہیں کر سکتا۔ چنانچہ علامہ اقبال مرحوم کی اس مسئلہ پر علامہ کشمیریؒ سے طویل گفتگو ہوئی۔ اور وہ قادیانیوں کے افکار وعزائم سے واقف ہوئے تو انہوں نے کشمیر کمیٹی کے عہدہ سے استعفیٰ دیدیا۔ اور اس کے بعد علامہ اقبال مرحوم قادیانی تحریک کے بارہ میں فرمایا کرتے تھے کہ

یہ تحریک اپنے افکار و مقاصد کے اعتبار سے یہودیت کا چربہ ہے۔

بہر حال قادیانیوں کی کشمیر کمیٹی اپنے مقاصد میں کامیاب نہ ہوسکی اور حکومت کشمیر تحریک احرار کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہوگئی۔

(۲) تحریک مدح صحابہ ؓ (مئی ۱۹۳۶ء)

مجلس احرار اسلام کا دوسرا بڑا کارنامہ تحریک مدح صحابہ ؓ ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ فرنگی سازش کے تحت شیعہ، سنی تنازعہ ایک طویل مدت سے ہندوستان کے اندر قائم تھا۔ جس میں زیادہ شدت اس وقت پیدا ہوئی جب ۱۹۰۴ء میں معروف شیعہ رہنما مولوی مقبول احمد دہلوی نے اپنی تقاریر ومجالس کے ذریعہ لکھنؤ کے اندر برسر عام صحابہ کرام ؓ اور ازواج مطہرات ؓ پر تبرا شروع کیا۔ اس نے ترجمہ مقبول اور ضمیمہ ترجمہ مقبول میں تحریری طور پر بھی

صحابہ کرامؓ بالخصوص اصحاب ثلاثہؓ پر اس جارحانہ انداز سے تبرابازی کی کہ مسلمان مشتعل ہوگئے۔ چونکہ انگریز حکومت شیعہ کی مکمل پشت پناہی کررہی تھی، اس لئے اس نے بجائے شیعہ کو تبرابازی سے روکنے کے اپریل ۱۹۰۸ء میں شیعہ کی درخواست پر سنیوں کے چاریاری پرچموں اور اصحاب ثلاثہؓ کی اعلانیہ تعریف پر پابندی کا قانون جاری کردیا۔ ۱۹۰۹ء میں سنیوں نے اس جبری قانون کی خلاف ورزی کی اور ایک ہزار سے زائد سنی مسلمان گرفتار ہوکر سزایاب ہوئے۔ حکومت نے دفع الوقتی کیلئے اعلان کیا کہ اصحاب ثلاثہ کی تعریف پر مستقل پابندی نہیں، بلکہ صرف ۱۰، محرم، چہلم اور ۲۱ رمضان کی تین تاریخوں میں اس پر پابندی ہے۔ یعنی شیعہ کے ان تین ماتمی دنوں کے اندر کسی مجمع میں کسی جگہ پر اصحاب ثلاثہؓ کی تعریف کرنا جرم قرار دیا گیا۔ اہل سنت کا اس جبری قانون کے خلاف احتجاج سلسلہ جاری رہا اور ہر سال کشیدگی بڑھتی رہی۔ ۱۹۳۵ء کے ان ماتمی ایام میں بعض سنی مسلمانوں نے انفرادی طور پر مدح صحابہؓ پڑھی۔ جس پر انہیں گرفتار کرلیا گیا۔ چنانچہ ۱۶، مئی ۱۹۳۶ء میں مدح صحابہؓ کمیٹی قائم کی گئی۔ جون ۱۹۳۶ء میں اس کمیٹی نے حضرت سیدنا امام صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یوم وفات کے موقع پر جلسہ کی اجازت کیلئے درخواست دی جو گورنمنٹ نے مسترد کردی۔ اس پر تحریک مدح صحابہؓ کا اعلان کیا گیا۔ امام التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلویؒ اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے اس تحریک میں بھرپور کردار ادا کیا۔ بلکہ حضرت مدنیؒ نے اصحاب ثلاثہؓ کی تعریف پر پابندی کے قانون کو مداخلت فی الدین قرار دیا۔ مجلس احرار اسلام نے اس تحریک کو اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ امام اہل سنت حضرت مولانا علامہ عبدالشکور لکھنویؒ اس تحریک کے قائد ونگران تھے۔ یہ تحریک ۱۹۴۱ء تک جاری رہی۔ یہ تحریک اس اعتبار سے انتہائی حیران کن ہے کہ اس میں مجلس احرار اسلام نے سب سے پہلے گرفتاری کیلئے مجلس کے شیعہ رہنما مولانا مظہر علی اظہر اور ان کے بیٹے کو پیش کیا۔ جنہوں نے سب سے پہلے گرفتاری پیش کی۔ حتیٰ کہ مولانا مظہر علی اظہر نے اس تحریک پر

''تحریک مدح صحابہؓ'' کے نام سے کتاب بھی تالیف کی۔

احراراسلام کی اہم شخصیات

مجلس احرار اسلام کے پلیٹ فارم پر امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، رئیس الاحرار مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مفکر احرار چوہدری افضل حقؒ، ماسٹر تاج دین انصاریؒ، شیخ حسام الدینؒ، مولانا عبدالرحمٰن میانویؒ، اہلحدیث رہنما محمد داؤد غزنویؒ، شیعہ رہنما مولانا مظہر علی اظہر اور بریلوی مکتبہ فکر کے مولانا صاحبزادہ فیض الحسن (سجادہ نشین آلو مہار شریف) وغیرہ حضرات کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔

﴿دسواں مرحلہ﴾ تحریک قیام پاکستان (۲۳، مارچ ۱۹۴۰ء)

دوقومی نظریہ کا تصور کافی عرصہ سے ہندوستانی فضاؤں میں پنپ رہا تھا۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یہ تصور مفکر پاکستان علامہ اقبال مرحوم نے پیش کیا۔ لیکن تاریخی روایات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اس سے بہت پہلے یہ تصور مختلف حلقوں کی طرف سے سامنے آچکا تھا۔ خیری برادران (عبدالستار خیری اور عبدالجبار خیری) بھی یہ تصور اس سے پہلے دے چکے تھے۔ اور حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ کے حوالہ سے بھی منقول ہے کہ ۱۹۲۸ء میں انہوں نے فرمایا تھا کہ مسلمانوں کیلئے ایک علیحدہ مملکت ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اس وقت سے دوقومی نظریہ کے حامی رہے۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء کے جھانسی کے الیکشن میں جب حضرت تھانویؒ کے فتوے کی بنیاد پر مسلم لیگ کے امیدوار کو کامیابی حاصل ہوئی تو اس کامیابی کا جشن فتح تھانہ بھون میں حضرت تھانویؒ کی خانقاہ میں منایا گیا۔ ۲۳، مارچ ۱۹۴۰ء میں جب قرارداد پاکستان پاس ہوئی تو حضرت تھانویؒ اور ان کے جملہ متعلقین نے قرارداد پاکستان کی حمایت کی۔

جمعیت علماء اسلام کا قیام (۱۹۴۵ء)

حضرت تھانویؒ کی شخصیت ایک ایسی شخصیت تھی جو اپنے وجود میں خود ایک تحریک اور انجمن تھی۔ ان کی موجودگی میں مسلم لیگ کی حمایت کیلئے کسی جماعت کا وجود ضروری نہیں

سمجھا گیا۔یہی وجہ ہے کہ قائداعظم مرحوم کہا کرتے تھے کہ میرے ساتھ ہندوستان کا وہ عالم ہے جس کا علم ہندوستان کے تمام علماء کے علم پر بھاری ہے۔اور یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔لیکن ۱۹۴۳ء میں جب حضرت تھانویؒ کا انتقال ہوگیا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ حضرت تھانویؒ کے فکر ونظریہ کو آگے بڑھانے کیلئے ایک جماعت قائم کی جائے۔ چنانچہ حضرت تھانویؒ کے جملہ متعلقین نے ۱۹۴۵ء میں جمعیت علماء اسلام کے نام سے ایک سیاسی جماعت قائم کی۔جس کا صدر شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو منتخب کیا گیا۔جمعیت علماء اسلام نے باقاعدہ منظّم طریقے سے قیام پاکستان کیلئے مسلم لیگ کی حمایت جاری رکھی۔ یہاں تک کہ ۱۹۴۷ء میں جب پاکستان قائم ہوگیا تو کراچی میں پاکستانی پرچم کی پرچم کشائی کیلئے قائداعظم مرحوم نے علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کو منتخب کیا،جنہوں نے پرچم کشائی کی اور ڈھاکہ کے اندر پرچم کشائی حضرت مولانا علامہ ظفر احمد عثمانیؒ نے کی۔جو اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ قائداعظم مرحوم اوران کے رفقاء اس حقیقت سے پوری طرح باخبر تھے کہ ان علماء کی معاونت کے بغیر قیام پاکستان ممکن نہ تھا۔

جمعیت علماء ہنداور جمعیت علماء اسلام کا سیاسی اختلاف

یہ حقیقت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے کہ مسلمان اپنے افکار ونظریات اورتہذیب وتمدن کے اعتبار سے ایک مستقل ملت ہے اوراس کے بالمقابل تمام کافر اقوام ایک الگ ملت۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ **الکفر ملة واحدة**۔اس اعتبار سے جمعیت علماء ہند کے اکابر نے مسلمانوں کی جداگانہ مستقل حیثیت کا کبھی انکار نہیں کیا اور نہ کبھی مسلمانوں کے ایک مستقل ملت ہونے کی نفی کی ہے۔چونکہ ملت فکری وحدت سے بنتی ہے اور قوم علاقائی،نسلی یا لسانی وحدت سے۔جیسے پاکستانی قوم مختلف ملتوں سے وابستہ ہے۔ہندوستانی قوم مختلف ملتوں سے وابستہ ہے۔ایسی ہی دیگر ممالک کی اقوام۔ جمعیت علماء ہند کی قیادت ہندوستان کی تقسیم کے حق میں نہ تھی۔ان کے نزدیک اس تقسیم سے تین بڑے نقصانات کا اندیشہ تھا۔

(۱) گذشتہ آٹھ سو سال سے ہندوستان میں اقتدار دہلی پر مسلم حکمرانوں کی حکمرانی رہی ہے۔اس تقسیم سے گویا مسلمانوں کو اپنے آٹھ سو سالہ ماضی سے دستبرداری اختیار کرنا تھی
(۲) ہندوستان کی جغرافیائی تقسیم سے یہاں کا مسلمان دو حصوں میں بٹ کر رہ جاتا۔اور اس کا ایک کثیر حصہ ہندوؤں کے رحم وکرم پر رہتا۔
(۳) مسلم لیگ کی اسوقت کی قیادت میں علماء کرام کے علاوہ قائداعظم مرحوم کے اردگرد اکثر وبیشتر وہی حضرات تھے، جو ماضی میں حکومت برطانیہ کے ساتھ وفاداری کا ثبوت دے چکے تھے۔اوراس کے صلہ میں جاگیریں اور خطابات حاصل کر چکے تھے۔لہٰذا ان سے نئی مملکت اسلامیہ کے اندر اسلامی نظام کے نفاذ کی توقع ہرگز نہیں کی جاسکتی تھی۔

جمعیت علماء ہند کے یہ خدشات وتحفظات کس حدتک درست اور صحیح ثابت ہوئے۔اس پر ہم کسی تبصرہ کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔ پاکستان کی ساٹھ سالہ تاریخ کا ایک ایک لمحہ بذات خود اس حقیقت پر گواہ اور شاہد ہے۔

اس کے برعکس حضرت تھانویؒ اوران کے رفقاء مسلمانوں کیلئے ایک ایسی علیحدہ مملکت کے قیام کو ضروری قرار دیتے تھے، جس میں مکمل اسلامی نظام نافذ ہو۔اوراسکے اثرات خطہ کے دیگر ممالک پر بھی ہوں۔یہی وجہ ہے کہ انہوں نے قائداعظم مرحوم سے مذاکرات کیلئے علماء کے جتنے وفد بھی بھیجے۔ان میں بنیادی نقطہ نئی مملکت کے اندر اسلامی نظام کے نفاذ کا ہی تھا۔ان کا یہ مقصد پورا ہوا یا نہیں، لیکن اس کیلئے ان کی علمی وفکری جدوجہد خلوص اور دیانت پر مبنی تھی۔ یہ حقیقت اپنے مقام پر مسلم ہے کہ اس مسئلہ میں دونوں طرف کے علماء کی امانت ودیانت ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے۔دونوں نے پوری دیانت داری کے ساتھ اپنی اپنی شرعی رائے پر عمل کرتے ہوئے جدوجہد کی۔ یہ ایک خالص اجتہادی اختلاف تھا، جس میں کسی فریق کو بھی مطعون کرنا شرعاً جائز نہیں۔ایک فریق اسلامی ریاست کے قیام کو ضروری قرار دیتا تھا تو دوسرا فریق مسلمانوں کی تقسیم کو ان کی وحدت کیلئے نقصان دہ سمجھتا تھا۔اور کوئی عقلمند ان دونوں میں سے کسی مؤقف کو بددیانتی پر مبنی قرار نہیں دے سکتا۔

2

علماءدیوبند......کی......علمی خدمات

جماعت دیوبند کی علمی خدمات کے چار میدان ہیں۔

(۱) جماعت دیوبند کی تفسیری خدمات

قرآن پاک کے ترجمہ وتفسیر کے میدان میں جماعت دیوبند نے ناقابل فراموش خدمات سرانجام دی ہیں۔امام شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے قرآن پاک کا فارسی ترجمہ کیا.... ان کے بیٹے شاہ عبدالقادر دہلویؒ نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا۔یہی وہ ترجمہ ہے جس کو بعد میں آنے والے اکثر مترجمین نے اپنے اپنے ترجموں کی بنیاد بنایا ہے۔یہ ترجمہ شاہ عبدالقادرؒ نے چالیس سال میں مکمل کیا....امام ولی اللہ دہلویؒ کے دوسرے بیٹے شاہ رفیع الدین دہلویؒ نے قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا.....امام ولی اللہ دہلویؒ کے تیسرے بیٹے شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے سورۂ بقرہ اور تیسویں سپارے کی تفسیر لکھی، جو ''تفسیر عزیزی'' کے نام سے معروف ہے.....فقیہ الہند حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے تفسیر مظہری کے نام سے تفسیر قرآن تالیف فرمائی....شیخ الہندؒ حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے اسارت مالٹا کے دوران قرآن پاک کا اردو ترجمہ کیا،اور سورۂ بقرۃ کے حواشی لکھے۔ اور باقی حواشی شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے مکمل کیے۔اور وہ ''تفسیر عثمانی'' کے نام سے معروف ہیں......حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ نے تفسیر بیان القرآن اور تفسیر احکام القرآن تالیف فرمائی......حضرت مولانا عبدالحق حقانی دہلویؒ نے تفسیر حقانی کے نام سے تفسیر تالیف فرمائی......شیخ التفسیر امام احمد علی لاہوریؒ نے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھیؒ سے قرآن پاک کے جو حواشی پڑھے اور لکھے وہ شائع فرمادیئے اور قرآن پاک کا آسان ترجمہ کردیا...سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے کشف الرحمٰن کے نام سے تفسیر تالیف فرمائی....مجاہد ملت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے قصص القرآن کے نام سے قرآن پاک کے تمام واقعات کو مستند تشریحات کے ساتھ

جمع فرمادیا...... مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ نے معارف القرآن کے نام سے تفسیر تالیف فرمائی...... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ نے بھی معارف القرآن کے نام سے تفسیر تالیف فرمائی۔ البتہ اسے مکمل نہ کرسکے، اس کی آخری جلد ان کے بیٹے حضرت مولانا محمد مالک کاندھلویؒ نے تالیف فرمائی۔ اس کے علاوہ بھی متعدد تراجم و تفاسیر جماعت دیوبند کی طرف سے منظر عام پہ آچکی ہیں۔

دورہ تفسیر قرآن

تراجم و تفاسیر کی تحریری خدمات سرانجام دینے کے علاوہ جماعت دیوبند کے سرکردہ حضرات نے دورہ تفسیر قرآن کے عنوان سے تقریری خدمات بھی سرانجام دی۔

(۱) حضرت شیخ الہندؒ کے حکم پر امام انقلاب حضرت سندھیؒ نے دہلی کے اندر جدید تعلیم یافتہ حضرات اور فارغ التحصیل علماء کو تفسیر قرآن پڑھانے کا سلسلہ شروع کیا۔

(۲) حضرت سندھیؒ کی طرز پر لاہور کے اندر ان کے قابل اعتماد شاگرد شیخ التفسیر امام احمد علی لاہوریؒ نے تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا اور ہزاروں علماء ان سے مستفید ہوئے۔

(۳) حضرت سندھیؒ ہی کی طرز پر جنوبی پنجاب کے علاقہ خان پور کٹورہ میں حافظ الحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستیؒ نے تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ہزاروں حضرات نے ان سے استفادہ کیا۔ الحمدللہ ہمیں بھی ان سے دورہ تفسیر پڑھنے کا شرف حاصل ہے۔

(۴) شمالی پنجاب کے علاقہ میانوالی میں توحید و سنت کے پروانے امام المفسرین حضرت مولانا حسین علیؒ صاحب (واں بھچراں) نے تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ اور ہزاروں علماء نے ان سے بھی استفادہ کیا۔

(۵) مولانا حسین علیؒ ہی کی طرز پر ان کے شاگرد اور خلیفہ مجاز امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا۔ جو ان کی صحت تک جاری رہا۔ اور ہزاروں علماء نے ان سے استفادہ کیا۔ الحمدللہ ہمیں یہ دورۂ تفسیر کرنے کا بھی

شرف حاصل ہے۔

(٦) ضلع گجرات کے علاقہ کٹھیالہ شیخاں میں حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت سندھیؒ کے شاگرد حضرت مولانا سلطان محمود صاحبؒ نے بھی تفسیر قرآن کا سلسلہ شروع کیا، اور ہزاروں علماء کو ان سے بھی استفادہ کا موقع ملا۔ ان کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر مختلف علماء کرام دورۂ تفسیر پڑھاتے رہے ہیں۔

بدقسمتی سے اب یہ سلسلہ اس قدر آگے بڑھ چکا ہے کہ ان پڑھ وجاہل اور اصول تفسیر سے ناواقف مولوی اور سنت رسولؐ (داڑھی) سے محروم پروفیسرز حضرات بھی مفسر قرآن بنکر لوگوں کی نقد ایمان لوٹ رہے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان سے امت مسلمہ کو محفوظ فرمائے۔ آمین

(۲) جماعت دیوبند کی حدیثی خدمات

تفسیر قرآن کی طرح جماعت دیوبند نے حدیث رسولؐ کے میدان میں بھی بے پناہ خدمات سرانجام دی ہیں۔ مختلف کتب احادیث کے تراجم، ان کی شروحات اور انکے حواشی تالیف فرمائے۔ محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے بخاری شریف کے حواشی تحریر فرمائے۔ آخری چھ پارے رہ گئے تھے کہ وہ دار آخرت کی طرف کوچ کر گئے۔ اور پھر ان چھ پاروں کے حواشی حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے مکمل کئے۔ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی الکوکب الدری، شرح ترمذی..... محدث العصر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی بذل المجھود، شرح ابی داؤد...... محدث کبیر حضرت مولانا علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کی فیض الباری، شرح بخاری. اور العرف الشذی، شرح ترمذی..... شیخ الاسلام حضرت مولانا علامہ شبیر احمد عثمانیؒ کی فتح الملہم، شرح صحیح مسلم اور فضل الباری، شرح صحیح بخاری..... شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ کی اوجز المسالک..... حضرت مولانا عبدالعزیزؒ صاحب محدث گوجرانوالہ کی نبراس الساری، شرح بخاری...... شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کی درس بخاری...... حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ کی معارف السنن..... حضرت مولانا

علامہ ظفر احمد عثمانیؒ کی اعلاء السنن وغیرہ وہ کتب ہیں، جو حدیث پڑھانے والے ہر مدرس کی ضرورت ہیں، اور ہر دینی کتب خانے کی زینت ہیں۔

ضروری وضاحت

یہ ایک حقیقت ہے کہ احادیث کی جملہ کتب اور ان کی شروحات صرف ان اصحاب علم سے متعلق ہیں جو احادیث کی تعلیم وتدریس کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔ ایسے حضرات جو اصول حدیث سے واقف نہیں، احادیث کی جملہ کتب سے وہ استفادہ نہیں کر سکتے۔ کیونکہ نہ وہ صحیح اور ضعیف احادیث کے درمیان فرق کرنے کی اہلیت رکھتے ہیں، نہ وہ ناسخ ومنسوخ احادیث میں فرق کر سکتے ہیں اور نہ وہ راجح ومرجوح احادیث کا فرق جانتے ہیں۔ جبکہ جملہ کتب احادیث میں ہر قسم کی احادیث موجود ہوتی ہیں۔ ہمارے ہاں آج جو گمراہی پھیل رہی ہے وہ اسی وجہ سے ہے کہ ہر ان پڑھ وجاہل کے ہاتھ میں بخاری اور مسلم وغیرہ کتب احادیث کے تراجم دے دیئے گئے ہیں۔ اور وہ وہ ناسخ ومنسوخ اور راجح ومرجوح میں فرق کئے بغیر احادیث پر عمل کرنے اور عمل کرانے کی کوشش میں مصروف ہیں۔ حالانکہ عوامی ضرورت کیلئے احادیث کی مستقل کتابیں شائع کی جاتی ہے۔ جن میں صرف ان احادیث کو بیان کیا جاتا ہے جو عوام کی عملی ضرورت سے متعلق ہوں۔ جماعت دیوبند نے اس میدان میں بھی اپنی ذمہ داریوں کو پورا کیا، اور مختلف عنوانات پر عوامی ضرورت کی کتب تالیف فرمائیں۔ مثلاً مناظر اسلام حضرت مولانا منظور نعمانیؒ نے معارف الحدیث کے نام سے، حضرت مولانا بدر عالم میرٹھیؒ نے ترجمان السنۃ کے نام سے، حضرت مولانا احمد سعید دہلویؒ نے جنت کی کنجی، دوزخ کا کھٹکا اور موت کا جھٹکا کے نام سے، حضرت مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ (تلمیذ شیخ الہندؒ) نے عماد الدین کے نام سے، مفسر قرآن حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان سواتی مدظلہ نے شرح شمائل ترمذی اور نماز مسنون کے نام سے، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریاؒ نے نبوی لیل ونہار (شرح شمائل ترمذی) کے نام سے کتب تالیف فرمائیں، جو عوامی ضرورت کو پورا کرتی ہیں۔

(۳) جماعت دیوبند کی فقہی خدمات

یہ حقیقت پوری طرح واضح ہے کہ ہندوستان کے اندر اسلام کی آمد واشاعت علماء احناف کے ذریعہ ہوئی۔ اور ہندوستان میں فقہ حنفی کے سوا کوئی اور فقہی مذہب داخل نہیں ہوا۔ نہ مالکی، نہ شافعی، اور نہ حنبلی۔ لہٰذا یہاں جو فقہی خدمات سرانجام دی گئیں وہ فقہ حنفی کے مطابق ہی تھیں۔

فقہ حنفی، خواجہ باقی باللہؒ کی نظر میں

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے پیرومرشد حضرت خواجہ محمد باقی باللہؒ فقہ حنفی کے بارہ میں فرماتے ہیں کہ میں نے عالم کشف میں دیکھا تو مجھے فقہ حنفی ایک بحر بے کنار کی صورت میں نظر آئی۔ جبکہ باقی فقہی مذاہب نہروں اور تالابوں کی صورت میں تھے۔ نیز فرمایا کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام جب آسمان سے نازل ہوں گے، اور چالیس سال حکومت کریں گے تو اس دوران وہ مختلف مسائل میں اجتہادات کریں گے۔ فقہ حنفی کی جامعیت اس قدر ہے کہ غالب گمان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا اجتہاد فقہ حنفی کے موافق ہوگا۔ اس سے بعض غیر مقلدین یہ غلط فہمی پیدا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ باقی باللہؒ کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام، امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہوں گے۔ حالانکہ یہ سراسر غلط ہے کیونکہ تقلید اور موافقت میں بڑا فرق ہے۔ نبی کسی کی تقلید نہیں کیا کرتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی کسی کی تقلید نہیں کریں گے، بلکہ خود اجتہاد کریں گے۔ البتہ ان کا اجتہاد اسی طرح فقہ حنفی کے موافق ہوسکتا ہے، جس طرح حضرت سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موافقت میں قرآن پاک کی تیس سے زائد آیات نازل ہوئیں۔

فتاویٰ جات

اس کے علاوہ عوامی ضرورت کے تحت ہر دور میں علماء کرام نے عوام کو درپیش مسائل میں جو فتوے دیئے، وہ بھی بکثرت شائع ہو چکے ہیں۔ مثلاً علامہ عبدالحئیؒ لکھنویؒ کے فتاویٰ مولانا عبدالحئی.... شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے فتاویٰ عزیزی.... حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ رشیدیہ.... حضرت تھانویؒ کے امداد الفتاویٰ..... مفتی کفایت اللہ دہلویؒ کے کفایت

المفتی .... مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندیؒ اور مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کے فتاویٰ دارالعلوم دیوبند شائع ہو چکے ہیں۔ان کے علاوہ عصر حاضر کے متعدد مفتیان کرام کے فتاویٰ جات بھی منظر عام پر آ چکے ہیں۔

(۴) جماعت دیوبند کی تبلیغی خدمات

دعوت وتبلیغ اسلام کا ایک اہم ترین شعبہ ہے۔ جسے کسی دور میں بھی اہل حق نے نظرانداز نہیں کیا۔اس شعبہ کے دومحاذ ہیں پہلا امر بالمعروف کا،اوردوسرا نہی عن المنکر کا۔ چنانچہ علماء دیوبند نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے دونوں محاذوں پر اپنے دینی فرائض سرانجام دیئے۔امر بالمعروف کیلئے دعوت اور نہی عن المنکر کیلئے مناظرہ کے ذریعہ۔

مجلس مذاہب عالم اور حضرت نانوتویؒ کا نعرہ حق

رڑھکی اور چاند پور وغیرہ علاقوں میں مذاہب عالم کے درمیان مکالمہ ومذاکرہ کی مجالس قائم کی گئیں۔تو حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ نے حقانیت اسلام کے ایسے ڈنکے بجائے کہ غیر مسلم بھی اسکا اعتراف کئے بغیر نہ رہ سکے۔ چنانچہ مباحثہ چاند پور کے نام سے حضرت نانوتویؒ کی وہ تقریر شائع بھی ہو چکی ہے۔

جماعت دیوبند،عیسائیت کے تعاقب میں

مناظرہ کے محاذ پر بھی علماء دیوبند نے انمول خدمات سرانجام دیں۔جب مسیحی مشنریاں حکومتی سرپرستی میں ہندوستان کے اندر سرگرم عمل تھیں۔اورانہوں نے چیلنج بازیوں کے بازار گرم کر رکھے تھے۔پادری فنڈر جیسے چرب زبان مناظر یورپ سے ہندوستان میں طلب کئے گئے تھے،تو اس وقت حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ،حضرت مولانا شرف الحق دہلویؒ اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے ان کا بھرپور تعاقب کیا۔حتی کہ پادری فنڈر ہندوستان سے فرار ہونے پر مجبور ہو گیا۔مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے عیسائیت کے خلاف تحریف بائبل پر''اظہار الحق'' کے نام سے کتاب تالیف کی،جس کے اردو اور انگلش تراجم بھی ہو چکے ہیں۔اس کتاب کی اشاعت کے بعد یورپین دانشوروں کا اس پر

تبصرہ یہ تھا کہ یہ کتاب اگر پڑھی جاتی رہی تو سو سال کے اندر یورپ سے عیسائیت کا وجود ختم ہو جائے گا۔

شدھی کی تحریک اور تبلیغی جماعت

جب بعض شدت پسند ہندوؤں نے مسلمانوں کو جبراً ہندو بنانے کیلئے شدھی کی تحریک کا آغاز کیا، تو اس کے مقابلہ میں حضرت شیخ الہندؒ کے شاگرد خاص رئیس التبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے دعوت وتبلیغ کا محاذ قائم کیا۔ اور اس محاذ پر ان کی خدمات کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہیں۔ ان کے بعد ان کے جانشینوں حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب رحمتہ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمتہ اللہ علیہ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس محاذ پر جو خدمات سرانجام دیں، آج پوری دنیا کے اندر اس کے اثرات محسوس کیے جاسکتے ہیں۔



3 جماعت دیوبند......کی......روحانی خدمات

آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور دیگر انبیاء کرام علیہم السلام کی دو بنیادی منصبی ذمہ داریاں رہی ہیں۔ پہلی تعلیم کتاب وسنت اور دوسری تزکیہ نفس، ان دونوں منصبی ذمہ داریوں کو علیحدہ علیحدہ حیثیت سے شریعت اور طریقت کہا جاتا ہے۔ اور ان دونوں میں کسی قسم کا کوئی تناقض اور تعارض نہیں ہے بلکہ سنت مطہرہ کی دو شاخیں ہیں۔ جیسا کہ قرآن مقدس میں ارشاد گرامی ہے کہ **ویعلمهم الكتاب والحكمة ويزكيهم** یعنی وہ نبی کتاب وسنت کی تعلیم بھی دیتا ہے، اور تزکیہ نفس بھی کرتا ہے۔ اسی طرح حدیث جبریل ؑ میں ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام جب انسانی شکل میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو انہوں نے پہلا سوال ایمان کے بارہ میں کیا، دوسرا

اسلام کے بارہ میں، اور تیسرا احسان کے بارہ میں۔ ائمہ اہل سنت کے نزدیک ایمان اور اسلام کا تعلق تعلیم کتاب وسنت سے ہے، اور احسان کا تعلق تزکیہ نفس سے ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ شریعت قرآن وسنت کے احکامات ظاہرہ پر بحث کرتی ہے، یعنی وضو کا طریقہ، نماز کا طریقہ، روزہ کا طریقہ، حج کا طریقہ اور جملہ حقوق وفرائض کا طریقہ سکھاتی ہے۔ جبکہ طریقت باطنی تزکیہ یعنی دل کی صفائی کا طریقہ سکھاتی ہے۔ عہد نبوت میں چونکہ زیارت پیغمبر ہی تزکیہ نفس کا سب سے بڑا ذریعہ تھی، اس لئے تزکیہ نفس کیلئے عبادت و ریاضت کی زیادہ ضرورت نہ تھی۔ جبکہ اس کے بعد تزکیہ نفس کیلئے عبادت وریاضت کی بکثرت ضرورت ہے۔

طریقت کے سلاسل اربعہ

جس طرح شریعت کے چار فقہی مذاہب (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) امت کے اندر متعارف ہیں۔ اسی طرح طریقت کے بھی چار سلسلوں (نقشبندی، چشتی، سہروردی، قادری) نے امت کے اندر شہرت پائی۔ ان میں سے نقشبندی سلسلہ حضرت سیدنا امام ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ اور باقی تینوں سلسلے حضرت سیدنا امام علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتے ہیں۔ جس طرح شریعت کی تعلیم گاہیں مدارس دینیہ کی صورت میں قائم ہوئیں۔ اور عہد خیر القرون سے ان کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی طرح طریقت کی تربیت گاہیں خانقاہوں کی صورت میں قائم ہوئیں۔ اور صدیوں سے ان کا سلسلہ بھی جاری ہے۔ اہل سنت والجماعت کیلئے ان دونوں سلسلوں سے تعلق قائم رکھنا ضروری ہے۔ اگرچہ آج ہمارا خانقاہی نظام کافی حد تک درہم برہم ہو چکا ہے۔ لیکن اس کے باوجود اہل حق کی ایسی خانقاہیں اب بھی اصلاح وتربیت کیلئے موجود ہیں۔

علماء دیوبند اور سلاسل طریقت

اسلاف دیوبند بحمد اللہ تعالیٰ چار سلسلوں میں صاحب نسبت ہیں۔ اور ان کے یہ چاروں

سلسلے (نقشبندی، چشتی، سہروردی، قادری) مسلسل جاری ہیں۔ ماضی قریب میں حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ کے بیٹے حضرت خواجہ محمد معصومؒ، شہید عظمت صحابہؓ حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ، امیر المؤمنین فی الجہاد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ، امیر المجاہدین حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم ؒ رائے پوری، حکیم الامت، مجدد تصوف حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ، سلطان الاولیاء حضرت مولانا حافظ محمد صدیق بھرچونڈویؒ، امام الاتقیاء حضرت مولانا تاج محمود امروٹیؒ، فخر الاولیاء حضرت مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوریؒ، شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ، شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ، رئیس المؤحدین حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچرویؒ وغیرہم حضرات کی خانقاہیں کروڑوں انسانوں کی اصلاح و تربیت کا فریضہ سرانجام دے چکی ہیں۔ انہی خانقاہوں نے امت مسلمہ کو عصر حاضر میں امام اہل سنت حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ، خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ (خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف ضلع میانوالی) قائد اہل سنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحبؒ، خطیب اسلام حضرت مولانا عبداللطیف جہلمیؒ، فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی عبدالشکور ترمذیؒ، فخر الاولیاء حضرت مولانا سید انور حسین شاہ صاحب نفیس رقم مدظلہ، نمونہ سلف حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب مدظلہ (خانقاہ ڈھڈیاں شریف)، پروردۂ خانقاہ تھانویؒ، حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوریؒ وغیرہم جیسی متبع سنت شخصیات فراہم کیں۔ خدا کرے کہ یہ سلسلہ آگے بھی اسی طرح جاری رہ سکے۔ آمین



4 جماعت دیو بند......کی......فکری خدمات

جماعت دیو بند اصولی اعتبار سے اہل سنت والجماعت ہے،اور فروعی اعتبار سے حنفی۔اہل سنت والجماعت کا فلسفہ ہدایت چار چیزیں ہے۔

(۱) دستور ہدایت......................قرآن پاک

(۲) مرکز ہدایت.......................رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

(۳) نمونہ ہدایت....................صحابہ کرام واہل بیت عظام علیہم الرضوان

(۴) شاہراہ ہدایت.......................اسلاف امت کا متواتر عمل

ہر دور کے اسلاف امت کسی مسئلہ پر متفق ہوجائیں تو وہ اجماع امت کہلاتا ہے۔اس سے اعراض نری گمراہی ہے۔اوراگر اسلاف امت کسی مسئلہ میں مختلف فیہ ہوں تو حکم ہے کہ.................. **اتبعوا السواد الاعظم**۔

جماعت دیو بند کے فکری اصول

دیو بندیت خود ساختہ اصولوں پر مبنی کوئی جدید فرقہ نہیں۔بلکہ اس کی تمام تر جدوجہد کا انحصار اہل سنت والجماعت کے مسلمہ اصولوں پر ہے،اس اعتبار سے افکار دیو بند کی اصل بنیاد کلام اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور قرآن وسنت کی تعبیرات و تشریحات کیلئے فرامین رسالت کی روشنی میں ترجیحی بنیادوں پر دیگر ذیلی ماخذ ہیں۔اصول اہل سنت چار ہیں۔جن کا تذکرہ مقدمہ میں گزر چکا ہے۔جماعت دیو بند ان اصولوں پر پورا یقین وایمان رکھتی ہے۔اوران اصولوں کے تحت جو دلائل شرعیہ ثابت ہوں ان کو پوری طرح تسلیم کرتی ہے۔

قرآن اور سنت کی تشریح سنت خلفاء راشدینؓ کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔جیسا کہ فرمان نبویؐ ہے کہ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدیین**۔تم پر میری اور میرے

خلفاء راشدینؓ کی سنت کی اتباع لازم ہے اس فرمان نبویؐ کے مطابق سنت خلفاء راشدؓین مستقل حجت شرعیہ ہے۔اسی طرح تعامل صحابہؓ بھی سنت نبویہؐ کی تعبیر وتشریح کیلئے ضروری ہے۔جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا، **ما انا علیہ واصحابی**،جس نے میرے اور میرے صحابہؓ کے طریقہ پر عمل کیا، وہی نجات پانے والا ہے۔اس فرمان نبویؐ کی روشنی میں عمل صحابہؓ ایک مستقل دلیل ہے اس کی وضاحت دوسرے مقام پر آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بایں الفاظ فرمائی **اصحابی کالنجوم با یھم اقتدیتم اھتدیتم** یعنی صحابہ کرامؓ کے باہمی علمی واجتہادی مسائل میں بھی کسی ایک کی اقتداء تمہارے لئے ہدایت کا سامان فراہم کرنے والی ہے۔گویا مسلک دیوبند میں اتباع صحابہؓ مدار نجات ہے۔یہی وجہ ہے کہ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مسلمہ فقہی اصول ہے کہ وہ اقوال صحابہؓ کے مقابل اجتہاد کو روا نہیں رکھتے۔

اجماع امت کیوں ضروری ہے؟

جماعت دیوبند کے نزدیک قرآن وسنت،سنت خلفاء راشدینؓ اور تعامل صحابہؓ کی تعبیر و تشریح کیلئے اجماع امت ہی ایک ایسی اتھارٹی ہے کہ جس کے ذریعے مذکورہ دلائل شرعیہ کے اندر افراط وتفریط اور بے اعتدالی سے بچا جاسکتا ہے۔اگر کسی مسئلہ پر اجماع امت نہ ہوسکے تو پھر اتباع سواد اعظم کا حکم ہے۔جیسا کہ فرمان رسالت ہے **اتبعوا السود الاعظم** یعنی منصوص مسائل کی تعبیر وتشریح اور غیر منصوص، قیاسی مسائل پر عمل کے لئے سواد اعظم کی پیروی کرو۔اور سواد اعظم سے جاہل عوام کا جم غفیر مراد نہیں بلکہ اصحاب علم و معرفت اور ارباب تقوی ودیانت کی اکثریت مراد ہے۔یعنی ہر دور میں عالم اسلام کے اصحاب علم ودیانت کی اکثریت نے متواتر ومتوارث مسائل میں جو فتوی دیا اسی کی اتباع میں امت کی بہتری ہے اور اسی سے نظریاتی تسلسل قائم رہ سکتا ہے۔

اہل سنت کے اصول اربعہ کے تحت جماعت دیوبند قیاس مجتہد کو تسلیم کرتی ہے اور فقہ کے مذاہب اربعہ میں سب سے بڑے اور سب سے پہلے فقیہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ

کی فقہ حنفی کی تقلید کرتی ہے۔

حاصل بحث!

یہی اصول اربعہ ارباب دیوبند کی تحقیقات کا دائرہ ہیں جن سے خروج کو وہ گمراہی، بے دینی یا کم ازکم بے اعتدالی کا باعث قرار دیتے ہیں۔ ان اصولوں کی روشنی میں مسلک علمائے دیوبند بالکل واضح وآشکارا ہے کہ وہ قرآن وسنت کو سپریم لاء اور سنت خلفاء راشدینؓ، تعامل صحابہؓ اور اجماع امت کو قرآن وسنت کے ذیلی ماخذ کی حیثیت سے شرعی دلائل مانتا ہے اور غیر منصوص اجتہادی مسائل میں امام اعظم ابوحنفیہ رحمتہ اللہ علیہ کی اس فقہ حنفی کی تقلید پر کاربند ہے جس پر امت مسلمہ کا ۷۰ فی صد طبقہ قرن ثانی سے عصر حاضر تک عمل پیرا ہے گویا فقہ کے مذاہب اربعہ میں سے اس گروہ کے ساتھ ہے جسے امت کے سواداعظم کی حیثیت حاصل ہے۔

............☆☆☆☆☆☆............

جماعت دیوبند فتنوں کے تعاقب میں

یہ خدمات دس بڑے محاذوں پر سرانجام دی گئیں۔

مسلک دیوبند کے دائرہ تحقیق کو واضح کرنے کے بعد ہم ان فتنوں کی نشاندہی بھی ضروری خیال کرتے ہیں جو مختلف اوقات میں برصغیر کے اندر پیدا ہوئے اور اسلاف دیوبند نے اپنے تحقیقاتی دائرہ میں رہتے ہوئے ان کا مقابلہ کیا۔

پہلا فتنہ........ترک تقلید

ترک تقلید، ام الفتن!

اسلامی تاریخ کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو ترک تقلید تمام افکار باطلہ اور نظریات فاسدہ کی بنیاد اور ام الفتن ہے۔ اور برصغیر کے تمام الحادی فتنے اسی ترک تقلید کی پیداوار ہیں حتیٰ کہ

غیر مقلدین کے اکابر و اسلاف بھی اس حقیقت کے معترف ہیں کہ انکار حدیث، انکار معجزات، انکار ختم نبوت اور انکار مسیح وغیرہ فتنے ترک تقلید کے نتیجہ میں ہی برآمد ہوئے کیونکہ تقلید کی بندشوں سے آزادی حاصل کیے بغیر عقائد و نظریات میں تغیر تک رسائی ممکن ہی نہیں۔ غیر مقلد اسکو کہتے ہیں جو فقہ کا انکار کرے اور فقہ کے چار اصول مسلم ہیں۔

(۱) قرآن پاک (۲) سنت رسولؐ۔ (۳) اجماع امت۔ (۴) قیاس شرعی۔

جنھیں دلائل اربعہ کہا جاتا ہے۔ لہٰذا ان میں سے کسی ایک اصول و دلیل کا انکار کرنے والا غیر مقلد ہے۔

غیر مقلدیت کی اصطلاح جدید

اسلامی تاریخ میں قبل ازیں صرف مجتہد اور مقلد کی دو اصطلاحات متعارف تھیں۔ انکے علاوہ اصحاب علم و تحقیق کسی تیسری اصطلاح سے واقف و آشنا نہ تھے۔ قیاس واجتہاد کی صلاحیت رکھنے والے اصحاب علم وبصیرت کو مجتہد کا درجہ دیا گیا۔ اور اس صلاحیت سے محروم افراد مسلمہ ائمہ میں سے کسی امام کے مقلد کہلائے۔ لیکن گذشتہ دو صدیوں میں برصغیر پاک کے اندر غیر مقلد کے عنوان سے ایک نئی اصطلاح متعارف ہوئی۔ یعنی نہ خود اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والا اور نہ کسی مجتہد کے دامن تقلید سے وابستگی گوارا کرنیوالا۔ انانیت پرستی پر مبنی یہ اصطلاح اس حد تک متعارف ہوئی کہ جدت پسند مسلمان تقلید کی بندشوں سے آزادی حاصل کر کے اس کے دامن پناہ میں جمع ہونے شروع ہو گئے۔ اور رفتہ رفتہ ایک مکتب فکر معرض وجود میں آ گیا۔ جس نے عوام کو دھوکا دینے کی خاطر اپنے لئے محدثین کی خصوصی اصطلاح اہل حدیث کا نام اختیار کیا۔ سرکار برطانیہ کے ساتھ چونکہ اس کے اچھے مراسم تھے، اس لئے مولانا محمد حسین بٹالوی کے ذریعہ اس نے سرکار برطانیہ سے اپنے لئے اہل حدیث کا نام الاٹ کرا لیا۔

غیر مقلدین کا مسعودی فرقہ

اکابر واسلاف پر بداعتمادی کا نتیجہ یہ نکلا کہ غیر مقلدین کا باہم اعتماد بھی ختم ہوتا چلا گیا اور وہ

اندرونی طور پر فکری اور نظریاتی اعتبار سے تقسیم ہوتے چلے گئے۔ان کے بیسیوں فرقے ظہور پذیر ہوئے۔جنہوں نے ایک دوسرے کے خلاف کفر کے فتوؤں کا بازار گرم کیا۔ انہی میں سے ایک فرقہ مسعودی فرقہ کہلایا۔جس کا بانی مسعود احمد ہے، جو عالم دین نہیں بلکہ ایک دفتر کا کلرک تھا۔ وہ جماعت غرباء اہل حدیث کا رکن تھا۔ دیگر غیر مقلدین کی طرح اسے بھی شہرت پسندی کا شوق ہوا۔اس شوق کے تحت اس نے چند کتابیں تالیف کیں جن میں ائمہ مجتہدین اوران کے جملہ مقلدین کوشریعت ساز اور مشرک قرار دیا۔اس کی اس روش سے اسے غیر مقلدین کے حلقہ میں کافی پذیرائی ملی ۔اس پذیرائی کی بناء پر اس کے دل کے اندر امیر بننے کا شوق پیدا ہوا۔چنانچہ اس نے صرف شوق امارت کے تحت ۱۳۸۵ھ میں جماعت غرباء اہل حدیث کے امارتی نظام کے اندر ایک اور امارتی نظام قائم کیا۔جس کا نام ''جماعت المسلمین'' رکھا۔اوروہ دس سال تک جماعت غرباء اہل حدیث کے زیر کنٹرول کام کرتا رہا۔اس کے بعد ۱۳۹۵ھ میں اس نے حسب پروگرام خودمختاری کا اعلان کردیا۔اس اعلان کے بعد وہ ایسا مطلق العنان امیر بنا کہ اس نے اپنی امارت سے باہر کے ہر شخص کو کافر قرار دے دیا۔اس کے نزدیک مقلد اور غیر مقلد سب کافر تھے۔ مقلدین کا جرم یہ تھا کہ وہ ائمہ مجتہدین کی تقلید کے مجرم تھے۔اور غیر مقلدین اس وجہ سے کافر قرار پائے کہ انہوں نے مسعود احمد کی امارت کو تسلیم نہیں کیا۔ اس نے صرف تین چیزوں کو مسلمان ہونے کی بنیاد قرار دیا۔(۱) خدا کی حاکمیت ۔(۲) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت ۔(۳) مسعود احمد کی امارت ۔گویا اس کے اوراس کے فرقہ کے نزدیک اللہ کی حاکمیت اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کو ماننے والا بھی اس وقت تک مسلمان نہیں قرار پاسکتا جب تک کہ وہ مسعود احمد کی امارت کو نہ مانے۔مسعود احمد کی وفات کے بعد آج کل اس کی جگہ اشتیاق احمد اس کی جماعت کا امیر ہے۔ یہ جماعت دیگر تمام جماعتوں اور گروہوں کو فرقہ بندی اور گروہ بندی کا شکار قرار دیتی ہے۔لیکن خود عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرناک فرقہ اور سب سے بڑا گمراہ گروہ ہے۔

(نوٹ)اس فرقہ کے بارہ میں مزید معلومات حاصل کرنے کیلئے استاذی المکرّم، سلطان المناظرین حضرت مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی نور اللہ مرقدہ کی تجلیات صفدر اور مجموعہ رسائل کا مطالعہ ضرور کیجئے۔

نیم مقلد کی اصطلاح جدید!

یہاں تک کہ اسی اصطلاح میں سے جدت پسندی کی ایک ترقی یافتہ صورت برآمد ونمودار ہوئی۔ جس کے بانی وموجد عصر حاضر کے نامور مفکر ڈاکٹر اسرار احمد ہیں۔ انکا دعویٰ ہے کہ میں نہ مقلد ہوں اور نہ غیر مقلد، بلکہ میں نیم مقلد ہوں۔ اور نیم مقلد کی تعریف و تشریح وہ اس طرح کرتے ہیں کہ تقلید شخصی کی بجائے میں بیک وقت پانچ ائمہ کی تقلید کرتا ہوں۔ یعنی ائمہ اربعہ امام ابوحنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے علاوہ پانچویں امام محمد بن اسماعیل بخاریؒ کا مقلد ہوں۔ عملی زندگی میں یہ کیونکر ممکن ہے؟ اور پانچ کے مقلد پر نیم مقلد کی اصطلاح کہاں تک واقعاتی حقیقت رکھتی ہے؟ فی الحال ہمیں اس سے بحث نہیں۔ لیکن یہ ایک دوٹوک حقیقت ہے کہ نیم مقلد کی اصطلاح ڈاکٹر صاحب کی ''جدت'' ہے۔ جس کا اسلامی تاریخ میں ثبوت ملنا محال وناممکن ہے۔

دوسرا فتنہ......رافضیت

اسلاف دیوبند کو جس دوسرے فتنے کا سامنا کرنا پڑا، وہ فتنہ رافضیت ہے۔ یہ فتنہ اگرچہ امت مسلمہ میں پیدا ہونے والا سب سے پہلا اور قدیم فتنہ ہے، لیکن برصغیر پاک وہند میں اس فرقہ کی آمد اس وقت ہوئی جب سترہویں صدی عیسوی کے وسط میں مغل بادشاہ سلطان نصیر الدین محمد ہمایوں نے شیر شاہ سوری سے شکست کھا کر ایران میں پناہ لے لی، اس وقت ایران میں متعصب رافضی، صفوی خاندان برسر اقتدار تھا، چنانچہ صفوی حکومت کی عسکری اعانت سے سلطان ہمایوں دوبارہ اقتدار ہند پر قابض ہونے میں کامیاب ہوا، اس طرح خاندان مغلیہ صفوی خاندان اور ایران کا زیر احسان ہو کر رہ گیا۔ اور صفوی خاندان نے مذہبی تعصب کی بناء پر اس احسان کا صلہ یہ وصول کیا کہ ہندوستان میں روافض کی آمد و

رفت اور مذہبی تبلیغ کا سلسلہ شروع کردیا۔صفوی حکومت کے اس مشن کو سلطان جلال الدین اکبر کے دین الٰہی کی آڑ میں پنپنے کا مزید موقع ملا اور جب اکبر کے بیٹے سلطان جہانگیر نے ایرانی نژاد مہر النساء کونور جہاں کا لقب دے کراس سے شادی رچالی تو رافضیت کی تقویت وترقی کے راستے مزید کھل گئے۔اورمعروف رافضی قاضی نوراللہ شوستری تقیہ کی چاراوڑھ کرایران سے ہندوستان پہنچا،اورنور جہاں کی کوششوں سے لاہور کی مسند قضاء پر رونق افروز ہوگیا۔جسے بعد میں سب صحابہؓ کے جرم میں جہانگیر نے قتل کرادیا۔

روافض کے ساتھ اہل سنت والجماعت کے بنیادی اختلافات چھ قسم پر ہیں۔

(ا) تفریق بین الصحابہؓ !

روافض کی پہلی فکر فاسد،تفریق بین الصحابہؓ ہے، کہ وہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کے درمیان متفرق تفریقوں کے قائل ہیں۔

(پہلی تفریق) کے حوالہ سے وہ یہ نقطہ نظر رکھتے ہیں کہ رحلت پیغمبرؐ کے بعد العیاذباللہ تعالیٰ تین کے سواباقی تمام صحابہؓ مرتد ہوگئے تھے جبکہ اہل سنت والجماعت اس نقطہ نظر کو گمراہی وبے دینی قرار دیتے ہیں۔

(دوسری تفریق) کے اعتبار سے وہ اہل بیت عظامؓ کے ساتھ محبت وعقیدت کے مدعی ہیں اور صحابہ کرامؓ پر تبرا کرنا جزو ایمان سمجھتے ہیں جبکہ اہل سنت والجماعت اسے قرآنی ونبویؐ تعلیمات کے منافی قرار دیتے ہیں۔

(تیسری تفریق) کے اعتبار سے وہ امام علی المرتضیٰ، حضرت فاطمۃ الزہراء، امام حسن اور امام حسین علیہم الرضوان کوتو اہل بیت تسلیم کرتے ہیں لیکن ازواج مطہرات رضوان اللہ علیہن کواہل بیت تسلیم کرنے پرآمادہ نہیں جبکہ اہل سنت والجماعت قرآن پاک کی آیت تطہیر کی روشنی میں ازواج مطہراتؓ کواور فرمان نبویؐ **اللھم ھولاء اھل بیتی** کی روشنی میں امام علیؓ،حضرت فاطمہؓ اورحضرات حسنینؓ کواہل بیت پیغمبرؐ تسلیم کرتے ہیں۔

(۲) سبّ صحابہؓ !

روافض کی دوسری فکر فاسد سبّ صحابہؓ ہے، یعنی وہ نبوت کے ۲۳، سالہ تربیت یافتہ اصحاب کو نہ صرف دولت ایمان وایقان سے تہی دامن سمجھتے ہیں بلکہ ان پر سبّ وشتم کو مذہبی فریضہ اور عبادت قرار دیتے ہیں، ان کا تقریباً تمام لٹریچر سب صحابہؓ سے آلودہ ہے۔ جبکہ اہل سنت و الجماعت نبوت کے عینی شاہدوں کے خلاف اس جارحانہ طرز عمل کو مقدمہ نبوت کو کمزور کرنے کی ایک عجمی سازش قرار دیتے ہیں۔

(۳) خلافت راشدہ !

روافض کی تیسری فکر فاسد یہ ہے کہ وہ قرآن کی موعودہ اور تاریخ کی واقعاتی ''ترتیب خلافت'' کو قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ ان کے نزدیک امام علیؓ المرتضٰی خلیفہ بلافصل اور اصحابؓ ثلاثہ العیاذ باللہ تعالیٰ غاصب تھے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ تاریخ کی واقعاتی ترتیب خلافت درحقیقت قرآن کی موعودہ ترتیب ہے۔ یعنی قرآن پاک کی آیت استخلاف اور آیت تمکین میں مہاجرین صحابہ کرامؓ سے جو وعدہ خلافت کیا گیا ہے، اس کے مطابق امام ابوبکر صدیق، امام فاروق اعظم، امام عثمان غنی اور امام علی المرتضٰی علیہم الرضوان چاروں کی خلافت واقعاتی ترتیب کے مطابق برحق اور قیامت تک کی اسلامی حکومتوں کیلئے نمونہ اور آئیڈیل ہے۔

(۴) نظریہ امامت !

روافض کی چوتھی فکر فاسد ان کا نظریہ امامت ہے جس میں وہ اپنے ائمہ کو انبیاء کرام علیہم السلام کی طرح معصوم قرار دیتے ہیں، ان پر نزول وحی کے قائل ہیں اور انکی اطاعت کو اتباع انبیاءؑ کی طرح لازم سمجھتے ہیں۔ جبکہ اہل سنت والجماعت کے نزدیک یہ نظریہ عقیدہ ختم نبوت کے سراسر منافی ہے۔

(۵) تحریف قرآن !

روافض کی پانچویں فکر فاسد نظریہ تحریف قرآن ہے، ان کے نزدیک یا تو قرآن مکمل طور

پر اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔ وہ امام مہدی کے پاس غار میں ہے جو قرب قیامت میں لے کر ظاہر ہوں گے۔ اور یا اس میں کمی بیشی واقع ہو چکی ہے۔ جبکہ اہل سنت والجماعت اسے کلام اللہ کے خلاف ایک خطرناک صہیونی سازش قرار دیتے ہیں۔

(۶) مشاجرات صحابہ ؓ !

روافض کی چھٹی فکر فاسد یہ ہے کہ وہ امام علی، حضرت معاویہ اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا وعنہما کے مابین جنگ جمل و جنگ صفین کی صورت میں ہونے والے مشاجرات میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حق پر اور انکے مخالفین کو کفر و باطل پر قرار دیتے ہیں جبکہ اہلسنت والجماعت کے نزدیک یہ مشاجرات حق و باطل کی بنیاد پر نہیں بلکہ قاتلین عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی پیدا کردہ غلط فہمیوں کی وجہ سے قیاس و اجتہاد کی بنیاد پر تھے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حیثیت مجتہد مصیب کی اور انکے مخالفین حضرت معاویہ، حضرت عائشہ، حضرت طلحہ اور حضرت زبیر علیہم الرضوان کی حیثیت مجتہد خاطی کی ہے یعنی ان سے خطاء اجتہادی ہوئی ہے۔ اور فرمان نبوی ؐ کے مطابق انکے لئے بھی عند اللہ ایک اجر ثابت ہے۔

مشاجرات صحابہ ؓ اور مودودی

مشاجرات کی اس بحث میں ایک نقطہ نظر سید ابو الاعلیٰ مودودی کا بھی ہے۔ وہ ان مشاجرات کو اسلام و کفر کی جنگ تو قرار نہیں دیتے۔ لیکن معاویہ ؓ دشمنی میں وہ اس حد تک آگے بڑھ چکے ہیں کہ ان کو بر سر عام بدعتی قرار دینے کے علاوہ انکی مجتہدانہ حیثیت کو بھی تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ انکے نزدیک حضرت معاویہ ؓ کی خطا، خطاء محض تھی، خطاء اجتہادی نہ تھی۔

رافضیت کا فرقہ آغا خانیت

عصر حاضر میں ہمارے ملک کے اندر آغا خانیت کا فتنہ اپنی دولت، بین الاقوامی تعلقات اور حکومتی سرپرستی کی وجہ سے بہت زیادہ ترقی پا رہا ہے۔ اور جب سے موجودہ حکومت نے ملک کے تعلیمی شعبہ کو آغا خان فاؤنڈیشن کے زیر کنٹرول دینے کا فیصلہ کیا ہے اس

وقت سے یہ فتنہ امت مسلمہ کے لئے بالخصوص اور مسلمانان پاکستان کیلئے بالعموم خطرناک صورت اختیار کر رہا ہے۔ تحریک آغا خانیت کا پس منظر کیا ہے؟ اس پر ہم مختصر بحث کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

آغا خانیت، شیعیت و رافضیت ہی کی ایک شاخ ہے۔ تحریک رافضیت اپنے ائمہ خمسہ (یعنی امام علی مرتضیٰؓ، امام حسنؓ، امام حسینؓ، امام زین العابدینؒ، امام محمد باقرؒ اور امام جعفر صادقؒ) تک متفق رہی۔ اور اس کے بعد یہ تحریک دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ اثناء عشری کہلایا، اور دوسرا اسماعیلی۔ اثناء عشری گروہ نے امام جعفر صادقؒ کے چھوٹے بیٹے امام موسیٰ کاظمؒ کو اپنا امام بنایا۔ اور اسماعیلی گروہ نے ان کے بڑے بیٹے اسماعیل بن جعفرؒ کو اپنا امام قرار دیا۔ اسماعیل بن جعفرؒ (المتوفی ۱۵۸ھ) سے لیکر حسین بن احمد رضی عبداللہ تک اسماعیلی فرقہ کا سلسلہ امامت مستور یعنی پوشیدہ رہا۔ حسین بن احمد نے جب ۲۹۷ھ میں افریقہ کے اندر حکومت قائم کرلی۔ تو ان کا سلسلہ امامت بھی ظاہر ہوگیا۔ حسین بن احمد نے مہدی کا لقب اختیار کیا اور یہ اسماعیلی حکومت ۳۶۴ھ تک افریقہ میں اور ۳۸۵ھ تا ۵۶۷ھ مصر میں قائم رہی۔ جس کو فاطمی خلافت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

اسماعیلیوں کے اٹھارویں امام ابوتمیم سعید المعاد المستنصر باللہ (المتوفی ۴۸۷ھ) تک یہ گروہ متحد رہا۔ اس کے بعد یہ اسماعیلی بھی دو حصوں میں بٹ گئے۔ ایک طبقہ نے مستنصر باللہ کے بیٹے نزار کو اور دوسرے طبقہ نے دوسرے بیٹے مستعلی کو امام بنالیا۔ یہ دور حسن بن صباح کا دور تھا۔ جو اسماعیلی فرقہ میں بڑی اہمیت رکھتا تھا۔ اس نے نزار کی حمایت کی، اس طرح اسماعیلی فرقہ نزاریہ اور مستعلیہ دو فرقوں میں تقسیم ہوگیا۔ نزار نے مصر سے بھاگ کر اسکندریہ میں حکومت قائم کرلی۔ مستعلی نے لشکر بھیج کر اسے گرفتار کرلیا۔ اور ہمیشہ کے لئے قید خانہ میں ڈال دیا۔ حسن بن صباح نے ''قلعہ الموت'' میں نزاری حکومت قائم رکھی اور نزار کے بیٹے مہدی کو مصر سے بلا کر مسند امامت پر بٹھا دیا۔ ۴۸۷ھ تا ۶۵۴ھ قلعہ الموت پر نزاری حکومت قائم رہی۔ جسے تاتاریوں نے تہس نہس کر دیا۔

اس طرح نزاری امامت کا مرکز ایران میں منتقل ہوگیا۔
اسماعیلیوں کا پینتالیسواں امام خلیل اللہ علی دوم ۱۲۳۳ھ میں جب ایک شورش میں قتل کردیا گیا تو اسماعیلیوں نے اپنے امام کے قتل پر حکومت کے خلاف شورشیں کھڑی کردیں، جس پر اس وقت کے ایرانی بادشاہ فتح علی خان قاچار نے ان کو مطمئن رکھنے کیلئے خلیل اللہ کے دوسالہ بیٹے حسن علی کو آغاخان کا لقب دے کر ان کا امام بنادیا۔ اور پھر اپنی بیٹی اس سے بیاہ دی۔
یہاں سے اسماعیلی اماموں کیلئے آغاخان کا لقب شروع ہوا۔ حالات کی ناموافقت کی وجہ سے آغاخان اول حسن علی ایران سے ہندوستان منتقل ہوگیا۔ اور بمبئی میں سکونت اختیار کرلی۔ اس وقت سے اب تک آغاخان کے لقب سے ان کے چار امام ہوچکے ہیں۔ (۱) آغاخان اول، حسن علی، ۱۲۳۳ھ تا ۱۲۹۸ھ۔ (۲) آغاخان دوم، علی شاہ، ۱۲۹۸ھ تا ۱۳۰۲ھ۔ (۳) آغاخان سوم، سلطان محمد شاہ، ۱۳۰۲ھ تا ۱۳۷۶ھ۔ (۴) آغاخان چہارم، کریم شاہ، حاضر امام۔

آغاخانی عقائد ونظریات

آغاخانی خداتعالیٰ کی بجائے حاضر امام کی عبادت کرتے ہیں۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علیؓ میں حلول کرگیا۔ اور پھر یکے بعد دیگرے ہر امام میں حلول کرتا رہا۔ گویا انکے عقیدہ کے مطابق حاضر امام بعینہ علی ہے۔ اور علی بعینہ خدا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ ان کا ساتواں امام محمد بن اسماعیل صاحب شریعت رسول ہے۔ اور اس کی باطنی شریعت سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ظاہری شریعت منسوخ ہوچکی ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ حاضر امام ظاہری شریعت کے جس حکم کو جس وقت چاہے منسوخ کرسکتا ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ عہد عثمانی میں جو قرآن پاک جمع کیا گیا اس میں کمی بیشی کی گئی ہے، اور اس کے علاوہ بھی دس سپارے موجود ہیں، جو باطنی ہیں اور سینہ بہ سینہ چل رہے ہیں۔ وہ قیامت، حشر ونشر اور ثواب وعذاب کے قائل بھی نہیں ہیں۔
(نوٹ) اس کی مزید تفصیلات شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نوراللہ مرقدہ کی کتاب ''گمراہ کن عقائد ونظریات اور صراط مستقیم'' میں ملاحظہ فرمائیے۔

تیسرا فتنہ......خارجیت

اسلاف دیوبند کو جس تیسرے فتنہ سے واسطہ پڑا، وہ خارجیت کا فتنہ ہے جو روافض کے انتہاپسندانہ طرز عمل کی بناپر ردعمل کی صورت میں ظاہر ہوا۔جس نے روافض کی ضد میں العیاذ باللہ تعالیٰ امام علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کو نشانہ مشق بنالیا۔انہوں نے ☆امام علیؓ، حضرت فاطمہؓ اور حضرات حسنینؓ کے فضائل ومناقب کی تمام احادیث کو عجمی سازش قرار دیتے ہوئے مسترد کردیا.....☆حضرت فاطمہؓ کے **سیدۃ نساء اهل الجنه** ہونے اور حضرات حسنینؓ کی صحابیت سے انکار کردیا.....☆حضرت علیؓ کی خلافت کو عبوری دور اور مشاجرات میں حضرت معاویہؓ کو مبنی برحق اور حضرت علیؓ کو مبنی برخطا قرار دیدیا......☆یزید کو امیر المومنین اور امام حسینؓ کو باغی قرار دے دیا۔

اس فتنہ خارجیت کے ترجمان پروفیسر محمود احمد عباسی، مولوی عظیم الدین، مولانا محمد اسحاق سندیلوی، ابو یزید بٹ، حکیم فیض عالم صدیقی، اور حکیم محمود احمد ظفر وغیرہ لوگ ہیں۔ اسلاف دیوبند نے ان خارجی نظریات کی بھرپور تردید کی اور اپنے اس متواتر ومتوارث نظریہ کو اجاگر کیا کہ امام حسینؓ شہید برحق اور یزید فاسق وفاجر تھا۔

چوتھا فتنہ........بریلویت

اسلاف دیوبند کو جس چوتھے فتنہ کا سامنا کرنا پڑا وہ شرک وبدعات کا فتنہ ہے جس نے ہمارے خانقاہی نظام کی بنیادیں ہلا کر رکھ دیں۔قبر پرستی اور سماع بالمزامیر کے رجحان نے مزارات کا تقدس پامال کر کے رکھ دیا۔نذر ونیاز اور چڑھاوے مزارات کے لوازمات بن کررہ گئے۔ان اولیاء اللہ کو صفات الٰہیہ سے متصف کردیا گیا جنہوں نے ساری زندگی شرک کے خلاف عقیدہ توحید کی تبلیغ واشاعت کی۔مجدد الف ثانیؒ نے انہی افعال شنیعہ کے خلاف آواز بلند کی۔شاہ ولی اللہؒ نے تو یہاں تک فرمایا کہ مشرکین مکہ کا شرک میرے لئے ناقابل فہم تھا کہ وہ خدا تعالیٰ کے خالق ورزاق ومالک حقیقی ہونے کے معترف بھی تھے اور پتھر کے مجسموں کو اس تک رسائی کا ذریعہ قرار دیتے ہوئے اسکا شریک بھی ٹھہراتے تھے۔

لیکن اپنے زمانہ کی خانقاہوں میں ہونے والے افعال شنیعہ سے مجھے مشرکین مکہ کے شرک کی عملی تصویر نظر آ گئی۔ ہمارا خانقاہی نظام جو کبھی تزکیہ نفس کے لئے اصلاح وتربیت کا ضامن تھا، شرک وبدعات کا نمونہ بن کر رہ گیا۔ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ، بابا فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت علی ہجویریؒ کے مزارات نہ صرف ان کی تعلیمات کے خلاف شرک وبدعات کے اڈے بن کر رہ گئے بلکہ وہاں عورتوں کی بے پردگی نے اخلاقی حدود تک پامال کر کے رکھ دیں۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کی کشف المحجوب کو سامنے رکھ کر انکے مزار پر ہونے والے افعال قبیحہ کا جائزہ لیجئے۔ صاف معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ ان کی تعلیمات وعمل کے منافی ہے۔ اس ضمن میں اسلاف دیوبند کا یہ مسلک بالکل واضح ہے کہ

☆ ....علم غیب خاصہ خداوندی ہے، غیر اللہ کیلئے علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ انبیاء کرام اور اولیاء عظام کو انکے مقام ومنصب کے مطابق جتنا علم خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت کے مطابق مناسب سمجھا، عطا فرمایا۔ مخلوقات میں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ علم ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

☆ ....حاضر وناظر، حاجت روا، مشکل کشا، اور مختار کل خدا تعالیٰ کی صفات ہیں۔ انہیں غیر کی طرف کلی طور پر منسوب کرنا شرک ہے۔ یعنی غیر اللہ سے مافوق الاسباب امور میں امداد واعانت طلب کرنیکا نظریہ غیر اسلامی ہے۔ معجزات وکرامات کے باب میں ظہور پذیر ہونے والے تمام واقعات ماتحت الاسباب امور میں داخل ہیں کیونکہ ان میں قدرت خدا کی ہوتی ہے اور ہاتھ نبیؑ یا ولیؒ کا۔

☆ ......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ذات کے اعتبار سے بشر اور صفت کے اعتبار سے نور ہیں اور آپ کی ان دونوں حیثیتوں میں سے کسی ایک حیثیت کا منکر بھی گمراہ وبے دین ہے۔

☆ ....وہ افعال واعمال جو سنت نبویؐ، تعامل صحابہؓ وتابعینؒ اور فقہ کے مذاہب اربعہ سے ثابت نہیں، انہیں دین اور ثواب سمجھ کر کرنا بدعت ہے خواہ وہ خانقاہی بدعات ہوں یا سماجی رسومات۔

پانچواں فتنہ.......انکارحیات النبیؐ

اسلاف دیوبند کا واسطہ جس پانچویں فتنہ سے پڑا، وہ انکار حیات النبیؐ کا فتنہ ہے جو ۱۹۵۸ء میں قبر پرستی کے ردعمل کی صورت میں سامنے آیا۔ جب بریلوی مکتب فکر کے بعض غالی حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہر جگہ حاضر وناظر ہونے اور ہر جگہ سماع صلوٰۃ وسلام کا تصور باطل پیش کیا تو منکرین حیات نے ان کی ضد میں آکر آپؐ کی حیات فی القبر اور عند القبر سماع صلوٰۃ وسلام سے بھی انکار کر دیا۔ گویا یہ انتہا پسندانہ طرز فکر کا انتہا پسندانہ ردعمل ہے حالانکہ عام اموات سے انبیاء کرام علیہم السلام کا استثنائی سماع عند القبر ہر دور میں اجماعی عقیدہ کی حیثیت سے تسلیم کیا گیا ہے اور اس میں کبھی اہل سنت کے درمیان اختلاف واقع نہیں ہوا۔ یہی اسلاف دیوبند کا مسلک ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم اطہر روضہ اقدس میں بہ تعلق روح حیات ہے اور آپؐ عند القبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام خود سنتے ہیں۔ دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام فرشتوں کے ذریعہ سے آپؐ تک روضہ اقدس میں پہنچایا جاتا ہے۔ منکرین حیات انبیاء نے قبر پرستوں کی ضد میں صرف عقیدہ حیات النبیؐ سے ہی انکار نہیں کیا بلکہ قبر کی سزا و جزا کے قرآنی ونبویؐ فرامین سے بھی منحرف ہو گیا اور اس نے انبیاء واولیاء کے وسیلہ سے دعا مانگنا بھی شرک وبدعت قرار دے دیا۔ سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری اس گروہ کے بانی وپیشوا ہیں۔

منکرین حیات الانبیاءؑ کا عثمانی فرقہ

یہ ایک مسلمہ فطری اور مشاہداتی اصول ہے کہ بڑوں کے خلاف بداعتمادی پیدا کرنیوالا خود بھی زندگی کے کسی نہ کسی موڑ پر بداعتمادی کا شکار ہو جاتا ہے۔ اور راہ اعتدال سے بھٹکنے والا ہر باطل فرقہ اس مرحلہ سے ضرور گزرا ہے۔ اس نے جن لوگوں کے دلوں میں بڑوں کے خلاف بداعتمادی پیدا کی، انھی میں سے بعض لوگ ترقی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور ان بداعتمادی پیدا کرنیوالوں کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ ہمارے ہاں جب بعض لوگوں نے عقیدہ حیات الانبیاءؑ کے بارہ میں بزرگان دیوبند کے خلاف بداعتمادی کی فضاء پیدا کی اور

یہ تاثر دیا کہ اس عقیدہ کے بارہ میں ان کی تحقیقات نصوص شرعیہ اور احکامات قرآنیہ کے خلاف ہیں تو انہی میں سے کچھ لوگ آگے بڑھے اور انہوں نے بعض دیگر عقائد وافکار میں بھی نہ صرف بزرگان دیوبند پر بلکہ خود ان پر بھی بد اعتمادی کا اعلان کر دیا۔

ان میں سے سرفہرست ڈاکٹر کیپٹن مسعود الدین عثمانی کا ''عثمانی فرقہ'' ہے۔ جو کراچی کے اندر کیماڑی میں پیدا ہوا۔ اور جس نے اپنے مشن کی بنیاد توحید پر رکھی، اور توحید کا ایسا خانہ ساز مفہوم اختراع کیا کہ جس سے سنت وحدیث کا ترک وانکار لازم آتا تھا۔ اس گروہ نے فرقہ پرستی کے خلاف جہاد کے عنوان سے ایسا طرز اختیار کیا کہ خود ایک فرقہ بن کر رہ گیا۔ اس کے نزدیک دم اور تعویز بھی شرک قرار پائے۔ عقیدہ حیات النبی ﷺ بھی شرک قرار پایا۔ روضہ اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنا بھی شرک قرار پایا۔ حتی کہ روضہ اقدس کی زیارت کیلئے حج وعمرہ کے موقع پر سفر کرنا بھی شرک قرار پایا۔ گویا یہ منکرین حیات الانبیاء کی ایک بگڑی ہوئی ترقی یافتہ صورت ہے۔ جو اکابر واسلاف پر بد اعتمادی کے نتیجہ میں پیدا ہوئی۔

چھٹا فتنہ........نیچریت

اسلاف دیوبند کو جس چھٹے فتنہ سے واسطہ پڑا، وہ نیچریت یعنی عقل پرستی کا فتنہ ہے۔ اگرچہ اس فتنہ کا شمار قدیم فرقوں میں ہوتا ہے اور زمانہ قدیم میں معتزلہ کے نام وعنوان سے یہ فرقہ انتہائی شہرت کا حامل ہے لیکن برصغیر میں اس فرقہ کے موجد، علی گڑھ یونیورسٹی کے بانی جناب سرسید احمد خان ہیں جنہوں نے فہم قرآن کیلئے نیچر یعنی عقل کو اتھارٹی قرار دیا۔ قرآن اور حدیث کے درمیان اپنی عقل کے مطابق ''ذہنی مطابقت'' پیدا کرنے کی کوشش کی، اور قرآن وحدیث کے ہر اس واقعہ وخبر کی نفی کر دی جس تک رسائی حاصل کرنے سے انکی عقل عاجز تھی، انہوں نے معجزات انبیاء، بعث بعد الموت، ملائکہ، وحی، جنت، دوزخ اور قیامت تک سے انکار کر دیا اور انکی ایسی ایسی تاویلیں کیں کہ اسلامی تعلیمات واحکامات کی روح فنا ہو کر رہ گئی۔ پھر عقل پرستی کا کرشمہ مختلف نظریات فاسدہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔

انکار ولادت مسیح بے پدر!

عقل پرستی کا پہلا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بن باپ ولادت کے اجماعی عقیدہ سے انکار کر دیا گیا۔ اور یوسف نجار کو حضرت عیسیٰؑ کا باپ ثابت کرنے کیلئے بیسیوں کتابیں شائع کی گئیں کیونکہ ان کی بن باپ ولادت کا تصور عقل انسانی سے ماروا تھا۔

انکار حیات مسیحؑ !

دوسرا نتیجہ یہ ظاہر ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات، رفع الی السماء، اور قرب قیامت میں انکے نزول کی تمام احادیث کی صحت سے انکار کر دیا گیا۔ کیونکہ یہ بھی عقل انسانی کے مطابق بعید از قیاس تھا۔

انکار معراج جسمانی!

تیسرا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معراج جسمانی سے انکار کر دیا گیا۔ کیونکہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان کا سفر بھی عقل کی رسائی سے بعید تھا۔

جبکہ اس بارہ میں اسلاف دیوبند کا مسلک بالکل واضح ہے کہ وہ قرآنی ونبویؐ فرامین کے پرکھنے کیلئے عقل کو نہیں بلکہ ایمان کو اتھارٹی قرار دیتے ہیں۔ اور ماضی و مستقبل کے ان تمام واقعات واخبار پر غیر متزلزل یقین رکھتے ہیں جو قرآنی وحدیثی نصوص سے ثابت ہیں۔ ان سے انکار وانحراف کو گمراہی اور بے دینی قرار دیتے ہیں۔ وہ معجزات و کرامات کو حق مانتے ہیں۔ قیامت، بعث بعد الموت، جنت، دوزخ، پل صراط وغیرہ کا تعلق عقلیات کی بجائے ایمانیات سے تسلیم کرتے ہیں۔ حضرت عیسیٰؑ کی بن باپ ولادت، ان کے رفع الی السماء اور قرب قیامت میں ان کے نزول پر پختہ یقین رکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ کہ یوسف نجار حضرت عیسیٰؑ کا باپ ہے اور حضرت عیسیٰؑ کی قبر سری نگر میں ہے، سراسر خلاف حقیقت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج جسمانی برحق ہے۔

ساتواں فتنہ........قادیانیت

اسلاف دیوبند کو جس ساتویں فتنے کا سامنا کرنا پڑا، وہ مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ انکار ختم نبوت ہے۔اس کے تعاقب میں اسلاف دیوبند کی جدوجہد اور قربانیوں کا نتیجہ سامنے آیا اور ۱۹۷۴ء میں پاکستانی پارلیمنٹ نے اس کے ماننے والے قادیانی و لاہوری دونوں گروہوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیدیا۔اس بارہ میں اسلاف دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم **خاتم النبیین** ہیں، آپ کے بعد تشریعی وغیر تشریعی ہر قسم کی نبوت ختم ہوچکی ہے، اب کسی قسم کا مدعی نبوت اور اسے نبی و مسلمان ماننے والا ہر شخص کافر وکاذب اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

انکار ختم نبوت کا ذکری فرقہ

اسلام کی گذشتہ تاریخ میں ختم نبوت کا انکار کرنیوالے طبقات نے دعویٰ نبوت کے لئے پہلی سیڑھی مہدویت اور مسیحیت اختیار کی۔کچھ لوگ تو حسب پروگرام اس سے آگے دعویٰ نبوت تک پہنچنے میں کامیاب ہوگئے، اور کچھ لوگ اسی منزل پر الجھ گئے اور حالات نے انہیں اگلی منزل تک پہنچنے کا موقع نہیں دیا۔پاکستان کا ذکری فرقہ بھی اسی قسم کے طبقات میں سے ہے، جو فرقہ مہدویہ کی ایک شاخ ہے۔اس فرقہ مہدویہ کا بانی سید محمد جونپوری تھا، جو مہدویت کا مدعی تھا۔اور ۸۴۷ھ میں ہندوستان کے صوبہ اودھ کے شہر جونپور میں پیدا ہوا۔اور ۹۱۰ھ میں اس کا انتقال ہوا۔

اس کے انتقال کے بعد اس کے مریدین منتشر ہوگئے۔انہی مریدین میں ایک ملا محمد اٹکی تھا۔جو اٹک کا رہنے والا تھا۔اس کے اندر شہرت پسندی کا جنون پیدا ہوا، تو وہ بلوچستان کے علاقہ سرباز میں جانکلا۔اسی زمانہ میں فرقہ باطنیہ (یعنی اسماعلیہ) ایران میں شاہ ایران شاہ محمد اسماعیل صفوی کے زیر عتاب آچکا تھا۔اور اس فرقہ کے لوگوں نے ایران سے بلوچستان کی طرف نقل مکانی شروع کررکھی تھی۔اس فرقہ کے عقائد کے ساتھ ذہنی ہم آہنگی کی وجہ سے ملا اٹکی نے ان کو ہاتھوں ہاتھ لیا۔اور ۹۷۷ھ بمطابق ۱۵۷۰ء میں ذکری فرقہ کے

نام سے ایک نئے فرقہ کی بنیاد رکھ دی۔ جس کا بانی وہ خود بنا۔ اور اسے ہی اس کا پیشوا منتخب کیا گیا۔ اس کا دعویٰ تھا کہ وہ صاحب الہام اور مہدی آخر الزمان سید محمد جونپوری کا جانشین ہے۔ سرباز سے وہ تربت پہنچا اور اس علاقہ کے لوگوں کی جہالت سے خوب فائدہ اٹھایا۔ یہاں تک کہ خود مہدویت ونبوت کا دعویٰ کر دیا۔ تربت ہی اس کا مرکز قرار پایا۔ ایک خود ساختہ کتاب پوشیدہ طور پر کسی درخت کی جڑ میں دفن کر کے پھر اپنے مریدین کی موجودگی میں اسے برآمد کر کے اسے اپنی طرف خدا کی وحی قرار دیا۔ علاقہ کا مراد نامی ایک بااثر رئیس اور صاحب حیثیت شخص اس سے بیعت ہوا جو اس کا خلیفہ کہلایا۔ اسی کی طرف نسبت سے ''کوہ مراد'' معروف ہوا۔ یہی وہ کوہ مراد ہے جس کو ذکری فرقہ نے حج کا مقام قرار دیا ہے۔ اور اس کے قرب وجوار کے علاقوں کو حرم مکہ کے متبرک مقامات کے نام دیے ہیں۔ مثلاً کسی جگہ کو عرفات کا نام، کسی کو زم زم کا نام اور غار حرا کی جگہ کوہ امام کا نام، کسی کو مہبط وحی کا نام وغیرہ۔ ہر سال ذکری فرقہ کے لوگ اسی کوہ مراد کا حج کرتے ہیں۔

ذکری فرقہ کے عقائد

ملا اٹکی تو ۱۰۲۹ھ بمطابق ۱۶۱۹ء میں غائب ہو گیا۔ جس کا اس کے بعد آج تک پتہ نہیں چل سکا۔ البتہ وہ اپنے گروہ کو جو گمراہ کن عقائد دے گیا۔ وہ آج تک بدستور باقی ہے۔ جن کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے (۱) ان کا عقیدہ یہ ہے کہ ملا محمد اٹکی مہدی اور نبی آخر الزمان ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے نور سے پیدا کیا ہے اور وہ تمام انبیاء کا سردار اور خاتم المرسلین ہے۔ اس کی نبوت کا منکر کافر ہے۔ (۲) انکا عقیدہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جس مہدی کی بشارت دی ہے وہ یہی مہدی ہے اب اس کے بعد کوئی مہدی نہیں۔ (۳) قرآن پاک محمد عربی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے واسطہ سے محمد مہدی پر نازل ہوا ہے، لہذا اسکی وہی تفسیر وتعبیر معتبر ہوگی جو محمد مہدی نے کی ہے۔ (۴) ان کا عقیدہ ہے کہ موجودہ قرآن پاک نامکمل ہے کیونکہ اصل قرآن پاک کے چالیس پارے ہیں، تیس ظاہری اور دس باطنی۔ (۵) شریعت محمدی اب منسوخ ہو چکی ہے، کیونکہ محمد

مہدی پر جو کتاب نازل ہوئی ہے اس کا نام برہان ہے۔(۶) قرآن پاک میں جس جگہ بھی محمد کا نام آیا ہے اس سے مراد محمد مہدی ہے۔(۷) ان کا عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء اکرام پر ضروری تھا کہ وہ محمد مہدی پر ایمان لائیں۔(۸) ذکری فرقہ کا کلمہ یہ ہے لا الہ الا اللہ محمد مہدی رسول اللہ۔(۹) ذکری فرقہ کے نزدیک نماز، رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج سب منسوخ ہو چکے ہیں۔(ماخوذ از ذکری مذہب کی حقیقت۔مولفہ مفتی احتشام الحق آسیا آبادی ناشر مجلس تحفظ ختم نبوت آسیا آباد تربت، مکران، بلوچستان)

انکار ختم نبوت کا گوہر شاہی فرقہ

قادیانی اور ذکری فرقہ کی طرح ماضی قریب میں انکار ختم نبوت کا ایک اور فتنہ پیدا ہوا۔ جس کا بانی ریاض احمد گوہر شاہی ولد فضل حسین مغل ہے۔ جو ڈھوک گوہر شاہ روالپنڈی کے اندر ۲۵، نومبر ۱۹۴۱ء میں پیدا ہوا۔ دینی تعلیم سے بالکل کورا تھا۔ میٹرک تک دنیاوی تعلیم حاصل کر کے موٹر مکینک اور ویلڈنگ کا کام شروع کیا۔ شہرت پسندی کا جنون طاری ہوا۔ تو روحانی سفر کے عنوان سے مختلف شہروں کی سیاحت شروع کر دی۔ مزارات پر حاضری اور مختلف مقامات پر چلہ کشی کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ نمازیں اور روزے وغیرہ سب ترک ہو گئے۔ اس کاروبار شہرت کیلئے سندھ کی سرزمین بڑی زرخیز تھی۔ اسی کو منتخب کیا شرع اور عشق میں فرق کے گمراہ کن تصور سے بھنگ اور چرس پینے لگا۔ اور غیر محرم عورتوں سے تعلق کے حوالہ سے اس کی جملہ اخلاقی عادات مرزا غلام احمد قادیانی سے ملتی جلتی ہیں۔ روحانی علاج کے چکر میں اسکے پاس امریکی امداد بھی آتی رہی اس نے انجمن سرفروشان اسلام کی بنیاد رکھی۔ اور اس کے قیام کو حکم الٰہی سے تعبیر کیا۔ اور اپنی تعلیمات کو منجانب اللہ قرار دیدیا۔

گوہر شاہی عقائد

(۱) ان کا عقیدہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی خواجہ کے روپ میں اور کبھی داتا کے روپ میں ظاہر ہوتا ہے۔(۲) خدا کے ہاتھ میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کی

وہ انگوٹھی دیکھی جو آپ نے ان کو دی تھی۔ (۳) نجات کیلئے ایمان ضروری نہیں ہے۔ (۴) شریعت اور طریقت کے قوانین الگ الگ ہیں، طریقت پر شریعت کے قوانین لاگو نہیں ہوتے۔ (۵) نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ صرف عبادات ہیں۔ روحانیت نہیں ہے۔ (۶) عوام کیلئے علم اور ہے خواص کیلئے اور ہے۔ (۷) موجودہ قرآن عوام کیلئے ہے۔ خواص کیلئے دس سپارے اس کے علاوہ ہیں جو خواص کو سینہ بہ سینہ ملتے ہیں۔ یعنی قرآن کے چالیس پارے ہیں تیس ظاہری اور دس باطنی۔ اور دونوں کے احکامات جدا جدا ہیں۔ (۸) اللہ اللہ کرنے کیلئے رقص کرنا اور چرس پینا دونوں جائز ہیں۔ (۹) چاند، سورج اور حجر اسود پر ریاض شاہ گوہر شاہی کی تصویر وشبیہ ظاہر ہوتی ہے۔ (۱۰) ان کا کلمہ ہے کہ لا الہ الا اللہ ریاض احمد گوہر شاہی۔

یہ فرقہ انبیاء کرام علیہم السلام کی برملا توہین کرتا ہے۔ اور گوہر شاہی، مرزا قادیانی کی طرح کبھی مہدی ہونے کا، کبھی نبی ہونے کا اور کبھی خدا ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عرب وعجم کے تمام علمائے حق نے اس کے کافر ومرتد ہونے کا فتویٰ جاری کیا ہے۔

آٹھواں فتنہ........انکار حدیث

اسلاف دیوبند کو جس آٹھویں فتنہ سے واسطہ پڑا، وہ عبداللہ چکڑالوی، غلام احمد پرویز، نیاز فتح پوری اور اسلم جیراج پوری وغیرہ لوگوں کا پیدا کیا ہوا فتنہ انکار حدیث ہے جنہوں نے حدیث کو تاریخ اور امت کے اندر انتشار کا ذریعہ قرار دے کر اس کی شرعی حیثیت سے انکار کر دیا۔ منکرین حدیث نے انکار حدیث کیلئے متعدد طرز اختیار کئے۔ مثلاً

(۱) حدیث ظنی چیز ہے۔

انہوں نے یہ دعوی اختیار کیا کہ احادیث چونکہ غیر معصوم انسانوں کا جمع کیا ہوا ذخیرہ ہے اس لئے اس کی حیثیت صرف تاریخ کی ہے جو ظن کا فائدہ دیتی ہے یقین کا نہیں۔ یعنی ان کے نزدیک حدیث کی حیثیت یقینی نہیں بلکہ ظنی ہے۔ جبکہ اسلاف دیوبند کا اس بارہ میں مسلک یہ ہے کہ حدیث رسول ﷺ بھی وحی کا حکم رکھتی ہے اور یقین کا فائدہ دیتی ہے۔

کیونکہ ائمہ محدثین نے ایک ایک راوی کے حالات جمع کر کے اور ان کی حالت و کیفیت پر حکم لگا کر ضعیف وموضوع روایات کی چھانٹی کر کے صحیح احادیث کو قابل اعتماد حد تک محفوظ کر دیا ہے اور ائمہ مجتہدینؒ نے منسوخ ومرجوح روایات کی چھانٹی کر کے ناسخ وراجح روایات واضح کر دی ہیں لہٰذا اب ضعیف یا مرجوح روایات کی آڑ میں صحیح وثقہ روایات سے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔

(۲) سنت وقتی قانون ہے، دائمی نہیں۔

منکرین حدیث نے انکار حدیث کیلئے جو دوسرا طرز اختیار کیا وہ یہ ہے کہ انہوں نے سنت کو قانون کا درجہ دیتے ہوئے اسے عہد نبویؐ اور عہد خلافت راشدہؓ تک محدود کر دیا۔ ان کا دعویٰ ہے کہ سنت چونکہ قانون ہے اور قانون وقت کے تقاضوں کے مطابق بدلتا رہتا ہے، اسلئے سنت کی حیثیت محض ایک وقتی قانون کی ہے۔ اس کے برعکس علماء دیوبند اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ونظریہ یہ ہے کہ بے شک سنت قانون ہے، لیکن خدا تعالیٰ نے چونکہ اتباع سنت کو قیامت تک کے مسلمانوں کے لئے لازمی قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ قانون قیامت تک کی انسانیت کیلئے دائمی ہے۔

(۳) وہ حدیث معتبر ہے جو قرآن کے مطابق ہو۔

منکرین حدیث نے انکار حدیث کیلئے تیسرا طرز یہ اختیار کیا ہے کہ قرآن سے مطابقت رکھنے والی حدیث قابل قبول ہوگی، اور جو حدیث قرآن سے مطابقت نہیں رکھتی، وہ ناقابل قبول ہے۔ علماء دیوبند اہل سنت والجماعت نے منکرین حدیث کے اس دعویٰ کو بھی ایک صریح دھوکہ قرار دیا ہے، کیونکہ حدیث رسولؐ جب قرآن پاک کی تشریح وتعبیر ہے تو پھر فہم قرآن کے لئے حدیث رسولؐ ہی اتھارٹی ہوگی۔ اور محض اپنے علم وفہم کی بنیاد پر کسی حدیث کو قرآن کے خلاف قرار دینا خلاف عقل وشریعت ہے۔

(۴) حدیث صرف وہی معتبر ہے جس کے راوی صحیح ہوں۔

منکرین حدیث نے انکار حدیث کیلئے چوتھا طرز یہ اختیار کیا ہے کہ صرف وہی حدیث صحیح

تسلیم کی جائے گی جس کے راوی صحیح ہوں۔ حالانکہ ائمہ حدیثؒ نے صحت حدیث کیلئے صرف راویوں کی ثقاہت کو ہی کافی قرار نہیں دیا، بلکہ اس کی صحت کیلئے امت کے تلقی بالقبول یعنی متواتر عمل اور متواتر فکر کو بھی ضروری قرار دیا ہے۔ یعنی جو حدیث سند کے اعتبار سے بیشک کمزور ہو، لیکن اسے امت کا تلقی بالقبول یعنی متواتر عمل حاصل ہو تو وہ حدیث بھی صحیح تسلیم کی جائے گی۔ اور ائمہ امت نے تو متواتر عمل والی حدیث کو زیادہ صحیح قرار دیا ہے۔ کیونکہ بعض احادیث ایسی بھی ہیں جو سند کے اعتبار سے اول درجہ کی صحیح ہیں۔ لیکن امت کے متواتر عمل میں داخل نہ ہونے کی وجہ سے وہ نا قابل عمل ہیں۔ اس اعتبار سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کسی حدیث کو ضعیف قرار دیکر امت کے کسی اجماعی اور متواتر عمل سے انکار کرنا انکار حدیث کے ہی مترادف ہے۔ عصر حاضر میں منکرین حیات الانبیاءؑ، منکرین توسل، منکرین ایصال ثواب، منکرین تقلید اور منکرین فقہ وغیرہ گروہ انکار حدیث کے اسی زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ اور مولوی حبیب الرحمٰن کاندھلوی کی ''مذہبی داستانیں'' وغیرہ کتب انکار حدیث کے اسی طرز فکر کی ترجمان ہیں۔

نواں فتنہ........مودودیت

اسلاف دیوبند کو جس نویں فتنہ کا سامنا کرنا پڑا، وہ مودودیت ہے۔ مودودی صاحب سے سیاسی اختلافات کے دیگر اسباب کے علاوہ بنیادی سبب دو ہیں۔

پہلا سبب انکار عصمت انبیاءؑ ہے۔ وہ حیات پیغمبر کو دو حصوں میں تقسیم کر کے پہلے حصہ میں نبی کو غیر معصوم اور دوسرے حصہ میں معصوم مانتے ہیں، یعنی دعویٰ نبوت سے پہلے وہ نبی سے گناہ سرزد ہونے کے قائل ہیں۔ جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت بڑا گناہ ہو گیا تھا۔ جبکہ اسلاف دیوبند کا عقیدہ ہے کہ نبی ولادت سے لے کر وفات تک معصوم ہوتا ہے اور پھر مودودی صاحب کے یہ نظریات کہ غیر شرعی افعال میں انبیاء کرام کی خواہش نفس کا دخل بھی ہوتا ہے اور وہ غیر اسلامی سوسائٹی کے رسم و رواج سے متاثر بھی ہو سکتے ہیں (جیسا کہ انہوں نے حضرت داؤد علیہ

السلام کے بارہ میں لکھا ہے) اور انکے اندر جاہلیت کا جذبہ بھی اجاگر ہوسکتا ہے (جیسا کہ انہوں نے حضرت نوحؑ کے بارہ میں لکھا ہے) العیاذ باللہ تعالیٰ۔ یہ بھی اہل سنت والجماعت کے متواتر و اجماعی عقیدہ کے منافی ہے۔

دوسرا سبب توہین صحابہؓ ہے۔ مودودی صاحب نہ صحابہ کرامؓ کو معیار حق مانتے ہیں، نہ ان کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور نہ انکی ذہنی غلامی میں مبتلا ہونے پر آمادہ ہیں بلکہ حضرت عثمان غنیؓ کو خائن اور حضرت معاویہؓ کو بدعتی تک قرار دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ جبکہ اسلاف دیوبند کا اس بارہ میں مسلک یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ قیامت تک کی انسانیت کیلئے معیار حق و صداقت ہیں، ہر قسم کی تنقید سے بالاتر ہیں، انہی کی غلامی میں ہماری نجات ہے اور انہی کے واسطہ سے ہمیں قرآن و سنت کی دولت نصیب ہوئی ہے۔

دسواں فتنہ......انکار تصوف

اسلاف دیوبند کو جس دسویں فتنہ سے واسطہ پڑا، وہ منکرین تصوف کا فتنہ ہے جس نے شریعت و طریقت کو باہم متصادم قرار دیکر خلاف شریعت قرار دیدیا۔ حالانکہ شریعت و طریقت دونوں اسلام کے اصلاحی شعبے ہیں۔ دونوں کا الگ الگ دائرہ ہے۔ شریعت افکار و اعمال کی ظاہری اصلاح کے اصول فراہم کرتی ہے اور طریقت تزکیہ نفس کیلئے باطنی اصلاح کے ضابطے دیتی ہے لیکن ایک گہری سازش کے تحت فکری و ظاہری اصلاح کے دینی مدارس اور قلبی و باطنی اصلاح کے خانقاہی مدارس کے درمیان نفرت و تفریق پیدا کرنے کیلئے شریعت و طریقت کو متصادم قرار دے دیا گیا۔ اسلاف دیوبند جس طرح شریعت یعنی فقہ کے مذاہب اربعہ حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی کو برحق مانتے ہیں، اسی طرح طریقت یعنی تصوف کے سلاسل اربعہ چشتیہ، قادریہ، نقشبندیہ، سہروردیہ کو بھی برحق تسلیم کرتے ہیں اور اسلاف دیوبند سے چاروں سلسلوں میں بیعت و ارشاد کا سلسلہ جاری ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں تازندگی اسلاف دیوبند سے وابستہ اور افکار دیوبند پر کمربستہ رہنے کی توفیق بخشے، آمین یارب العالمین

تیرہویں، چودہویں، پندرہویں صدی ہجری

علماء کرام............اور............اشاعت اسلام

ان تین صدیوں کے اندر مجددی وولی اللہی علوم وافکار کی روشنی میں علمی وروحانی اور فکری وسیاسی خدمات سرانجام دینے والی چند نامور شخصیات، جن کے سنین وفات ہمیں دستیاب ہو سکے۔

- مولانا قاضی ثناء اللہ پانی پتی............(المتوفی رجب ۱۲۲۵ھ)
- مولانا شاہ عبدالقادر دہلوی............(المتوفی ۱۲۳۰ھ، ۱۸۱۴ء)
- مولانا شاہ رفیع الدین دہلوی............(المتوفی ۱۲۳۳ھ، ۱۸۱۷ء)
- مولانا علامہ عبدالعلی بحر العلوم............(المتوفی ۱۲۳۵ھ)
- مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی............(المتوفی ۱۲۳۸ھ، ۱۸۲۳ء)
- مولانا شاہ غلام علی مجددی دہلوی............(المتوفی ۱۲، صفر ۱۲۴۰ھ)
- مولانا شاہ محمد اسحاق دہلوی............(المتوفی ۱۲۶۲ھ)
- مولانا خواجہ محمد سلیمان تونسوی............(المتوفی ۷، صفر ۱۲۶۷ھ، ۱۲ دسمبر ۱۸۵۰)
- مولانا غلام محی الدین بگوی............(المتوفی شوال ۱۲۷۳ھ)
- مولانا عبدالقادر لدھیانوی............(المتوفی ۱۸۶۰ء)
- مولانا احمد الدین بگوی............(المتوفی شوال ۱۲۸۶ھ)
- مولانا نواب قطب الدین دہلوی............(المتوفی ۱۲۸۹ھ)
- مولانا شاہ عبدالغنی مجددی دہلوی............(المتوفی ۱۲۹۶ھ)
- مولانا احمد علی سہارنپوری............(المتوفی ۱۲۹۷ھ، ۱۸۷۹ء)
- مولانا خواجہ پیر شمس الدین سیالوی............(المتوفی ۲۱ صفر ۱۳۰۰ھ)
- مولانا محمد یعقوب نانوتوی............(المتوفی ۳، ربیع الاول ۱۳۰۲ھ)
- مولانا محمد مظہر نانوتوی............(المتوفی ۲۴، ذی الحجہ ۱۳۰۲ھ، ۱۸۸۵ء)
- مولانا علامہ عبدالحئ لکھنوی............(المتوفی ۱۳۰۴ھ)

- مولانا فیض الحسن سہارنپوری.................(المتوفی ۱۳۰۴ھ، ۶، فروری ۱۸۸۶ء)
- مولانا حافظ محمد صدیق بھرچونڈوی..................(المتوفی ۱۰، جمادی الثانی ۱۳۰۸ھ)
- مولانا رحمت اللہ کیرانوی.................................(المتوفی ۱۳۰۸ھ)
- مولانا شاہ رفیع الدین دیوبندی..............................(المتوفی ۱۳۰۸ھ)
- مولانا سید احمد دہلوی، صدر مدرس دار العلوم دیوبند..................(المتوفی ۱۳۱۱ھ)
- مولانا حافظ محمد بارک اللہ حنفی، صاحب انواع بارک اللہ..............(المتوفی ۱۳۱۱ھ)
- مولانا محمد احسن نانوتوی....................................(المتوفی ۱۳۱۲ھ)
- مولانا قاری عبدالرحمٰن پانی پتی.......(المتوفی ۵، ربیع الاول ۱۳۱۴ھ، ۱۳ستمبر ۱۸۹۶ء)
- مولانا فخر الحسن گنگوہی.....................................(المتوفی ۱۳۱۵ھ)
- امام الطائفہ مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکی.........(المتوفی ۱۲، جمادی الآخر ۱۳۱۷ھ)
- مولانا خواجہ اللہ بخش تونسوی..............(المتوفی ۲۹، جمادی الاول ۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۱ء)
- مولانا خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف......(المتوفی ۶، ربیع الاول ۱۳۱۹ھ، ۱۹۰۱ء)
- مولانا ابو منصور دہلوی..(المتوفی ۱۳۲۰ھ)
- مولانا ذو الفقار علی دیوبندی...................................(المتوفی ۱۳۲۲ھ)
- مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی..............(المتوفی ۲۲، ربیع الاول ۱۳۲۳ھ)
- مولانا سید احمد حسن امروہی...................................(المتوفی ۱۳۳۰ھ)
- مولانا حاجی محمد عابد دیوبندی...................................(المتوفی ۱۳۳۱ھ)
- مولانا علامہ عبدالحق حقانی صاحب تفسیر حقانی.......................(المتوفی ۱۳۳۵ھ)
- مولانا محمد یحییٰ کاندھلوی......................(المتوفی ۱۰، ذی قعدہ ۱۳۳۴ھ)
- مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوری.........(المتوفی ۲۶، ربیع الثانی ۱۳۳۷ھ، ۱۹۱۹ء)
- شیخ الہند مولانا محمود حسن.........(المتوفی ۱۸، ربیع الاول ۱۳۳۹ھ، ۳۰، نومبر ۱۹۲۰ء)
- مولانا خلیل احمد سہارنپوری.......................(المتوفی ۱۵، ربیع الآخر ۱۳۴۶ھ)
- مولانا محمد احمد قاسمی مہتمم دار العلوم دیوبند.........(المتوفی ۳، جمادی الاولیٰ ۱۳۴۷ھ)

- مولانا مفتی عزیز الرحمٰن دیوبندی.......(المتوفی ۱۷، جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ، ۱۹۲۸ء)
- مولانا ابو محمد احمد الدین چکوالی رفیق امام سندھیؒ.......(المتوفی ۲۸، ذیقعدہ ۱۳۴۷ھ)
- مولانا میاں شیر محمد شرقپوری.......................(المتوفی ۳، ربیع الاول ۱۳۴۷ھ)
- مولانا سید تاج محمود امروٹی........(المتوفی ۳، جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ ۵ نومبر ۱۹۲۹ء)
- مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی.............................(المتوفی ۱۳۴۸ھ)
- مولانا محمد علی جوہر.........................(المتوفی ۱۳۴۹ھ، ۴، جنوری ۱۹۳۱ء)
- مولانا علامہ محمد انور شاہ کاشمیری............(المتوفی ۳، صفر ۱۳۵۲ھ، مئی ۱۹۳۳ء)
- مولانا خلیفہ غلام محمد دین پوری..............(المتوفی ۱۳۵۳ھ ۲۳، مارچ ۱۹۳۵ء)
- مولانا فضل علی قریشی.............(المتوفی یکم رمضان ۱۳۵۴ھ، ۲۸ نومبر ۱۹۳۵ء)
- مولانا پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی.............(المتوفی ۲۹ صفر ۱۳۵۶ھ، ۱۱ مئی ۱۹۳۷ء)
- مولانا عبد العزیز محدث گوجرانوالہ.........(المتوفی رمضان ۱۳۵۹ھ، اکتوبر ۱۹۴۰ء)
- مولانا عاشق الٰہی میرٹھی.............................(المتوفی یکم شعبان ۱۳۶۰ھ)
- مولانا حکیم سید عبد الحئی فرنگی محلی ....(المتوفی ۱۵، جمادی الاول ۱۳۶۱ھ، ۱۹۴۲ء)
- مولانا اشرف علی تھانوی...............(المتوفی ۱۶، رجب ۱۳۶۲ھ، ۲، جولائی ۱۹۴۳ء)
- مولانا حسین علی واں بچھروی..........(المتوفی ۴، رجب ۱۳۶۳ھ ۲۵، جون ۱۹۴۴ء)
- مولانا محمد الیاس دہلوی.............(المتوفی ۲۱، رجب ۱۳۶۳ھ، ۱۳، جولائی ۱۹۴۴ء)
- مولانا عبید اللہ سندھی..............(المتوفی ۳، رمضان ۱۳۶۳ھ، ۲۲، اگست ۱۹۴۴ء)
- مولانا میاں اصغر حسین دیوبندی.......(المتوفی ۲۲، محرم ۱۳۶۴ھ، ۸ جنوری ۱۹۴۵ء)
- مولانا کرم الدین دبیر............(المتوفی ۱۸، شعبان ۱۳۶۵ھ، ۷، جولائی ۱۹۴۶ء)
- مولانا فقیر محمد جہلمی ....(المتوفی ۱۳۶۵ھ، ۱۹۱۶ء)
- مولانا غلام محمد گھوٹوی...................(المتوفی ۲۷، جمادی الاول ۱۳۶۷ھ، ۱۹۴۸ء)
- مولانا عبد الکریم کمتھلوی...............(المتوفی ۹، رجب ۱۳۶۸ھ، ۸، مئی ۱۹۴۸ء)
- مولانا علامہ شبیر احمد عثمانی.............(المتوفی ۲۱، صفر ۱۳۶۹ھ ۱۳، دسمبر ۱۹۴۹ء)
- مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری...............................(المتوفی ۱۳۷۱ھ)

- مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی............(المتوفی ۱۳، ربیع الثانی ۱۳۷۲ھ،۱۹۵۲ء)
- مولانا محمد صادق سندھی، تلمیذ شیخ الہندؒ...........(المتوفی ۶، شوال ۱۳۷۲ھ،۱۹۵۳ء)
- مولانا اعزاز علی امروہی...............(المتوفی رجب ۱۳۷۴ھ، ۸ مارچ ۱۹۵۵ء)
- مولانا علامہ سید محمد سلیمان ندوی.................(المتوفی ۱۳۷۴ھ، ۲۲ نومبر ۱۹۵۳ء)
- مولانا سلطان محمود کٹھیالہ شیخاں گجرات.....(المتوفی ۱۵، ذی الحجہ ۱۳۷۴، ۱۹۵۶ء)
- مولانا سید مناظر احسن گیلانی........(المتوفی ۲۵، شوال ۱۳۷۵ھ، ۵، جون ۱۹۵۶ء)
- مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی...........(المتوفی ۱۱، صفر ۱۳۷۶ھ، ۳، ستمبر ۱۹۵۶ء)
- مولانا سید حسین احمد مدنی........(المتوفی ۱۳، جمادی الاولیٰ ۱۳۷۷ھ دسمبر ۱۹۵۷ء)
- مولانا ابوالکلام آزاد....................(المتوفی ۱۳۷۷ھ، ۱۹، فروری ۱۹۵۸ء)
- مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوری...............(المتوفی ۱۳۷۹ھ، جنوری ۱۹۶۰ء)
- مولانا احمد سعید دہلوی......................(المتوفی ۴، دسمبر ۱۹۶۰ء، ۱۳۸۰ھ)
- مولانا مفتی محمد حسن امرتسری...........................(المتوفی یکم جون ۱۹۶۱ء)
- مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری.....(المتوفی ۹، ربیع الاول ۱۳۸۱ھ ۲۱، اگست ۱۹۶۱ء)
- مولانا احمد علی لاہوری............(المتوفی ۱۷، رمضان ۱۳۸۱ھ ۲۳، فروری ۱۹۶۲ء)
- مولانا شیخ حماد اللہ ہالیجوی.............................(المتوفی ۱۲، ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ)
- مولانا علامہ عبدالشکور لکھنوی..................(المتوفی ۱۷، ذی قعدہ ۱۳۸۱ھ، ۱۹۶۲ء)
- مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی.........................(المتوفی یکم ربیع الاول ۱۳۸۲ھ)
- مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری...................(المتوفی ۱۴، ربیع الاول ۱۳۸۲ھ)
- مولانا مفتی فقیر اللہ رائے پوری......(المتوفی ۲۱ رمضان ۱۳۸۲ھ، ۱۱ فروری ۱۹۶۳ء)
- مولانا قاضی نور محمد قلعہ دیدار سنگھ..........................(المتوفی ۲۶، جون ۱۹۶۲ء)
- مولانا خواجہ عبدالحئی فاروقی...........................(المتوفی ۵، رمضان ۱۳۸۴ھ)
- مولانا عبدالرحمٰن کامل پوری...(المتوفی ۱۳۸۵ھ)
- مولانا محمد یوسف کاندھلوی (حضرت جی)..................(المتوفی ۲، اپریل ۱۹۶۵ء)
- مولانا بدر عالم میرٹھی..........(المتوفی ۲، رجب ۱۳۸۵ھ، ۲۹، اکتوبر ۱۹۶۵ء)

❁ مولانا مفتی محمد شفیع سرگودھوی..........................(المتوفی ۱۹۶۵ء)
❁ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی (المتوفی ۹،شعبان ۱۳۸۶ھ،۲۲،نومبر ۱۹۶۶ء)
❁ مولانا علامہ محمد ابراہیم بلیاوی..........................(المتوفی ۱۳۸۷ھ)
❁ مولانا نصیر الدین غورغشتوی......(المتوفی ۲۳،جنوری ۱۹۷۰ء،۴،ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ)
❁ مولانا سید احمد شاہ چوکیروی،امام پاکستان.........(المتوفی ۵،محرم ۱۳۸۹ھ،۱۹۶۹ء)
❁ مولانا خیر محمد جالندھری..........................(المتوفی ۲،شعبان ۱۳۹۰ھ)
❁ مولانا شاہ محمد یعقوب مجددی.......(المتوفی ۱۳،ربیع الاول ۱۳۹۰ھ،۲۰مئی ۱۹۷۰ء)
❁ مولانا محمد علی جالندھری..............(المتوفی ۲۴،صفر ۱۳۹۱ھ،۲۱اپریل ۱۹۷۱ء)
❁ مولانا محمد اسحاق مانسہروی..........(المتوفی ۹،رجب ۱۳۹۱ھ،۳۱اگست ۱۹۷۱ء)
❁ مولانا رسول خان ہزاروی..................(المتوفی ۳،رمضان ۱۳۹۱ھ،۱۹۷۱ء)
❁ مولانا عبدالدیان کیمبل پوری........................(المتوفی ۱۵،اپریل ۱۹۷۱ء)
❁ مولانا مفتی فخر الدین احمد.............(المتوفی ۲۰،صفر ۱۳۹۲ھ،۵،اپریل ۱۹۷۲ء)
❁ مولانا پیر خورشید احمد،خلیفہ مجاز شیخ مدنیؒ.........(المتوفی ۱۰،جمادی الاولیٰ ۱۳۹۳ھ)
❁ مولانا سید گل بادشاہ،شیر سرحد..........................(المتوفی ۱۰،جولائی ۱۹۷۳ء)
❁ مولانا لال حسین اختر.......(المتوفی ۹،جمادی الثانی ۱۳۹۳ھ،۱۱،جولائی ۱۹۷۳ء)
❁ مولانا محمد ادریس کاندھلوی.........(المتوفی ۷،رجب ۱۳۹۴ھ،۲۸جولائی ۱۹۷۴ء)
❁ مولانا ظفر احمد عثمانی..........................(المتوفی ۱۳۹۴ھ)
❁ مولانا مفتی بشیر احمد پسروری..............(المتوفی ۸،ذی الحجہ ۱۳۹۴ھ،۱۹۷۴ء)
❁ مولانا محمد میاں دہلوی،مؤلف علماء ہند کا شاندار ماضی............(المتوفی ۱۳۹۵ھ)
❁ مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندی..........................(المتوفی ۹،شوال ۱۳۹۶ھ)
❁ مولانا مفتی سید مہدی حسن شاہجہانپوری.........(المتوفی ۲۸،ربیع الثانی ۱۳۹۶ھ)
❁ مولانا سید محمد یوسف بنوری.........(المتوفی ۳،ذی قعدہ ۱۳۹۷ھ،اکتوبر ۱۹۷۷ء)
❁ مولانا میاں عبدالہادی دین پوری (المتوفی ۲۰،رمضان ۱۳۹۸ھ،۲۶،اگست ۱۹۷۸ء)
❁ مولانا محمد عبداللہ بہلوی..........................(المتوفی ۱۳۹۸ھ،۱۹۷۸ء)

❁ مولانا مفتی محمود، قائد جمعیت........(المتوفی ۴، ذی الحجہ ۱۴۰۰ھ، ۱۴، اکتوبر ۱۹۸۰ء)
❁ مولانا غلام اللہ خان..................(المتوفی ۱۱، رجب ۱۴۰۰ھ، ۲۶ مئی ۱۹۸۰ء)
❁ مولانا محمد حیات، فاتح قادیان..........................(المتوفی جولائی ۱۹۸۰ء)
❁ مولانا احتشام الحق تھانوی.....(المتوفی ۲۴، جمادی الاول ۱۴۰۰ھ، ۱۱، اپریل ۱۹۸۰)
❁ مولانا محمد شریف جالندھری بن مولانا خیر محمد جالندھری......(المتوفی ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ)
❁ مولانا غلام غوث ہزاروی........................(المتوفی ربیع الثانی ۱۴۰۱ھ، ۱۹۸۱ء)
❁ مولانا محمد زکریا مہاجر مدنی............(المتوفی ۲، شعبان ۱۴۰۲ھ، ۲۵، مئی ۱۹۸۲ء)
❁ مولانا مفتی عبد الواحد گوجرانوالہ..............(المتوفی صفر ۱۴۰۳ھ، دسمبر ۱۹۸۲ء)
❁ مولانا قاری محمد طیب، حکیم الاسلام ....(المتوفی شوال ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء)
❁ مولانا علامہ شمس الحق افغانی...........................(المتوفی ۱۴۰۳ھ، ۱۹۸۳ء)
❁ مولانا نذیر اللہ خان (گجرات)..........................(المتوفی ۷، جنوری ۱۹۸۳ء)
❁ مولانا سید نور الحسن شاہ بخاری..................(المتوفی ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ، ۱۹۸۴ء)
❁ مولانا دوست محمد قریشی.......................(المتوفی ۱۴۰۴ھ، ۲۷، مئی ۱۹۸۴ء)
❁ مولانا عبید اللہ انور، جانشین شیخ التفسیر (المتوفی ۷، شعبان ۱۴۰۵ء ۲۸، اپریل ۱۹۸۵ء)
❁ مولانا محمد شریف جالندھری (المتوفی ۲۴، جمادی الاول ۱۴۰۵ھ، ۱۵، فروری ۱۹۸۵ء)
❁ مولانا مفتی محمد عبد اللہ ملتان..........................(المتوفی جمادی الاول ۱۴۰۵ھ)
❁ مولانا قاضی شمس الدین گوجرانوالہ...........(المتوفی ۱۱، رمضان ۱۴۰۵ھ، ۱۹۸۵ء)
❁ مولانا حبیب اللہ فاضل رشیدی (المتوفی ۲۳، ربیع الاول ۱۴۰۶ھ، ۷، دسمبر ۱۹۸۵ء)
❁ مولانا ڈاکٹر عبد الحئی عارفی.....................................(المتوفی ۱۴۰۶ھ)
❁ مولانا قاری فتح محمد پانی پتی مہاجر مکی..........................(المتوفی شعبان ۱۴۰۷ھ)
❁ مولانا حکیم سید علی شاہ (ڈومیلی) (المتوفی ۲۴، جمادی الاول ۱۴۰۷ھ، ۲۵، جنوری ۱۹۸۷ء)
❁ مولانا عبد الشکور دین پوری........(المتوفی ۱۸، ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ، ۱۴، اگست ۱۹۸۷ء)
❁ مولانا عبد الحق، اکوڑہ خٹک...........(المتوفی ۲۴، محرم ۱۴۰۸ھ، ۷، ستمبر ۱۹۸۸ء)
❁ مولانا سید محمد حامد میاں...............(المتوفی ۱۲، رجب ۱۴۰۸ھ، ۲، مارچ ۱۹۸۸ء)

- مولانا محمد مالک کاندھلوی......(المتوفی ۸، ربیع الاول ۱۴۰۹ھ، ۲۱، اکتوبر ۱۹۸۸ء)
- مولانا مفتی احمد سعید سرگودھوی..........(المتوفی ۱۲، شوال ۱۴۰۹ھ، ۱۸، مئی ۱۹۸۹ء)
- مولانا عزیر گل، اسیر مالٹا..........(المتوفی ۱۶، ربیع الاول ۱۴۱۰ھ، ۱۶، نومبر ۱۹۸۹ء)
- مولانا حق نوار شہید..........................(المتوفی ۲۲، فروری ۱۹۹۰ء)
- مولانا عبدالقدیر کیمبل پوری........(المتوفی ۱۰، جمادی الاول ۱۴۱۱ھ، دسمبر ۱۹۹۰ء)
- مولانا مفتی احمد الرحمٰن..............(المتوفی ۱۴، رجب ۱۴۱۱ھ، ۳۰، جنوری ۱۹۹۰ء)
- مولانا ایثار القاسمی شہید..........................(المتوفی ۱۰، جنوری ۱۹۹۱ء)
- مولانا فقیر محمد پشاوری..........................(المتوفی ۱۴۱۲ھ، ستمبر ۱۹۹۱ء)
- مولانا عبدالعزیز رائے پوری..........................(المتوفی ۴، جون ۱۹۹۲)
- مولانا محمد مسیح اللہ خان..........................(المتوفی ۱۳، نومبر ۱۹۹۲ء)
- مرزا غلام نبی جانباز (شاعر حریت)..........................(المتوفی ۱۸، نومبر ۱۹۹۲ء)
- مولانا حافظ محمد الیاس حضروی..........................(المتوفی ۲۶، نومبر ۱۹۹۲ء)
- مولانا محمد اسحاق قادری (باغبانپورہ لاہور)..........................(المتوفی ۱۴، دسمبر ۱۹۹۲ء)
- مولانا محمد عبداللہ درخواستی، حافظ الحدیث..........................(المتوفی ۲۸، اگست ۱۹۹۴ء)
- مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی..........................(المتوفی رجب ۱۴۱۵ھ)
- مولانا مفتی ولی الحسن ٹونکی............(المتوفی ۲، رمضان ۱۴۱۵ھ، ۳ فروری ۱۹۹۵ء)
- مولانا انعام الحسن کاندھلوی............(المتوفی ۱۱، محرم ۱۴۱۶ھ، ۱۰، جون ۱۹۹۵ء)
- مولانا سید عطاء المنعم شاہ ابوذر بخاری..........................(المتوفی جمادی الاول ۱۴۱۶ھ)
- مولانا ضیاء الرحمٰن فاروقی شہید....(المتوفی ۸، رمضان ۱۴۱۷ھ، ۱۸، جنوری ۱۹۹۷ء)
- مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی............(المتوفی ۶، محرم ۱۴۱۸ھ، ۱۴، مئی ۱۹۹۷ء)
- مولانا محمد منظور نعمانی (لکھنؤ)..............(المتوفی ذی الحجہ ۱۴۱۷ھ، مئی ۱۹۹۷ء)
- مولانا عبداللطیف جہلمی..............(المتوفی یکم محرم ۱۴۱۸ھ، ۲۷، اپریل ۱۹۹۸ء)
- مولانا ایوب جان بنوری..........................(المتوفی ستمبر ۱۹۹۸ء)
- مولانا محمد موسیٰ خان روحانی بازی..........................(المتوفی دسمبر ۱۹۹۸ء)

- مولانا محمد عبداللہ شہید اسلام آباد(المتوفی ۲۴، جمادی الثانی ۱۴۱۹ھ، ۱۷، اکتوبر ۱۹۹۸ء)
- مولانا سبحان محمود کراچوی..........(المتوفی ۲۹، ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ، ۱۷، اپریل ۱۹۹۹ء)
- مولانا سید ابوالحسن علی ندوی..........(المتوفی ۲۲، رمضان ۱۴۲۰ھ، ۳۱، دسمبر ۱۹۹۹ء)
- مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید..........(المتوفی ۱۳، صفر ۱۴۲۱ھ، ۱۸، مئی ۲۰۰۰ء)
- مولانا محمد امین صفدر اوکاڑوی..........(المتوفی ۲، شعبان ۱۴۲۱ھ، ۳۱، اکتوبر ۲۰۰۰ء)
- مولانا محمد ضیاء القاسمی..................(المتوفی ۲، شوال ۱۴۲۱ھ، ۲۹، دسمبر ۲۰۰۰ء)
- مولانا مفتی سید عبدالشکور ترمذی............(المتوفی ۶، شوال المکرّم ۱۴۲۱ھ، ۲۰۰۱ء)
- مولانا عاشق الٰہی بلندشہری مہاجر مدنی........(المتوفی ۱۳، رمضان ۱۴۲۲ھ، ۲۰۰۱ء)
- مولانا مفتی رشید احمد لدھیانوی.....(المتوفی ۶، ذی الحجہ ۱۴۲۲ھ، ۱۹، فروری ۲۰۰۲ء)
- مولانا مفتی رشید احمد پسروری..........(المتوفی ۱۴، محرم ۱۴۲۳ھ، ۲۹، مارچ ۲۰۰۲ء)
- مولانا قاری محمد اجمل خان..........(المتوفی ۸، ربیع الاول ۱۴۲۳ھ، ۲۱، مئی ۲۰۰۲ء)
- مولانا محمد اعظم طارق شہید............(المتوفی ۹، شعبان ۱۴۲۴ھ، ۶، اکتوبر ۲۰۰۳ء)
- مولانا قاضی مظہر حسین، قائد اہل سنت..............(المتوفی ۲۶، جنوری ۲۰۰۴ء)
- مولانا مفتی زین العابدین (فیصل آباد)..............................(المتوفی مئی ۲۰۰۴ء)
- مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہید (المتوفی ۱۰، ربیع الثانی ۱۴۲۵ھ، ۳۰، مئی ۲۰۰۴ء)
- مولانا منظور احمد چنیوٹی.......(المتوفی ۸، جمادی الاول ۱۴۲۵ھ، ۲۷، جون ۲۰۰۴ء)
- مولانا مفتی محمد جمیل خان شہید..........(المتوفی ۲۳، شعبان ۱۹۲۵، ۹، اکتوبر ۲۰۰۴)
- سید محمد امین گیلانی (شاعر انقلاب)...........................(المتوفی اگست ۲۰۰۵ء)
- مولانا سید محمد اسعد مدنی................(المتوفی ۷، محرم ۱۴۲۷ھ، ۶، فروری ۲۰۰۶ء)

رحمهم اللّٰہ تعالیٰ

(نوٹ) جن اکابر علماء کے سنین وفات ہمیں دستیاب ہوسکے وہ ذکر کر دیئے گئے ہیں۔ اور جن کے سنین وفات دستیاب نہیں ہوسکے، ان کے بارہ میں ہم معذرت خواہ ہیں۔ کوشش کریں گے کہ آئندہ ایڈیشن میں ان کے سنین وفات کا تذکرہ بھی شامل کر دیا جائے۔

چوتھا مقالہ

عقائد و نظریات
اہل السنۃ والجماعۃ

وجود باری تعالیٰ

❁ خدا تعالیٰ واجب الوجود ہے (واجب الوجود اس کو کہتے ہیں جو کسی چیز میں غیر کا محتاج نہ ہو، اس کے وجود کیلئے کوئی علت نہ ہو، بلکہ وہ تمام اشیاء کیلئے علت وسبب ہو)۔

❁ وہ قدیم وازلی ہے، یعنی نہ اس کی ابتدا ہے نہ انتہا۔

❁ وہ خود بخود موجود ہے، اسے کوئی پیدا کرنے والا نہیں، ساری کائنات کو اسی نے وجود بخشا، یہ خود بخود معرض وجود میں نہیں آئی۔

❁ وجود باری تعالیٰ کا منکر دہریہ ہے، عصر حاضر کے (روس، چین وغیرہ ممالک کے) کیمونسٹ بھی مذہب کے دشمن اور وجود باری تعالیٰ کے منکر ہیں۔

❁ خدا تعالیٰ کا وجود قدیم وباقی اور دیگر تمام کائنات حادث وفانی ہے۔

❁ کائنات کی ہر چیز اپنے وجود، صفات، نشو ونما، فوائد ونقصانات اور نظام کے حوالہ سے اس کی لامحدود قوتوں کا ظہور ہے، یعنی ہر چیز کا تخلیق سے فنا تک کا تدریجی سفر وجود باری تعالیٰ پر دلالت کرتا ہے۔

❁ نظام کائنات اس کی عادت وسنت کے مطابق مقررہ اسباب کے تحت اپنی منازل طے کر رہا ہے، لیکن کبھی کبھی وہ سنت وعادت سے ہٹ کر خرق عادت کے طور پر اپنی قدرت کا ظہور فرماتا ہے۔ معجزات وکرامات وغیرہ اسی باب سے متعلق ہیں، اور اس کا منکر ملحد وزندیق ہے۔

❁ کمزوری محتاجی وغیرہ ہر نقص سے پاک، تخلیق، ولادت، بیماری وتندرستی اور جوانی و بڑھاپا وغیرہ لوازمات بشریہ سے منزہ، اور خورد ونوش، شادی وغمی وغیرہ حاجات انسانیہ سے بے نیاز ہے۔

❁ خیر وشر دونوں کا خالق ہے لیکن خیر (یعنی نیکی) سے راضی اور شر (یعنی گناہ ومعصیت) سے ناراض ہوتا ہے۔

❁ اس کا وجود زمان ومکان وجہت کی حدود وقیود سے ماوراء ہے یعنی اس کا وجود کسی زمانہ سے مقید نہیں کہ فلاں زمانہ میں تھا اور فلاں زمانہ میں نہیں، جگہ اور مکان کی قید سے پاک ہے کہ فلاں جگہ میں ہے اور فلاں جگہ میں نہیں۔ جہت کی حدود سے آزاد ہے کہ فلاں طرف ہے اور فلاں طرف نہیں۔

❁ نیند، اونگھ، نسیان، تھکاوٹ جیسی علامات عجز وغفلت سے مبرا ہے، اس سے روافض کے عقیدۂ بدا کی نفی ہو جاتی ہے جس کے تحت وہ ذات باری تعالیٰ سے بھول اور نسیان ممکن مانتے ہیں۔

❁ مکلّف (یعنی احکام شرعیہ کی پابند) مخلوقات (انسان، جنات، ملائکہ) کو اس نے اپنی معرفت و پہچان اور عبادت و بندگی کیلئے اور باقی مخلوقات (آسمان، زمین، چاند، سورج، ستارے، ہوا، پانی، درخت وغیرہ) کو مکلّف وضرورت مند مخلوقات کی حاجت و ضرورت اور اپنی قدرت کے ظہور کیلئے پیدا فرمایا۔

❁ کائنات کی ہر چیز کا وجود، اس کے خواص، اس کی صفات وکیفیات اور اس کے اندر تاثیر کا خالق حقیقی وہی ہے، کوئی چیز خود بخود موثر نہیں، مثلاً آگ کے اندر جلانے، پانی کے اندر ڈبونے اور چھری کے اندر کاٹنے کی تاثیر اپنی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہے۔ اسی طرح زہر کے اندر ہلاکت اور دوا وغیرہ کے اندر شفاء وصحت کی تاثیر بھی اسی کی پیدا کردہ ہے۔

❁ اپنے علم وحکمت کے مطابق جسے جتنی مناسب سمجھتا ہے، دنیوی نعمتیں عطا فرماتا ہے یعنی ہر چیز کا رازق حقیقی وہی ہے۔

❁ صرف اسی سے امیدیں باندھنا ایمان اور اسکی ذات سے مایوس ہو جانا کفر ہے۔

❁ ہر جاندار و بے جان کی حیات وبقا کی چابیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں، جس کو جتنی چاہتا ہے حیات وبقا دیتا ہے اور جب چاہتا ہے اسے موت وفنا کی وادیوں میں منتقل کر دیتا ہے یعنی موت وحیات اور فنا وبقا کا مالک حقیقی وہی ہے۔

❁ کسی چیز میں حلول (یعنی دخول) نہیں کرتا جیسا کہ ہندو، گائے وغیرہ جانوروں اور پتھر کے مجسموں میں ذات باری تعالیٰ کے حلول کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

❁ نظام کائنات کا بلاشرکت غیرے قادر ومدبر یعنی مختار کل ہے۔

❁ ہر قسم کے (جسمانی، مالی، ذہنی وغیرہ) مصائب وآلام اسی کی طرف سے ہیں اور صرف وہی ان کا مداوا کر سکتا ہے یعنی وہی مشکل کشا ہے۔

❁ ہر قسم کی دنیوی نعمتیں اسی کی طرف سے ہیں، چاہے وہ ماتحت الاسباب (یعنی اسباب معینہ کے تحت) مہیا کرے، یا مافوق الاسباب (یعنی اسباب ظاہری کے بغیر) عطا کرے۔

❁ اس کے تمام فیصلے خیر وحکمت پر مبنی اور ظلم وفساد سے پاک ہیں، یعنی دنیا وآخرت دونوں جہانوں میں اس کے فیصلے عدل وانصاف پر مبنی ہیں۔

❁ زندگی وموت، تندرستی وبیماری، جوانی وبڑھاپا، دولت وافلاس وغیرہ ہر حالت وکیفیت اس کی طرف سے امتحان وآزمائش ہے، جس کے ذریعہ وہ بندوں کے تقوٰی کو آزماتا ہے۔

❁ وہ کذب (یعنی جھوٹ) اختیار کرنے پر قادر ہے لیکن شان الوہیت کے منافی ہونے کی وجہ سے وہ اسے اختیار نہیں کرتا اور ویسے بھی دوسروں کو سچائی کی تلقین کر کے خود کذب جیسے قبیح فعل میں مبتلا ہونا بہت بڑا نقص ہے اور خدا تعالیٰ ہر نقص سے پاک ہے، بایں طور اس سے امکان کذب کا نظریہ درست اور وقوع کذب کا عقیدہ باطل ہے اور وقوع کذب کا عقیدہ رکھنے والا کافر ہے۔

❁ اس کی کرسی اور عرش اس کی شان کے مطابق ہیں، جنکی کیفیت وحالت پر بحث جائز نہیں، البتہ وہ کائنات کے ذرہ ذرہ کا احاطہ کیے ہوئے ہیں۔ اس اعتبار سے وہ ہر جگہ حاضر وناظر ہے۔

❁ وہ تمام اشیاء کی کلیات وجزئیات سے واقف اور کائنات کی ہر چیز کی ہر وقت، اور ہر کیفیت سے باخبر یعنی عالم الغیب ہے۔

❁ وہ اپنی حکمت کے مطابق جب تک چاہے گا، کائنات کو قائم رکھے گا اور جب چاہے گا،

قیامت برپا کردیگا۔

❁ اس کے بے شمار نام ہیں، لیکن ننانوے صفاتی اور ایک ذاتی نام معروف ہیں۔ انکو اسماء الحسنٰی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے، ان میں سے اللہ اس کا اسم ذاتی ہے، اس پر قرآن وسنت سے ثابت شدہ ناموں کے علاوہ کسی نام کا اطلاق درست نہیں۔

توحید باری تعالیٰ

❁ خدا تعالیٰ ذات کے اعتبار سے بھی وحدہ لاشریک ہے یعنی نہ اس کے اجداد و آباء ہیں اور نہ اولاد واقرباء (جیسا کہ یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مشرکین مکہ فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں قرار دیتے تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ) اور صفات کے اعتبار سے بھی وہ تنہا و یکتا ہے یعنی تخلیق و تنظیم کائنات میں اس کا کوئی معاون و مددگار نہیں۔ اس نے کائنات کو پیدا بھی تنہا ہی کیا تھا اور وہ کائنات کے نظام کو چلا بھی تنہا ہی رہا ہے۔

❁ حیات (جو موت وفنا کے جزوی تصور سے بھی خالی ہے)، قدرت (جس میں عجز کا شائبہ تک نہیں) علم (جو جہل کے ادنیٰ شک سے بھی پاک ہے)، سمع (جو بیک وقت کائنات کی تمام اشیاء کی ہر قسم کی آوازوں کی شناخت وتفریق پر حاوی ہے)، بصر (کائنات کا کوئی ذرہ بھی جس سے پوشیدہ نہیں)، ارادہ (جو کن فیکون کی لامحدود قوتوں سے پایہ تکمیل تک پہنچ جاتا ہے)، کلام (جس کی فصاحت و بلاغت اور حکیمانہ معنوی حیثیت کی نظیر پیش کرنے سے مخلوقات عاجز و بے بس ہیں) اور تکوین (کائنات کی بے مثال تخلیق و تنظیم) اس کی صفات کاملہ ہیں۔ اس کی ذات کی طرح ازلی و ابدی اور ہر نقص سے پاک ہیں۔

❁ اس کی ذات سے کسی حصہ کا الگ ہو کر کسی مخلوق کا تیار ہونا محال و ناممکن ہے جیسے عصر حاضر کے بعض جاہل قسم کے لوگ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو خدا کا نور قرار دے کر ذات باری کا جزو اور حصہ سمجھتے ہیں بلکہ بعض تو العیاذ باللہ تعالیٰ صاف طور پر یہ عقیدہ

رکھتے ہیں کہ

عرش پر جو مستوی تھا خدا ہو کر مدینہ میں اتر آیا مصطفیٰ ہو کر

❁ ہر قسم کی (قولی، فعلی، مالی وغیرہ) عبادات کا وہ تنہا حق دار ہے، اس کے سوا کسی کی کسی قسم کی عبادت جائز نہیں۔

❁ پہلی شریعتوں میں غیر اللہ کیلئے سجدہ تعظیمی جائز تھا (جیسا کہ فرشتوں کا حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے اور برادران یوسفؑ وغیرہ کا حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے سجدہ) لیکن شریعت محمدیہ ﷺ میں سجدہ تعظیمی بھی سجدۂ عبادت کی طرح حرام ہے۔ یہ سجدہ خواہ زندہ یعنی بادشاہ و پیر وغیرہ کے سامنے ہو یا مردہ یعنی قبر و مزار و مجسمہ وغیرہ کے سامنے، قطعی طور پر حرام ہے۔

❁ وہ صفات جو خاصہ خداوندی ہیں (علم غیب، حاضر و ناظر، حاجت روا، مشکل کشا، مختار کل وغیرہ) ان میں کسی کو مافوق الاسباب امور میں اس کا شریک ماننا صریح شرک ہے۔ ان میں نہ انبیاء کرام علیہم السلام اس کے شریک ہیں اور نہ اولیاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ۔

❁ اس کا وجود اور اس کے اعضاء (ہاتھ، چہرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن پاک میں ہے) اسکی شان کے مطابق ہیں۔ ان کو مخلوقات میں سے کسی چیز کے ساتھ تشبیہ دینا (مثلاً یہ کہنا کہ اس کی آنکھیں ستاروں جیسی یا اس کے ہاتھ آسمان جتنے ہیں وغیرہ) شرک ہے

کتب سماویہ

❁ تمام آسمانی کتب وصحائف پر بایں طور ایمان لانا ضروری ہے کہ وہ **منزل من اللہ** ہیں اور اپنے اپنے وقت پر ان کی تعلیمات واجب الاتباع تھیں۔ اب ان کی پیروی اس لئے جائز نہیں کہ وہ اپنا اپنا وقت پورا کرنے اور نزول قرآن کے بعد منسوخ ہو چکی ہیں اور لفظی و معنوی تحریف کی وجہ سے اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں۔

❁ ان کی صحیح اور یقینی تعداد تو معلوم نہیں، البتہ ان میں سے چار مشہور ہیں یعنی تورات، زبور، انجیل اور قرآن پاک۔

❁ قرآن پاک خدا تعالیٰ کا کلام اور اس کی صفت ہے، تمام آسمانی کتب کا سردار ہے۔ اور خدا تعالیٰ کی ذات کی طرح غیر حادث وقدیم ہے۔

❁ دیگر کتب سماویہ میں مفہوم خدا کا اور الفاظ غالباً فرشتوں کے تھے، جبکہ قرآن پاک میں الفاظ ومفہوم دونوں خدا تعالیٰ کے ہیں۔

❁ حفاظت قرآن کی ذمہ داری خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہونے کی وجہ سے وہ قیامت تک ہر تغیر وتبدل سے محفوظ ہے۔

❁ نہ اس میں تحریف لفظی ممکن ہے (جیسا کہ جمہور روافض کا دعوٰی ہے) اور نہ تحریف معنوی (جیسا کہ قادیانی آیت **خاتم النبیین** میں، منکرین حدیث آیات معجزات میں، مبتدعین آیات توحید میں، غیر مقلدین آیات تقلید میں اور جدت پسند آیات احکامات میں تحریف معنوی کے مرتکب ہورہے ہیں)۔

❁ تحریف لفظی سے قرآن کی حفاظت کے لئے خدا تعالیٰ نے لاکھوں حفاظ، اور تحریف معنوی سے حفاظت کے لئے ہزاروں علماء حق پیدا فرمادیئے جو قرآن پاک کے الفاظ و معانی کی حفاظت کا فریضہ سرانجام دے رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ انسانی تاریخ میں سب سے زیادہ حفاظ قرآن پاک کے پیدا ہوئے۔اور سب سے زیادہ تفسیریں قرآن پاک کی لکھی گئیں۔

❁ عظمت کے اعتبار سے زمین وآسمان اور پہاڑ جیسی مخلوقات قرآن کا بوجھ اٹھانے سے قاصر تھیں، انسان نے بحیثیت اشرف المخلوقات اس کو اپنے سینہ میں محفوظ کیا۔

❁ فصاحت و بلاغت کے اعتبار سے کائنات کی متحدہ قوتیں قرآن پاک کی نظیر لانے سے عاجز ہیں۔

❁ قرآن پاک پوری نسل انسانی کی ہدایت کا ذریعہ ہونے کی بناپر عمومی ہاتھوں میں دیا گیا، مخصوص افراد کے حوالہ نہیں کیا گیا جیسا کہ روافض کا نظریہ ہے کہ قرآن پاک نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے حضرت علی رضی اللہ عنہ تک اور بواسطہ دیگر ائمہ، امام مہدیؒ تک

پہنچا جو اسے لیکر غار میں چلے گئے ،اور امت قرآن سے محروم ہوگئی، اب قرب قیامت میں وہ قرآن لیکر غار سے برآمد ہوں گے۔

❁ قرآن پاک کے احکامات بھی عمومی ہیں، ان میں سینہ بسینہ تعلیمات کا کوئی تصور نہیں۔جیسا کہ روافض کا عقیدہ ہے۔

❁ قرآن کی موجودہ ترتیب اگرچہ ترتیب نزولی نہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مقرر کردہ اور لوح محفوظ کی ترتیب کے مطابق ہے۔

❁ قرآن پاک صرف قرأۃ قریش میں پڑھا جاسکتا ہے۔باقی قرأتیں محفوظ ہیں،لیکن عوام کو ان کے پڑھنے کی اجازت نہیں۔

❁ عجمی اقوام کی سہولت کیلئے قرآن پاک میں اعراب حجاج بن یوسف نے لگوائے۔

❁ قرآن پاک عرب وعجم کی ہر سوسائٹی کیلئے مکمل ضابطہ حیات ہے جس کے احکامات قیامت تک نا قابل ترمیم اور نا قابل تنسیخ ہیں،کوئی فرد یا ادارہ اس کے احکامات بدلنے کا مجاز نہیں جیسا کہ آج کل پارلیمنٹ کے ذریعہ قرآنی قوانین میں تبدیلی کی ملحدانہ فکر پیش کی جارہی ہے۔

❁ قرآن پاک کے تمام احکامات انسانی فطرت کے عین مطابق اور انصاف پر مبنی ہیں، انہیں ظلم قرار دینا کفر ہے جیسا کہ آج کل حدود اللہ کو ظلم اور دیت، وراثت،شہادت وغیرہ کے قرآنی قوانین کو انسانی حقوق کے منافی قرار دیکر ان کا تمسخر اڑایا جارہا ہے۔

❁ قرآن پاک آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سب سے بڑا دائمی معجزہ ہے۔

فرشتے اور جنات

❁ فرشتے اور جنات دونوں مخلوقات موجود اور حق ہیں، البتہ انسانی نظروں سے اوجھل ہیں۔جو انسان کو نظر نہیں آتیں۔

❁ فرشتوں کی تعداد بے شمار ہے، کچھ انسان کی حفاظت پر، کچھ اعمال کی کتابت پر (جیسے کراماً کاتبین) اور کچھ انسان کیلئے ضروریات زندگی کی فراہمی پر منجانب اللہ مامور ہیں۔

❁ فرشتے نورانی مخلوق ہیں، جن کو نور مخلوق سے پیدا کیا گیا ہے۔ ان کے متعدد پر ہیں جن کے ساتھ وہ زمین و آسمان کا سفر بغیر کسی سواری کے طے کرتے ہیں۔

❁ وہ نہ مذکر ہیں اور نہ مونث، فطری طور پر ان میں خیر ہی خیر ہے، شر کا مادہ ان میں موجود نہیں۔ ضروریات انسانیہ (خورد ونوش وغیرہ) اور لوازمات بشریہ (شادی، اولاد وغیرہ) سے بے نیاز ہیں۔ ہمہ وقت تسبیح وتحمید ہی انکا شغل اور خوراک ہے۔

❁ ہواؤں، بارشوں اور قبض روح وغیرہ امور پر بھی انہی کی ڈیوٹیاں ہیں۔

❁ مشہور فرشتے چار ہیں: پہلے حضرت جبرئیل علیہ السلام، جو تمام فرشتوں کے سردار ہیں اور نزول وحی وغیرہ اہم امور پر مامور تھے۔ دوسرے حضرت عزرائیل علیہ السلام جنکی ڈیوٹی روحیں قبض کرنے پر ہے، اور وہ ملک الموت کہلاتے ہیں۔ تیسرے حضرت میکائیل علیہ السلام، جو بارش، ہوا اور رزق وغیرہ کی ڈیوٹی سرانجام دے رہے ہیں۔ چوتھے حضرت اسرافیل علیہ السلام، جو صور قیامت پھونکیں گے۔

❁ ان کے علاوہ قرآن پاک میں ہاروتؑ اور ماروتؑ نامی فرشتوں کا ذکر بھی موجود ہے

❁ فرشتوں کا انسانی شکل میں انبیاء کرام علیہم السلام کے پاس (بلکہ غیر انبیاء کے پاس بھی) آنا بصراحت ثابت ہے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور انکی قوم کے پاس اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی اہلیہ کے پاس انکی آمد قرآن پاک اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حضرت جبرئیل علیہ السلام کی آمد (بشکل انسانی) احادیث صحیحہ میں مذکور ہے۔

❁ جنات ...ایک ناری مخلوق ہیں، طبعاً سرکش ہیں، ان کا سلسلہ تناسل انسانوں کی طرح ہے۔ مذکر بھی ہیں اور مونث بھی۔ مختلف شکلیں اختیار کرنے پر قادر ہیں، انسانی جسم میں سرایت کرکے اس کے اندرونی نظام (یعنی حواس) پر کنٹرول حاصل کر لینے کی قدرت رکھتے ہیں۔ قرآن پاک میں سود خور کی اخروی حالت کو (**یتخبطه الشیطان من المس** کے الفاظ سے) مس شیطانی کی اسی کیفیت سے تشبیہ دی گئی ہے۔

❁ وہ انسانوں کی طرح تعلیمات رسالتؐ کے مکلّف وپابند ہیں۔
❁ تخلیق انسانی سے قبل زمین کی خلافت انہیں کے سپرد تھی، طبعی سرکشی کی وجہ سے وہ اس نعمت الٰہیہ سے محروم کردیے گئے۔
❁ ابلیس اسی جنس سے ہے، فرشتوں سے نہیں (جیسا کہ عام طور پر سمجھ لیا گیا ہے)، صرف کثرت عبادت کی وجہ سے اسے فرشتوں کی رفاقت حاصل تھی، انانیت کی وجہ سے بارگاہ الٰہی سے دھتکارا گیا اور انتقاماً وساوس کے ذریعہ انسان کو کفر ومعصیت کی طرف لے جانے کے درپے ہوگیا.........**اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم.**

انبیاء ورسل علیہم السلام

❁ انبیاء کرام علیہم السلام، اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں جو جنس کے اعتبار سے بشر اور صفت کے اعتبار سے نور ہیں، صفت کے اعتبار سے انکو اپنے جیسا بشر قرار دینا صریح کفر ہے۔
❁ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک سب نبی برحق ہیں، سب پر ایمان لانا ضروری ہے۔ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔ ان کی قطعی و یقینی تعداد نا معلوم ہے، البتہ معروف تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار کم وبیش ہے۔
❁ وہ سب امین تھے، تبلیغ وحی میں خیانت وتقیہ کے کبھی بھی مرتکب نہ ہوئے۔ اور نہ وہ فرائض نبوت میں کبھی نسیان جیسے عیب کا شکار ہوئے۔
❁ نبوت وہبی چیز ہے، کسبی نہیں، یعنی عطیہ خداوندی ہے، کوئی شخص اپنے اختیار سے اس تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا۔ اس کیلئے افراد تخلیق انسانی سے پہلے ہی منتخب کیے جاچکے تھے بلکہ عالم ارواح میں ان کا اجتماع ہی الگ منعقد ہوا۔ ان سے عہد وپیمان ہی دوسری ارواح سے الگ لیے گئے لہٰذا اب کوئی شخص عبادت وریاضت کے ذریعہ نبی نہیں بن سکتا۔
❁ نبی کی تعلیمات کے خلاف خدا تعالیٰ پر ایمان معتبر ومقبول نہیں۔
❁ دنیا میں وہ کسی سے پڑھنا لکھنا نہیں سیکھتا، لیکن اس کے وہبی علوم پوری قوم سے زیادہ

ہوتے ہیں۔لہٰذا وہ پوری قوم کے مجموعی علم سے زیادہ بڑا عالم ہوتا ہے۔

❁ وہ نبی ہی کی حیثیت سے پیدا ہوتا ہے اور نبی ہی کی حیثیت سے رخصت ہوتا ہے، ایک لمحہ بھی وہ نبوت سے معزول نہیں کیا جاتا۔

❁ سب نبیوں کا دین ایک، لیکن شریعتیں (یعنی ذیلی احکامات) جدا جدا ہیں۔

❁ نبی مقصد کے اعتبار سے ناکام نہیں ہوتا، اگرچہ قوم کا ایک شخص بھی اس کی دعوت قبول نہ کرے۔ جیسا کہ میدان محشر میں ایسے انبیاء کرام علیہم السلام پیش ہوں گے۔جن کے ساتھ ایک امتی بھی نہیں ہوگا۔

❁ ہمہ وقت خدا تعالیٰ کی حفاظت میں ہونے کی وجہ سے وہ صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم ہوتا ہے اور اس سے کسی وقت بھی حفاظت اٹھائی نہیں جاتی (جیسا کہ بعض ملحدین کا نظریہ ہے کہ حفاظت اٹھا کر کبھی کبھی خدا تعالیٰ ان سے قصداً گناہ کراتا ہے، العیاذ باللہ تعالیٰ)۔

❁ قبل از دعویٰ نبوت بھی ان سے کوئی گناہ صادر نہیں ہوتا۔لیکن مودودی صاحب کا نظریہ ہے کہ دعویٰ نبوت سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ایک بہت بڑا گناہ ہوگیا تھا، (یعنی قبطی کا قتل) العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁ خدا تعالیٰ کا تربیت یافتہ ہونے کی وجہ سے کوئی نبی کبھی بھی فریضہ رسالت میں کوتاہی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ اس سے خدا تعالیٰ کی تربیت کا نقص لازم آتا ہے، اور یہ نظریہ کفر ہے، لیکن مودودی صاحب مصر ہیں کہ حضرت یونس علیہ السلام سے فریضہ رسالت میں کوتاہی ہوگئی تھی، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁ کوئی نبی معاشرتی رسم ورواج سے متاثر ہوکر اپنی تعلیمات سے روگردانی نہیں کرسکتا، کیونکہ پیغمبرؑ انہیں معاشرتی رسومات کے خاتمہ کیلئے آتا ہے۔لیکن مودودی صاحب کا دعوٰی ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام اپنی سوسائٹی کے رسم ورواج سے متاثر ہوگئے تھے۔ العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁ نبی سے خطائے اجتہادی ہوسکتی ہے اور وہ عصمت کے منافی نہیں۔ کیونکہ خطائے اجتہادی اس غلطی کو کہا جاتا ہے جس میں نافرمانی کیلئے انسان کا قصد اور ارادہ شامل نہ ہو۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا شجر ممنوعہ کا پھل کھالینا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا اپنے آپ پر شہد کا کھانا ممنوع قرار دے لینا وغیرہ۔

❁ نبی پر کسی حالت و کیفیت میں بھی جہالت کے جذبات اثر انداز نہیں ہوسکتے، لیکن مودودی صاحب کا کہنا ہے کہ بیٹے کے غرق ہونے کا منظر دیکھ کر حضرت نوح علیہ السلام پر جہالت کے جذبات غالب آ گئے تھے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔ حالانکہ شفقت پدری کو جذبہ جہالت قرار دینا بذات خود بہت بڑی جہالت ہے۔

❁ کوئی نبی الوہیت کے مقام پر اور کوئی غیر نبی (امام و ولی وغیرہ) نبوت کے مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔

❁ غیر نبی بسا اوقات کثرت عبادت میں تو نبی سے بڑھ جاتا ہے لیکن ثواب عبادت میں وہ نبی کا مقابلہ نہیں کر سکتا مثلاً نمازوں، روزوں یا حج کی تعداد میں تو کسی امتی کا نبی سے بڑھنا ممکن ہے لیکن جہاں تک ثواب کا تعلق ہے، پوری امت کے تمام اعمال صالحہ مل کر بھی نبی کے ایک سجدہ کے ثواب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

❁ مراتب کے اعتبار سے ہر نبی کا اپنا مقام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے بعض انبیاء کرام علیہم السلام کی بعض انبیاء کرام علیہم السلام پر فضیلت کا ذکر قرآن پاک میں کیا ہے۔

❁ رسول وہ ہوتا ہے جو صاحب شریعت ہو، اور نبی وہ ہوتا ہے، جس کے پاس شریعت اپنی نہ ہو۔ البتہ عرف عام میں دونوں لفظ ہم معنی استعمال ہوتے ہیں۔

ولادت مسیح علیہ السلام

❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ کے ساتھ بغیر باپ کے پیدا فرمایا لیکن وہ خدا کے بندے ہیں، بیٹے نہیں۔ جیسا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے۔

❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے پدر ولادت کا انکار کرنا صریح گمراہی ہے۔ جیسا کہ

بعض ملحدین آیات قرآنیہ میں تحریف کرتے ہوئے حضرت مریم علیہا السلام کی شادی یوسف نجار کے ساتھ ثابت کر کے اس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا باپ ثابت کرنے کی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ جن میں مرزا غلام احمد قادیانی، حکیم نوردین بھیروی، مولوی عنایت اللہ اثری وغیرہ لوگ شامل ہیں۔

مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

❁ بعد از خدا ساری کائنات سے زیادہ مقام ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہے، کیونکہ وہی سبب تخلیق کائنات ہیں، وہی تمام نبیوں کے سردار ہیں، اور وہی امام الانبیاء ہیں کہ شب معراج میں آپ کو مسجد اقصیٰ کے اندر انبیاء کرامؑ کی امامت کا شرف حاصل ہوا۔

❁ امت پر آپ کے پانچ حق لازم ہیں:.....(۱) آپ پر ایمان لانا....(۲) آپ کے ہر قول وعمل کی تصدیق کرنا....(۳) کائنات میں سب سے زیادہ آپ کی تعظیم کرنا....(۴) اولاد ووالدین اور جمیع انسانیت سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرنا....(۵) آپ کے تمام فرامین واحکامات کی اطاعت کرنا۔

❁ آپ کے جسد اطہر سے لگنے والی مٹی کا مقام عرش الٰہی، کرسی، لوح وقلم، جنت اور کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے، کیونکہ انوار الٰہیہ کی تجلیات سب سے زیادہ آپ کے قلب اطہر پر ہی پڑتی ہیں، اسی لیے آپ کا مقام ساری مخلوقات سے زیادہ ہے۔

❁ امی ہونے کے باوجود آپؐ کا علم بعد از خدا ساری کائنات سے زیادہ ہے مگر آپؐ عالم الغیب نہیں کیونکہ علم غیب خاصہ خداوندی ہے۔

❁ خدا تعالیٰ نے آپ کو ہی یہ شرف بخشا ہے کہ آپ کو جسد عنصری کے ساتھ مسجد حرام سے (رات کے مختصر حصہ میں) مسجد اقصیٰ تک، وہاں سے آسمانوں تک، اور سدرۃ المنتہی تک کا سفر کرایا۔ متعدد انبیاء کرام علیہم السلام سے ملاقات کرائی۔ جنت کی سیر اور دوزخ کا مشاہدہ کرایا اور آپؐ دیدار الٰہی سے مشرف ہوئے۔

❁ دیگر تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت علاقائی، قومی اور وقتی تھی۔ جبکہ آپؐ عالمگیر اور

دائمی نبوت کے حامل ہیں۔ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ باقی انبیاء کرام علیہم السلام کی نبوت چانداور ستاروں کی طرح ہے جن کی اپنی کوئی روشنی نہیں ہوتی بلکہ وہ سورج کی روشنی سے چمکتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت کی مثال سورج کی طرح ہے جو اپنی خداداد روشنی سے چمکتا ہے، کسی اور چیز سے روشنی نہیں لیتا۔

ختم نبوت

❁ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خدا تعالیٰ کے آخری نبی ہیں۔ آپ کے بعد تشریعی وغیر تشریعی اور ظلی وبروزی ہر قسم کی نبوت کے دروازے بند ہو چکے ہیں، کیونکہ مقصد نبوت آپ کے ذریعہ تکمیل دین اور اتمام نعمت کی صورت میں مکمل ہو چکا ہے، لہٰذا اب لوازمات نبوت (عصمت، وحی وغیرہ) بھی ختم ہو چکے ہیں۔ آپؐ کے بعد نہ کوئی معصوم ہے اور نہ کسی پر وحی نازل ہوسکتی ہے۔ اب آپ کے بعد کسی کیلئے نزول وحی یا عصمت کا عقیدہ رکھنے والا ختم نبوت کا منکر اور کافر ہے۔

❁ آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنے والے (جیسے مرزا غلام احمد قادیانی وغیرہ) ان کو کسی بھی عنوان سے نبی ماننے والے (جیسے قادیانی مرزائی) ان کو مجدد یا مہدی ماننے والے (جیسے لاہوری مرزائی) اور ان سب کے کفر میں شک کرنیوالے (جیسے سیکولر ذہن کے لوگ) کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔

❁ آپؐ کے بعد کسی کی اتباع کو انبیاء کرام علیہم السلام کی اتباع کی طرح واجب قرار دینا (جیسے روافض اپنے ائمہ کے بارہ میں عقیدہ رکھتے ہیں) کفر ہے۔

❁ ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمتہ اللہ علیہ کے نزدیک تو آپؐ کے بعد کسی مدعی نبوت سے دلیل نبوت طلب کرنا بھی کفر ہے۔

حیات انبیاء کرام علیہم السلام

❁ جمہور اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے سوا تمام انبیاء کرام علیہم السلام ضابطہ خداوندی کے مطابق وفات پا چکے ہیں۔لیکن فرمان نبوی **ان اللّٰہ حرم علی الارض ان تاکل اجساد الانبیاء** (ابوداؤد ۱۵۰، ابن ماجہ ص ۷۷ وغیرہ) کے مطابق انبیاء کرام علیہ السلام کے اجساد مطہرہ وفات کے بعد بھی تا قیامت محفوظ وتروتازہ ہیں کیونکہ زمین پر انکو کھانا حرام ہے۔

❁ فرمان نبویؐ **الا نبیاء احیاء فی قبورھم یصلون** (مسند ابی یعلی) کی روشنی میں انبیاء کرام علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نماز پڑھتے ہیں۔جیسا کہ شب معراج آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ان کی قبر کے اندر نماز پڑھتے ہوئے دیکھا بھی ہے۔(مسلم ج ۲ ص ۲۶۸) گویا نبی کے قول اور مشاہدہ دونوں سے انبیاء کرام علیہم السلام کا قبر کے اندر زندہ ہونا اور نماز پڑھنا ثابت ہیں۔

❁ فرمان نبویؐ **ونبیی اللّٰہ حی یرزق** (ابن ماجہ ص ۱۱۸) کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام کو قبر میں رزق بھی دیا جاتا ہے۔

فرمان نبویؐ **ان للّٰہ ملائکۃ سیاحین فی الارض یبلغونی من امتی السلام** (نسائی ج ا ص ۱۴۳ وغیرہ) کی روشنی میں دور سے پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام آپ ؐ کو فرشتوں کے ذریعہ پہنچایا جاتا ہے۔جبکہ **من صلی علی عند قبری سمعتہ** (تحریرات حدیث ص ۲۱۱، از حضرت مولانا حسین علی صاحب واں بھچراں رحمتہ اللہ علیہ) وغیرہ کے مطابق عندالقبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ وسلام آپ خود سنتے ہیں۔

❁ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ حیات دنیوی برزخی ہے یعنی عالم برزخ میں دنیوی جسم کے ساتھ روح کا ایسا تعلق ہے کہ وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور عندالقبر پڑھا جانے والا صلوٰۃ و سلام بھی سنتے ہیں۔اس حیات مبارکہ کو برزخی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ عالم برزخ میں حاصل ہے اور اسے دنیوی بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ دنیوی جسم کو حاصل ہے۔

❁ عالم برزخ میں انکی عبادات تکلف کے طور پر نہیں، بلکہ حصول لذت کیلئے ہیں۔ جس طرح جنت میں تمام جنتی لذت وسرور حاصل کرنے کیلئے نماز پڑھیں گے، حالانکہ وہ نماز ان پر فرض وواجب نہ ہوگی۔

لطیفہ!

مبتدعین کا ایک گروہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو حاضر وناظر قرار دیکر ہر جگہ آپ کے صلوٰۃ وسلام سننے کا عقیدہ رکھتا ہے اور دوسرا گروہ صرف ان کی ضد میں مبتلا ہوکر عند القبر بھی سماع صلوٰۃ وسلام سے انکاری ہے۔ دونوں ایک ہی حدیث کے مخالف ہیں۔ ایک گروہ حدیث کے پہلے ٹکڑے **من صلی علی عند قبری سمعته** کی صحت تسلیم کرنے سے انکاری ہے اور دوسرا گروہ اسی حدیث کے دوسرے ٹکڑے **ومن صلی علی نائیا ابلغته** کی متواتر معنوی حیثیت قبول کرنے پر آمادہ نہیں۔ خدا تعالیٰ ان دونوں گروہوں کو ہدایت نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

اس بارہ میں فکر دیوبند کے وارث اکابر علمائے دیوبند کا عقیدہ ونظریہ بھی ملاحظہ فرمالیجئے۔ تاکہ یہ حقیقت واضح ہوجائے کہ دیوبندیت کے عنوان سے انکار حیات النبیؐ کی گمراہی پھیلانے والوں کی اصلیت وحقیقت کیا ہے۔

مسئلہ حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق عصر حاضر کے اکابر علماء دیوبند کا مسلک اور متفقہ اعلان

حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور سب انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارہ میں اکابر دیوبند کا مسلک یہ ہے کہ وفات کے بعد اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور انکے ابدان مقدسہ بعینہ محفوظ ہیں اور جسد عنصری کے ساتھ عالم برزخ میں ان کو حیات حاصل ہے جو حیات دنیوی کے مماثل ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ احکام شرعیہ کے وہ مکلّف نہیں، لیکن وہ نماز بھی پڑھتے ہیں اور روضہ اقدس پر جو درود پڑھا جائے، بلا واسطہ سنتے ہیں۔ اور یہی جمہور محدثین ومتکلمین اہل سنت والجماعت کا مسلک ہے۔ اکابر دیوبند کے

مختلف رسائل میں یہ تصریحات موجود ہیں۔ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تو مستقل تصنیف حیات انبیاءؑ پر ''آب حیات'' کے نام سے موجود ہے۔ حضرت مولانا خلیل احمدؒ صاحب جو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے ارشد خلفاء میں سے ہیں، انکا رسالہ ''المہند علی المفند'' بھی اہل انصاف اور اہل بصیرت کے لئے کافی ہے۔ اب جو اس مسلک کے خلاف دعویٰ کرے، اتنی بات یقینی ہے کہ اس کا اکابر دیوبند کے مسلک سے کوئی واسطہ نہیں۔ **واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل**

(۱) مولانا محمد یوسف بنوری عفا اللہ، مدرسہ عربیہ اسلامیہ کراچی

(۲) مولانا عبدالحق عفی عنہ، مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک

(۵) مولانا محمد صادق عفا اللہ عنہ، سابق ناظم محکمہ امور مذہبیہ بہاولپور

(۴) مولانا ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ، شیخ الحدیث دارالعلوم اسلامیہ، ٹنڈو الہ یار سندھ

(۵) مولانا شمس الحق (افغانی) عفا اللہ عنہ، صدر وفاق المدارس العربیہ پاکستان

(۶) مولانا محمد ادریس (کاندھلوی) کان اللہ لہ، شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور

(۷) مولانا مفتی محمد حسن، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

(۸) مولانا رسول خان عفا اللہ عنہ، جامعہ اشرفیہ، نیلا گنبد لاہور

(۹) مولانا مفتی محمد شفیع عفا اللہ عنہ، مہتمم دارالعلوم کراچی

(۱۰) مولانا احمد علی لاہوری عفی عنہ، امیر نظام العلماء وامیر خدام الدین لاہور

تلک عشرۃ کاملۃ. (ماہنامہ پیام مشرق شمارہ ربیع الاول ۱۳۸۰ھ بمطابق ستمبر ۱۹۶۰ء)

اس متفقہ اعلان پر علمی وسیاسی ہر شعبہ سے تعلق رکھنے والے اکابر علماء دیوبند نے دستخط فرمائے۔ اس میں جمیعت علماء اسلام (جس کا ان دنوں سرکاری پابندی کی وجہ سے نام نظام العلماء رکھا گیا تھا) کے امیر شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی لاہوری رحمتہ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے مرکزی صدر کی حیثیت سے علامہ شمس الحق افغانی رحمتہ اللہ علیہ کے دستخط ہیں۔ اور جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی،

دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، دارالعلوم کھڈہ کراچی، دارالعلوم اسلامیہ ٹنڈوالہ یار سندھ، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم کراچی جیسے دیوبندی مراکز کے تمام شیوخ حدیث کے دستخط موجود ہیں۔اب اگران دیوبندی مراکز، دیوبندی اداروں اور دیوبندی جماعتوں کا کوئی ذمہ دارفرداس فیصلہ سے انحراف یا اختلاف کرتا ہے،تو وہ ان اکابر کے فکر کا ترجمان ہرگز قرارنہیں دیا جاسکتا۔کیونکہ دارالعلوم دیوبند کے صدرمفتی حضرت مولانا مفتی سید مہدی حسنؒ صاحب بھی یہ فتویٰ جاری فرما چکے ہیں کہ

منکرین حیات الانبیاءؑ اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں اوران کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔

کلمہ اسلام

❁ کلمہ اسلام کے صرف دوجز ہیں۔پہلے جزء **لاالہ الا اللّٰہ** میں توحید باری تعالیٰ کا اور دوسرے جزء **محمد رسول اللّٰہ** میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رسالت کا ذکر ہے۔یعنی کلمہ اسلام صرف توحیدورسالت سے مرکب ہے۔اس کلمہ کے اندر نہ تو کسی قسم کی کمی جائز ہے اورنہ زیادتی کی گنجائش ہے۔اس میں کمی بیشی کا مرتکب دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

❁ روافض کے کلمہ میں **علی ولی اللّٰہ وصی رسول اللّٰہ وخلیفتہ بلافصل** کے الفاظ سراسرخلاف اسلام ہیں۔اسی طرح قادیانیوں کا کلمہ کے اندرمحمد رسول اللہ سے مرزا قادیانی مرادلینا صریح کفر ہے اوران کی مراداس سے یہی ہوتی ہے جیسا کہ ان کی کتب سے ظاہر ہے۔

معجزات وکرامات

❁ معجزات انبیاءؑ اور کرامات اولیاؒ برحق ہیں،ان کا انکارکفراوران کی عقلی تاویل گمراہی ہے۔معجزہ اس عاجز کردینے والے خلاف عادت واقعہ کو کہتے ہیں جواللہ کی قدرت سے نبی ورسول کے ذریعہ رونما ہوتا ہے اور نبی کی نبوت کی دلیل ہوتا ہے۔انبیاء کرام علیہم

السلام کے بے شمار معجزات کا قرآن وسنت میں ذکر موجود ہے۔آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علمی معجزہ (قرآن) کے علاوہ بے شمار حسی معجزات بھی عطا کیے گئے۔

❁ کرامت اس خلاف عادت کام کو کہتے ہیں جو اللہ کی قدرت سے ولی کے ذریعہ ظاہر ہوتا ہے۔بعض کرامات کا قرآن پاک میں بھی ذکر موجود ہے، مثلاً اصحاب کہف کی بحالت نیند صدیوں تک حیات، پلک جھپکنے کی دیر میں تخت بلقیس کی حضرت سلیمان علیہ السلام کے سامنے حاضری، حضرت مریم علیہا السلام کے لئے بند کمرہ میں بے موسم پھلوں کا انتظام وغیرہ۔

❁ ولایت کی اصل پہچان کرامت نہیں بلکہ اتباع سنت ہے۔اگر غیر متبع سنت شخص کے ذریعہ خلاف عادت کام واقع ہوتو وہ کرامت نہیں بلکہ جادو یا استدراج ہے۔

❁ جادو کی حقیقت برحق ہے لیکن اس کا کرنا کرانا کفر ہے۔اسلامی حکومت میں جادوگر واجب القتل ہے، جیسا کہ امام فاروق اعظمؓ نے اپنے عہد خلافت میں ان کو قتل کرایا تھا۔

❁ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر بھی مدینہ منورہ کے یہودیوں نے جادو کروایا تھا، جس کے اثر سے آپؐ دنیوی امور میں نسیان کا شکار ہو جاتے، قرآن پاک کی آخری دو سورتیں (معوذتین) اسی کے ازالہ کیلئے نازل ہوئیں۔

مسئلہ توسل

❁ انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے وسیلہ سے دعا مانگنا جائز ہے، لیکن اسے واجب وضروری قرار دینا درست نہیں۔ائمہ اہلسنت کی کتب اور اولیاء طریقت کے روحانی شجروں میں اس کا بکثرت ثبوت موجود ہے۔البتہ اپنے اعمال صالحہ کے وسیلہ سے دعا مانگنا زیادہ بہتر ہے۔

❁ وسیلہ سے دعا اس طرح مانگے، یا اللہ فلاں نبی یا ولی کے طفیل میری فلاں مشکل آسان فرمادے۔براہ راست انبیاءؑ اور اولیاءؒ سے دعا مانگنا اور حاجتیں طلب کرنا شرک ہے۔

عظمت گنبد خضریٰ

❁ تمام قطعات زمین میں سے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حجرہ مبارکہ سب سے افضل واعلیٰ ہے۔ جو فرمان نبویؐ **مابین بیتی ومنبری روضة من ریاض الجنة** کے مطابق جنت کا باغیچہ ہے۔ یہ خطہ اس اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ اس کی مٹی سے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، حضرت عیسیٰ علیہ السلام، امام ابوبکر صدیق اور امام فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی ذوات مقدسہ تیار کی گئیں۔ کیونکہ فرمان نبویؐ ہے کہ انسان مرنے کے بعد اسی جگہ مدفون ہوتا ہے جس جگہ کی مٹی سے اس کا وجود تیار ہوتا ہے۔

❁ اس خطہ کا مقام خدا کے عرش وکرسی اور کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے۔ امت کے ایمان وایقان کا تحفظ آج بھی گنبد خضریٰ کے منبع ایمانی کے فیوض وبرکات سے قائم ہے۔

❁ گنبد خضریٰ کی زیارت کیلئے بالارادہ سفر کرنا جائز وباعث ثواب ہے۔ اس کے علاوہ کسی قبر ومزار کی زیارت کیلئے بالارادہ سفر کرنا جائز نہیں۔

صلوٰۃ وسلام

❁ بحکم الٰہی آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھنا واجب ہے۔ درود شریف نہ پڑھنے والا کائنات کا بخیل ترین انسان ہے جس کیلئے زبان نبوت نے ہلاکت وبدبختی کی بددعا فرمائی ہے۔

❁ درود شریف پڑھنا ہر مسلمان پر پیغمبر برحق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا حق بھی ہے اور عشق رسولؐ کا تقاضا بھی۔ لیکن پڑھنے کا طریقہ اور مقام وہی معتبر ہے جو سنت نبویؐ یا عمل صحابہؓ سے ثابت ہے۔

❁ اذان کے اول یا آخر میں موذن کا باواز بلند درود شریف پڑھنا بدعت اور خلاف سنت ہے، کیونکہ عہد نبویؐ اور عہد خیر القرون میں اس کا کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا۔ اور نہ دلائل شرعیہ (قرآن پاک، سنت رسولؐ، اجماع امت، اور قیاس مجتہد) سے ثابت ہے۔ بلکہ یہ آٹھویں صدی ہجری کی ایجاد ہے۔

❁ ہر ایسا درود شریف پڑھا جا سکتا ہے جس میں قرآنی و نبویؐ تعلیمات کے مطابق آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف موجود ہو، اس میں کفریہ و شرکیہ الفاظ موجود نہ ہوں۔ البتہ سب سے زیادہ ثواب درود ابراہیمؑ (جو نماز کے اندر پڑھا جاتا ہے) کے پڑھنے کا ہے۔

اسلام کے بلاد مقدسہ

❁ اسلامی شہروں میں سب سے زیادہ فضیلت بوجہ بیت اللہ مکہ مکرمہ کو حاصل ہے، اس کے بعد بوجہ مسجد نبویؐ و روضہ رسولؐ مدینہ منورہ کا درجہ ہے اور اس کے بعد بوجہ مسجد اقصیٰ بیت المقدس کا مقام ہے۔

❁ فرمان نبویؐ کے مطابق مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اور مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار اور مسجد اقصیٰ میں ایک نماز کا پچیس ہزار نمازوں کے برابر ہے۔

❁ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ مسلمانوں کے دینی مراکز بھی ہیں اور روحانی بھی، فرمان نبویؐ کے مطابق یہ دونوں شہر کفار و مشرکین کے غلبہ اور دجال لعین کے دخول و تسلط سے محفوظ رہیں گے۔

❁ مسجد اقصیٰ بیشمار انبیاء کرام کا قبلہ بھی رہی، اور مسلمانوں کا قبلہ اول بھی۔

❁ کیونکہ ابتداء میں تقریباً سترہ ماہ تک مسلمانوں نے اس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کیں۔

❁ روافض کا یہ نظریہ کہ قم (ایران کا ایک شہر اور جناب آیت اللہ خمینی کے مقام ولادت) کو اور قادیانیوں کا یہ نظریہ کہ قادیان کو مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ پر روحانی برتری حاصل ہے، سراسر خلاف حقیقت ہے۔

حجیت حدیث

❁ فرمان الٰہی کے مطابق حدیث رسولؐ پر ایمان لانا بھی ضروری ہے کیونکہ قرآن متن اور حدیث اس کی شرح ہے۔ اس کے بغیر قرآن نا قابل فہم اور نا قابل عمل ہے۔

❁ حدیث بھی قرآن کی طرح وحی الٰہی ہے۔ قرآن ایسی وحی ہے جس کی تلاوت نماز میں

کی جاتی ہے۔اور حدیث ایسی وحی ہے جس کی تلاوت نماز میں نہیں کی جاتی۔

❁ قرآن ایسی وحی ہے جس میں الفاظ و مفہوم دونوں خدا کے ہیں اور حدیث ایسی وحی ہے جس میں مفہوم خدا کا اور الفاظ پیغمبرؐ یا فرشتوں یا بعض راویوں کے ہیں۔

❁ اسی لئے حدیث رسول بھی حجت شرعی ہے اور اسلامی قانون سازی میں قرآن و سنت سپریم لاء کی حیثیت رکھتی ہے۔

❁ حدیث رسولؐ کی حجیت سے انکار کرنا یا اسے محض تاریخی واقعات کی حیثیت سے ظنی طور پر قبول کرنا ضلالت و گمراہی ہے جیسا کہ عصر حاضر کے منکرین حدیث سر سید احمد خان، عبداللہ چکڑالوی، تمنا عمادی، نیاز فتح پوری، عنایت اللہ المشرقی اور غلام احمد پرویز وغیرہ نے احادیث کو تاریخ کی حیثیت سے ظنی قرار دے کر انکار حدیث کیا ہے۔

❁ خدا تعالیٰ نے ائمہ محدثینؒ اور ائمہ مجتہدین کے ذریعہ جس طرح حدیث رسولؐ کی حفاظت فرمائی، وہ امت کے لئے قطعی اور یقینی طور پر قابل اعتماد ہے۔

❁ ائمہ محدثین نے حدیث نقل کرنے والے ایک ایک راوی کے حالات جمع کر کے انکے ضعف و صحت کے مطابق ان کی منقولہ روایات میں سے صحیح، ضعیف اور موضوع روایات کو الگ الگ کر دیا ہے۔

❁ ائمہ مجتہدین نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابتدائی اور آخری عمر کے اعمال کی تحقیق کر کے ناسخ و منسوخ اور راجح و مرجوح روایات جدا جدا کر دیں، تاکہ امت کیلئے عمل کرنے میں آسانی پیدا ہو جائے۔

سنت کی شرعی حیثیت

❁ سنت وہ عمل ہے جو آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خود کیا، یا کسی کو کرنے کا حکم دیا، یا کسی کو کرتے ہوئے دیکھ کر پسند فرمایا۔پہلی کو سنت فعلی، دوسری کو سنت قولی، اور تیسری کو سنت تقریری کہتے ہیں۔

❁ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عمل اگر متواتر و دائمی ہے تو اسے سنت موکدہ اور اگر غیر

متواتر و وقتی ہے تو اسے سنت غیر موکدہ کہتے ہیں۔

❁ سنت موکدہ کا ترک کرنا گناہ کبیرہ اور سنت غیر موکدہ کا ترک کرنا خلاف اولیٰ ہے سنت کی توہین وتحقیر کرنا یا اس کا مذاق اڑانا کفر ہے، مثلاً ڈاڑھی کا نہ رکھنا گناہ اور اس کا مذاق اڑانا کفر ہے۔

توہین رسالت

❁ تمام انبیاء کرامؑ بالخصوص آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین وتحقیر ایسا کفر اور جرم عظیم ہے کہ اسلامی شرعی عدالت میں اس کے مرتکب کی توبہ قبول نہیں کی جاسکتی، اور اسے بہر صورت قتل ہی کیا جائیگا۔

❁ توہین رسالت کی سزا قتل ہے، اور اس پر جمہور اہل سنت والجماعت کا اتفاق ہے۔

❁ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات وصفات یا اقوال وافعال کی توہین وتحقیر کرنے والا یا آپؐ کے ان فضائل ومناقب کا انکار کرنے والا جو نصوص قطعیہ سے ثابت ہیں، توہین رسالت کا مرتکب شمار ہوگا۔

صحابہ کرام علیہم الرضوان

❁ قرآنی ونبویؐ تعلیمات کے مطابق تمام صحابہ کرامؓ کامل الایمان اور ہدایت یافتہ ہیں

❁ جماعت انبیاء کرامؑ کے بعد سب سے زیادہ عظمت والی جماعت، جماعت صحابہؓ ہے۔

❁ ان کو چند لمحوں کی صحبت نبوت سے بھی وہ تزکیہ قلب حاصل ہوا جو کسی غیر صحابی کو کثیر عبادت اور شدید ریاضت سے بھی حاصل نہیں ہوسکتا۔

❁ انہیں رضائے الٰہی کی قرآنی ڈگری حاصل ہے۔

❁ خدا تعالیٰ نے مختلف مصائب وآلام کے ذریعہ انکے تقوٰی کو آزما کر انہیں مغفرت اور اجر عظیم کا پروانہ عطا فرمایا۔

❁ حدیث قدسی اور فرمان نبویؐ کے مطابق اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنے لئے اور صحابہ کرامؓ کو آپؐ کیلئے چن لیا۔

❁ خدا تعالیٰ نے قرآن پاک میں آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت کیلئے صحابہ کرامؓ کو بطور گواہ پیش کیا گویا وہ نبوت کے عینی شاہد ہیں۔

❁ قرآنی ونبویؐ تعلیمات کے مطابق صحابہ کرامؓ قیامت تک کی انسانیت کیلئے معیارحق وصداقت ہیں۔

❁ فرمان نبوی اصحابی کالنجوم کی روشنی میں وہ نجوم ہدایت ہیں۔

❁ ہر قسم کی تنقید سے بالاتر اور علمی وعملی اعتبار سے واجب الاتباع ہیں اور انہی کی ذہنی غلامی میں انسانیت کی نجات ہے۔

❁ ان سے محبت دین وایمان اور ان سے بغض کفر وعصیان ہے۔

❁ فرمان نبویؐ کے مطابق صحابہ کرامؓ سے محبت رسول اللہؐ سے محبت ہے اور ان سے عداوت رسول اللہؐ سے عداوت ہے۔

❁ روافض کا یہ نظریہ صریح کفر والحاد ہے کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد تین کے سوا باقی تمام صحابہ کرامؓ مرتد ہو گئے تھے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁ صحابہ کرامؓ میں سے کوئی منافق نہ تھا، اور جن منافقین کا ذکر قرآن میں موجود ہے، وہ ہر گز جماعت صحابہؓ میں شامل نہ تھے۔

❁ صحابہؓ واہل بیتؓ کے حوالہ سے انکی طبقاتی تقسیم جائز نہیں جیسا کہ بعض حب صحابہ کرامؓ کی آڑ میں اہل بیتؓ کی دشمنی میں مبتلا ہیں اور بعض حب اہل بیتؓ کی آڑ میں صحابہؓ دشمنی کا شکار ہیں۔ اہل سنت والجماعت صحابہؓ واہل بیتؓ دونوں سے یکساں محبت رکھتے ہیں اور دونوں سے عداوت کو گمراہی قرار دیتے ہیں۔

❁ صحابہ کرامؓ معصوم نہیں، لیکن بایں طور محفوظ ہیں کہ ان کی چھوٹی بڑی لغزشیں معاف کی جا چکی ہیں۔

❁ پوری امت کے تمام اولیاء کا مقام مل کر بھی کسی ادنیٰ درجہ کے صحابی (جس کو چند لمحوں کی صحبت نبوت حاصل ہوئی) کے مقام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

❁ نبویؐ تعلیمات کے مطابق صحابہ کرامؓ کے درجات مختلف ہیں۔ شرعی تقسیم مراتب کی روشنی میں جماعت صحابہؓ میں سب سے زیادہ مقام اصحاب بیعت رضوان کا ہے۔ پھر ان میں سے اصحاب بدر کو برتری حاصل ہے، پھران پر مہاجرین اولین فوقیت رکھتے ہیں، پھران میں سے عشرہ مبشرہ (یعنی چاروں خلفاء راشدین، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوعبیدہ بن الجراح، حضرت سعید بن زید، حضرت زبیر بن العوام، اور حضرت طلحہ بن عبیداللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین) کی فضیلت نمایاں ہے۔ اور پھران میں سے خلفاء راشدینؓ کا درجہ بہ ترتیب خلافت زیادہ ہے۔

❁ فرمان الٰہی **ولکن اللہ حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم وکرۃ الیکم الکفر والفسوق والعصیان** (الحجرات، آیت ۷) کے مطابق صحابہ کرامؓ کے دلوں میں ایمان کی محبت اور کفر وفسق ومعصیت کی نفرت پختہ ہو چکی، لہذا ان پر کسی کے غصب حق کا الزام باطل ہے، جیسا کہ روافض خلفاء راشدینؓ پر یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کا حق (باغ فدک) غصب کرلیا تھا، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

❁ اہل سنت والجماعت کا یہ اجماعی واتفاقی نظریہ ہے کہ **الصحابة کلھم عدول** یعنی تمام صحابہ کرامؓ (علم وعمل وروایت میں) ہر اعتبار سے عادل ہیں۔

❁ فرمان نبوی **سید اکھول اھل الجنة** کی روشنی میں امام ابوبکر صدیقؓ وامام عمر فاروقؓ پختہ عمر والے اہل جنت کے سردار اور **سید شباب اھل الجنة** کی روشنی میں امام حسنؓ اور امام حسینؓ نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے یعنی جو لوگ بحالت اسلام تیس پینتیس سال کی عمر تک وفات پا جائیں تو جنت میں ان کے سردار حضرات حسنینؓ ہوں گے اور اگر اس سے زائد عمر میں انتقال کریں تو جنت میں ان کے سردار حضرات شیخینؓ ہوں گے۔

❁ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تین خسر مومن کامل تھے، امام ابوبکر صدیقؓ (جن کی بیٹی سیدہ عائشہ صدیقہؓ نبیؐ کی زوجہ مطہرہ ہیں)، امام فاروق اعظمؓ (جن کی بیٹی سیدہ حفصہؓ نبیؐ کی زوجہ مطہرہ ہیں) اور حضرت ابوسفیانؓ (جن کی بیٹی سیدہ ام حبیبہؓ نبیؐ کی

زوجہ مطہرہ ہیں۔

❁ آپؐ کے دو چچا دامن اسلام سے وابستہ ہوئے، حضرت حمزہؓ (جو غزوہ احد میں شہید ہوئے اور زبان نبوت سے سید الشہدا کا خطاب پایا) اور حضرت عباسؓ جو ۳۲ھ (عہد عثمانی) میں دنیا سے رخصت ہوئے۔

❁ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تینوں داماد کامل الایمان تھے، حضرت ابوالعاص امویؓ (سیدہ زینبؓ کے شوہر) امام عثمان غنیؓ (سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کے شوہر) امام علی المرتضیٰؓ (سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کے شوہر)۔

اہل بیت عظام رضوان اللہ علیہم اجمعین

❁ فرمان الٰہی **انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا** کے مطابق اہل بیتؓ رسولؐ ہر قسم کی فکری وعملی نجاستوں سے پاک ہیں۔

❁ قرآنی تعلیمات کے مطابق ازواج مطہراتؓ اور نبوی تعلیمات کے مطابق اولاد رسول پیغمبرؐ کے اہل بیت ہیں۔

❁ امام علی المرتضیٰؓ اور حضرات حسنینؓ بھی نبیؐ کے اہل بیت میں شامل ہیں جیسا کہ انکے بارے میں فرمان نبویؐ ہے **اللھم ھولاء اھل بیتی.**

❁ فرمان نبویؐ کے مطابق اہل بیت کی مثال سفینہ نوحؑ کی طرح ہے۔ جو اس میں بیٹھ گیا، نجات پا گیا۔ جو رہ گیا، ہلاک ہو گیا۔

❁ ازواج رسولؐ اور بنات پیغمبرؐ کے درمیان نظریاتی یا اعتقادی تفریق خالص گمراہی ہے۔

❁ پیغمبر کی چاروں بیٹیوں میں سے کسی ایک کا انکار بھی توہین نبوت ہے۔

خلافت راشدہ

❁ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد آپ کی خلافت علیٰ منہاج النبوۃ ہی امت کے لئے آئیڈیل نظام کی حیثیت رکھتی ہے۔

❁ فرمان نبویؐ **علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین المهدین** کے مطابق خلفاء راشدینؓ کے فیصلے حجت شرعیہ ہیں اوران کی اتباع لازم ہے۔

❁ قرآنی تعلیمات کے مطابق وعدۂ خلافت صرف مہاجرین صحابہؓ سے ہے۔

❁ نبوی تعلیمات کے مطابق خلافت نبوت کی مدت تیس برس ہے (الخلافة بعدی ثلاثون سنة)۔

❁ اس اعتبار سے قرآن کی موعودہ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ صرف خلفاء اربعہ (امام ابوبکر صدیقؓ ، امام عمر فاروقؓ ،امام عثمان غنیؓ ، اور امام علی المرتضٰی) کیلئے ہے کیونکہ وہ مہاجر ہیں اوران کی خلافت تیس سال پر ختم ہوگئی ہے۔

❁ حضرت امام حسنؓ، حضرت امیر معاویہؓ اور حضرت امام عبداللہ بن زبیرؓ چونکہ مہاجرین صحابہؓ میں شامل نہیں اس لئے ان کی خلافت، خلافت راشدہ تو ہے لیکن قرآن کی موعودہ نہیں۔ بعض حضرات نے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کو بھی اس غیر موعودہ خلافت راشدہ میں شمار کیا ہے۔

مشاجرات صحابہؓ

❁ صحابہ کرامؓ چونکہ نفس امارہ کی کمینہ خصلتوں سے پاک تھے اس لئے ان کی باہمی لڑائیوں میں فریقین پر حب جاہ یا طلب ریاست کا الزام گمراہی ہے۔

❁ یہ لڑائیاں مفسدین (یعنی قاتلین عثمانؓ) کی طرف سے پیدا کی جانے والی غلط فہمیوں کی وجہ سے ہوئیں۔

❁ جنگ جمل میں امام علیؓ حق پر اور حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ وغیرہ حضرات خطاء پر تھے...... جنگ صفین میں امام علیؓ حق پر اور امام معاویہؓ خطاء پر تھے...... چونکہ فریقین مجتہد تھے اس لئے ان کی خطاء، خطائے اجتہادی تھی، جو نیکی ہے گناہ نہیں، بلکہ فرمان نبویؐ کے مطابق اس خطاء پر بھی وہ عنداللہ ماجور ہیں.....لہٰذا ان کی اس خطاء پر ان کو مطعون کرنا نری بے دینی اور گمراہی ہے۔

❁ بعض گروہوں کا ان کے ان اختلافات کو اسلام وکفر کا اختلاف قرار دینا بھی قرآن و سنت کی تعلیمات کے سراسر منافی ہے۔

❁ ان کی اس خطاء کو خطاء محض قرار دینا اور اس کے اجتہادی ہونے سے انکار کرنا بھی بے دینی ہے کیونکہ وہ مجتہد تھے اور ان کی خطاء بھی اجتہادی تھی۔

فسق یزید

❁ یزید کو اپنے بعد ولی عہد مقرر کرنا حضرت امام معاویہؓ کی خطاء اجتہادی تھی۔ کیونکہ واقعاتی طور پر وہ امت کے مفاد میں نہیں رہی بلکہ امت کو اس سے نا قابل تلافی نقصان پہنچا۔ البتہ اس تقرر میں امیر معاویہؓ کی بددیانتی، خودغرضی یا مفاد پرستی کا دخل ہرگز نہ تھا۔ انہوں نے وقتی مصلحت کے تحت یہ فیصلہ پوری دیانت داری کے ساتھ کیا تھا۔

❁ تقرر کے وقت عملی اعتبار سے یزید اچھی پوزیشن میں تھا لیکن تقرر کے بعد مفاد پرست مشاورت کی وجہ سے اس میں عملی خرابیاں پیدا ہوگئیں جس کی ذمہ داری امیر معاویہؓ پر نہیں ڈالی جاسکتی۔

❁ واقعہ کربلا میں شہادت حسینؓ کی اصل ذمہ داری اگرچہ گورنر کوفہ عبیداللہ بن زیاد پر ہے لیکن یزید کو بھی بحیثیت حکمران وقت اس سے بری الذمہ قرار نہیں دیا جاسکتا کیونکہ اس نے نہ ابن زیاد کو اس جرم میں معزول کیا نہ سزا دی۔

❁ مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ پر چڑھائی، ان کی بے حرمتی اور مسلمانوں کی قتل وغارت بھی یزید کا سیاہ کارنامہ ہے۔

❁ جمہور اہل سنت والجماعت اور تمام اکابرین علماء دیوبند کے نزدیک یزید فاسق وفاجر تھا البتہ اس پر لعنت کرنا درست نہیں۔

❁ اسی لئے امیر المومنینؒ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے یزید کو امیر المومنین قرار دینے والے شخص کو ۲۰، کوڑوں کی سزا دی (لسان المیزان ج ۶ ص ۲۹۴)

❁ تاریخی اعتبار سے یزید کو فاسق قرار دینے کے تین اسباب بیان کئے گئے ہیں۔ پہلا یہ

کہ وہ ذاتی طور پر شدید قسم کی معصیتوں میں مبتلا تھا۔ دوسرا یہ کہ وہ بالواسطہ یا بلاواسطہ واقعہ کربلا کے جرم میں ملوث تھا۔ تیسرا یہ کہ اس نے مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی حرمت پامال کی اور صحابہ کرامؓ سمیت ہزاروں مسلمانوں کا قتل عام کیا۔

❁ امیر معاویہؓ کی عظمت وصحابیت کی آڑ میں فسق یزید سے انکار یا فسق یزید کی آڑ میں امیر معاویہؓ کی توہین وتحقیر دونوں گمراہی ہیں۔

اجماع امت

❁ دلائل کے اعتبار سے قرآن وسنت کے بعد اجماع امت تیسری شرعی دلیل ہے۔

❁ فرمان نبویؐ **ان اللہ لا یجمع امتی علی الضلالة** کے مطابق اجماع امت معصوم ہے اور اس کی اتباع لازم ہے۔

❁ قرن صحابہؓ سے عصر حاضر تک ہر زمانہ کے اصحاب علم ودیانت کا کسی مسئلہ پر تواتر کیساتھ متحد ومتفق ہو جانا اجماع امت ہے اور یہ تواتر معنوی کی حیثیت رکھتا ہے۔

❁ جس طرح حدیث متواتر پر عمل لازم ہے، اسی طرح اجماع امت پر عمل لازم ہے۔

❁ اس سے انحراف وروگرانی صریح گمراہی وبے دینی ہے۔

قیاس شرعی

❁ ادلہ اربعہ میں سے قرآن سنت واجماع کے بعد چوتھی دلیل شرعی قیاس ہے۔

❁ ایسے مسائل جو قران وسنت واجماع سے ثابت نہ ہوں، ان میں مذکورہ دلائل کی روشنی میں اجتہاد وقیاس کرنا جائز درست ہے اور یہ قیاس شرعی طور پر حجت ہے۔

❁ نصوص قطعیہ کی روشنی میں اجتہاد کرنا سنت انبیاء کرامؑ اور سنت ملایکہ ہے، جبکہ نصوص کے مقابلہ میں اجتہاد کرنا فعل شیطانی ہے۔

❁ مثلاً بھینس کی حلت وحرمت کا حکم قرآن وسنت میں موجود نہ تھا، گائے پر قیاس کر کے اس کی حلت کا حکم لگایا گیا جو جائز ہے اور خنزیر وشراب کی حرمت کا حکم قرآن وسنت میں موجود ومذکورہ ہے، انہیں قیاس کے ذریعہ حلال قرار دینا جائز نہیں۔

❁ اجتہاد ہر شخص نہیں کر سکتا، صرف وہی کر سکتا ہے جو قرآن و سنت کے جملہ علوم و معارف کا پوری طرح جاننے والا ہو، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ، اور راجح و مرجوح آیات و روایات واحکامات سے پوری طرح باخبر ہو۔ عربیت کے جملہ قواعد و ضوابط پر لغوی، اصطلاحی اور عرفی حیثیت سے مہارت تامہ رکھتا ہو، استنباط مسائل کی صلاحیت اور حکمت و بصیرت کی دولت سے پوری طرح مالا مال ہو، دیانت، امانت اور تقویٰ کے زیور سے مکمل طور پر آراستہ ہو، اور جملہ مسائل میں اسلاف کے اختلاف سے مع دلائل واقف ہو۔

❁ درپیش مسائل کا حل بذریعہ اجتہاد قرآن و سنت سے تلاش کرنا، محکم و متشابہ، ناسخ و منسوخ اور راجح و مرجوح آیات و روایات کی معرفت حاصل کر کے متشابہ، منسوخ اور مرجوح احکامات کی نشاندہی کرنا، محکم و ناسخ اور راجح احکامات کی مسنون عملی پوزیشن معلوم کر کے ان فرض، واجب، سنت موکدہ، سنت غیر موکدہ، مستحب یا مباح وغیرہ کا حکم لگانا، اور منہیات (یعنی جن کاموں سے شریعت نے روکا ہے) کی استدلالی حیثیت جان کر ان پر حرام، مکروہ تحریمی، مکروہ تنزیہی وغیرہ کا حکم لگانا مجتہد کا کام ہے۔

❁ جدید درپیش مسائل میں اجتہاد کا دروازہ بند نہیں البتہ اجتہاد کے نئے اصول وضع کرنے کی ہرگز اجازت نہیں، کیونکہ اس سے نئے نئے مذاہب پیدا ہونے اور امت میں تفریق در تفریق کا عمل جاری ہونے کا اندیشہ ہے۔ مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے مرتبہ اصولوں کے مطابق جدید مسائل کی اجتہاد کی گنجائش ہے۔ قدیم مسائل میں اجتہاد کی اس وقت تک گنجائش نہ ہوگی جب تک اس کی عملی صورت میں کوئی نمایاں تبدیلی واقع نہ ہو، نیز فسق و فجور کے اس دور میں شخص واحد کو اہلیت کے باوجود اجتہاد کی اجازت نہیں دی جا سکتی، کیونکہ اس سے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے، البتہ اجتہاد کی اہلیت رکھنے والے افراد کی ٹیم کے ذریعہ درپیش مسائل کا مناسب و بامقصد حل نکالا جا سکتا ہے اور اجتہاد کی یہی صورت مسائل کا حل اور وقت کی ضرورت ہے۔

❁ غیر اہل کیلئے اجتہاد کرنا گناہ کبیرہ ہے۔

❁ فرمان نبویؐ کے مطابق اجتہاد کی صلاحیت رکھنے والا مجتہد جب اپنے اجتہاد میں مصیب ہوتا ہے تو اس کو اجتہاد اور اصابت دنوں کا الگ الگ اجر ملتا ہے، یعنی وہ دہرے اجر کا مستحق ہوتا ہے اور اگر اس کے اجتہاد میں خطا واقع ہو جائے تو ایک اجر سے پھر بھی محروم نہیں ہوتا۔

تقلید واتباع

❁ تقلید واتباع دونوں کا ایک ہی معنی ہے۔

❁ قرآنی تعلیمات کے مطابق تقلید مطلق فرض ہے۔

❁ جب مجتہد کا قیاس شرعی طور پر حجت ہے تو اس قیاس میں مجتہد کی تقلید کیوں جائز نہ ہوگی؟

❁ تقلید کے بغیر غیر منصوص مسائل پر عمل انتہائی دشوار ہے۔

❁ فقہ کے چاروں امام معروف ہیں۔ امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ، امام مالکؒ بن انس، امام محمد بن ادریس شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ۔

❁ فقہی مذاہب کے حوالہ سے امت مسلمہ نے ان چاروں ائمہ کی فقہ (حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی) پر اجماع کر لیا ہے، اور یہ چاروں اہلسنت والجماعت ہی کے مذاہب ہیں۔

❁ انکے علاوہ اور مجتہد بھی پیدا ہوئے لیکن کسی کا مذہب مدون ومتبوع صورت میں آج موجود نہیں۔

❁ ان چاروں مذاہب پر اجماع منعقد ہو جانے کی وجہ سے ان میں سے کسی ایک کی تقلید شخصی واجب ہے۔

❁ تقلید شخصی نام ہے کسی ایک مجتہد کے علم وفکر اور تقویٰ دیانت پر اعتماد کر کے اس کی مدونہ فقہ کی پیروی کر لینا۔

❁ ایک مسئلہ میں متعدد اماموں کی تقلید ناممکن ومحال ہے۔

❁ اور مختلف مسائل میں مختلف ائمہ کی تقلید سے سہل پسندی پیدا ہونے کا اندیشہ ہے جسے ختم کرنے کیلئے تقلید شخصی واجب کی گئی، مثلا ایک مسئلہ میں سہولت کا پہلو اگر فقہ حنفی میں نظر آیا تو اس پر عمل کر لیا، دوسرے مسئلہ میں سہولت کا پہلو فقہ مالکی میں نظر آیا تو اسے

اپنالیا، تیسرے مسئلہ میں سہولت کا پہلو فقہ شافعی میں نظر آیا تو وہاں سے لے لیا، غرضیکہ انسان فقہی مسائل کو بطور تقلید نہیں، بطور رعایت اختیار کریگا جس سے اعمال کی روح فنا ہوگی اور مسائل بھی تماشا بن کررہ جائیں گے۔

❁ ترک تقلید تمام گمراہیوں کی جڑ اور بنیاد ہے، مسلمانوں کے اندر تمام فتنے ترک تقلید کی وجہ سے پیدا ہوئے۔

❁ تقلید مطلق یا تقلید شخصی کو حرام وناجائز کہنے والا گناہ ومعصیت میں مبتلا ہے۔

❁ فقہ حنفی کو باقی فقہی مذاہب پر متعدد وجوہ سے ترجیح حاصل ہے

(۱) تمام فقہاء نے امام اعظم ابوحنیفہؒ کی فقاہت اور فقہی برتری وبصیرت کا برملا اعتراف فرمایا، مثلاً علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون المالکیؒ اپنے مقدمہ ابن خلدون میں فرماتے ہیں کہ امام مالک وامام شافعیؒ کا یہ قول ہے کہ فقہ میں امام اعظم ابوحنیفہؒ کی کوئی نظیر نہیں، امام شافعیؒ کا دوسرا قول ہے کہ تمام لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ سے فیض حاصل کرنے والے ہیں۔

(۲) امام مالکؒ کے علاوہ باقی فقہا یعنی امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ بالواسطہ امام اعظمؒ کے تلامذہ میں سے ہیں۔ امام اعظمؒ کے شاگرد ہیں امام محمد بن حسین شیبانیؒ۔ انکے شاگرد ہیں امام شافعیؒ اور ان کے شاگرد ہیں امام احمد بن حنبلؒ۔

(۳) ائمہ اربعہ میں سے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ تابعی ہیں جنہیں (راجح قول کے مطابق) تقریباً ۱۷ صحابہ کرامؓ کی زیارت نصیب ہوئی۔

(۴) دیگر فقہا ضعیف حدیث کے مقابلہ میں اجتہاد کرتے ہیں، امام اعظمؒ ضعیف حدیث کے مقابلہ میں بھی اجتہاد نہیں کرتے۔

(۵) دیگر ائمہ اقوال صحابہؓ کے مقابل اجتہاد کرتے ہیں، امام اعظمؒ اسے بھی روا نہیں رکھتے، جو امام ضعیف حدیث اور قول صحابیؓ کے مقابل میں اجتہاد سے گریز کرتا ہو، وہ قرآن پاک کی آیات ومحکمات اور احادیث صحیحہ کے مقابلہ میں اپنی رائے سے کام کیسے

لے سکتا ہے؟

(۶) دیگر ائمہ نے اپنی فقہ خود تنہا مرتب کی، امام اعظمؒ نے اپنی فقہ اپنے چالیس ہونہار اہل کمال تلامذہ کی مشاورت سے مدون کرائی۔

(۷) باقی مذاہب علاقائی ہونیکی وجہ سے مخصوص علاقوں میں پائے جاتے ہیں، لیکن فقہ حنفی عالمگیر ہونیکی وجہ سے دنیا کے ہر خطہ میں موجود ہے۔

(۸) مذاہب اربعہ کی ترتیب وتدوین کے بعد ہر دور کے اندر مقلدین ائمہ اربعہ میں احناف کا تناسب ۷۰ فی صد سے زائد رہا، اور باقی مذاہب کا مجموعی تناسب تقریباً ۳۰ فی صد۔

(۹) برصغیر پاک وہند میں جن اولیاء اللہ (خواجہ معین الدین چشتیؒ، خواجہ نظام الدین اولیاءؒ، حضرت علی ہجویریؒ المعروف داتا گنج بخش، خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ، بابا فریدالدین مسعود گنج شکرؒ، شیخ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ، شیخ شرف الدین بوعلی قلندرؒ، خواجہ نصیرالدین چراغ دہلیؒ وغیرہم) کے ذریعہ اسلام آیا اور پھیلا، وہ سب حنفی المذہب تھے۔

(۱۰) جن سلاطین کے ذریعہ برصغیر میں مسلمانوں کو فتوحات حاصل ہوئیں (سلطان محمود غزنویؒ کے والد امیر ناصرالدین سبکتگینؒ، سلطان شہاب الدین غوریؒ، سلطان قطب الدین ایبکؒ، سلطان شمس الدین التمشؒ، سلطان غیاث الدین بلبنؒ، خاندان خلجیؒ، خاندان تغلق، خاندان لودھی، سلطان جلال الدین اکبر کے علاوہ خاندان مغلیہ، سلطان احمد شاہ ابدالی وغیرہم، وہ بھی تقریباً سب حنفی المذہب تھے۔

(۱۱) برصغیر میں تعلیم وتدریسی، دعوتی وتبلیغی اور عسکری وحریتی تمام شعبوں میں کفر و معصیت کے خلاف عملی خدمات سرانجام دینے والے مقلدین احناف ہی تھے حتیٰ کہ غیر مقلدین کا تعلیمی شجرہ بھی حضرت شاہ عبدالعزیز دہلویؒ، حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور حضرت شاہ عبدالرحیم دہلویؒ سے ملتا ہے جو سب کے سب حنفی المذہب تھے۔

(۱۲) برصغیر پاک وہند میں تجدید واحیاء دین کیلئے جو مجددین آئے، وہ بھی سب کے سب حنفی فقہ پر کاربند تھے۔ جیسے گیارہویں حضرت مجدد الف ثانیؒ، بارہویں صدی میں

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور تیرہویں صدی میں حضرت سید احمد شہیدؒ بالاتفاق مجدد تسلیم کیئے گئے ہیں۔

❁ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ حنفی مذہب کی نورانیت کشتی نظر میں دریائے عظیم کی طرح دکھائی دیتی ہے، اور باقی مذاہب اس کے مقابلہ میں حوضوں اور نہروں کی طرح نظر آتے ہیں

❁ نویں صدی کے معروف عالم وصوفی حضرت خواجہ محمد پارساؒ فرماتے ہیں کہ امام اعظم ابوحنیفہؒ کا اجتہاد قرآن وسنت کی مقصودی تعلیمات سے اس قدر مطابقت رکھتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام قرب قیامت میں اپنے عہد خلافت کے اندر جب قرآن وسنت کی روشنی میں اجتہاد کریں گے (کیونکہ وہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کے باوجود نبی ہوں گے، اور نبی کا کسی امتی کی تقلید واتباع کرنا جائز نہیں، اس لئے وہ ضروری مسائل میں خود اجتہاد کریں گے) تو ان کا اجتہاد فقہ حنفی کے موافق ہوگا۔

❁ برصغیر پاک وہند (پاکستان وہندوستان بنگلہ دیش وغیرہ) افغانستان اور وسط ایشیائی ریاستوں میں صرف حنفی المذہب لوگ موجود ہیں، باقی مذاہب ناپید ہیں۔

❁ امام اعظمؒ پر یہ الزام سراسر بے بنیاد ہے کہ انکے پاس احادیث کا بہت کم ذخیرہ تھا، اپنے بیٹے حماد کے نام انکے وصیت نامہ میں یہ وضاحت وصراحت موجود ہے کہ امام اعظمؒ کے پاس پانچ لاکھ احادیث کا ذخیرہ موجود تھا۔

❁ یہ بھی امام اعظمؒ پر صریح الزام ہے کہ ان کی ایک بیٹی کا نام حنیفہ تھا جو ذہین وفطین تھی، امام اعظمؒ ایک مسئلہ میں پھنس گئے تو اس بیٹی نے کہا کہ اگر آپ اپنی کنیت میرے نام سے قائم کریں تو میں مسئلہ کا حل بتاتی ہوں، امام اعظمؒ نے وعدہ کرلیا، بیٹی نے مسئلہ کا حل بتایا تو وعدہ کے مطابق امام اعظمؒ نے اپنی کنیت ابوحنیفہ رکھ لی۔ یہ تاریخ کا ایک من گھڑت اور بے بنیاد قصہ ہے جو امام اعظمؒ کے مخالفین نے امام اعظمؒ کے علمی مقام ومرتبہ کو مجروح کرنے کیلئے گھڑا ہے جس کا حقیقت کے ساتھ کوئی تعلق نہیں۔ امام اعظمؒ کی حنفیہ نامی بیٹی کا

تاریخ کی مصدقہ شہادتوں سے کوئی ثبوت نہیں ملتا، بلکہ امام اعظمؒ کو ابو حنیفہ اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ سیدھے راستہ والے تھے جیسے حضرت ابراہیمؑ کے بارہ میں ارشاد ربانی ہے ....**ملة ابراھیم حنیفا۔**

تصوف وطریقت

❁ جس طرح ظاہری اعمال کی درستگی ضروری ہے، اسی طرح تزکیہ نفس یعنی باطنی اصلاح بھی ناگریز ہے۔

❁ اسلام میں دونوں کے الگ الگ مستقل شعبے ہیں، ظاہری اعمال کی اصلاح کے شعبے کا نام شریعت ہے جس میں فقہا وعلماء اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں اور باطنی اصلاح کے شعبہ کا نام تصوف وطریقت ہے، جس میں صوفیاء اصلاح کا فریضہ سرانجام دیتے ہیں۔

❁ یہ دونوں باہم متصادم ہرگز نہیں، بلکہ دونوں کا دائرہ کار مختلف ہے۔ شریعت ظاہری افعال کی درستگی کے اصول وقواعد دیتی ہے اور طریقت باطنی کیفیت کی اصلاح کے ضابطے فراہم کرتی ہے۔ مثلاً شریعت یہ بتاتی ہے کہ نماز کے لئے بدن، کپڑوں اور جگہ کی پاکیزگی کیسے حاصل کرنی ہے؟ رکوع وسجود اور قعدہ وقیام میں نماز کے ظاہری ارکان کیسے ادا کرنے ہیں، اور ان میں قراءۃ وتسبیحات کیسے اور کون سی پڑھنی ہیں اور طریقت یہ بتاتی ہے کہ نماز کیلئے قلب کی باطنی کیفیت کو کیسے پاکیزہ رکھنا ہے، نیت کو فتور سے کیسے بچانا ہے، دل کے اندر **ان تعبداللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک** (تو اللہ کی عبارت اس طرح کر گویا کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ کیفیت نہ ہو تو یہ کیفیت ضرور دل کی بنا کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے) کی کیفیت کیسے پیدا کرنے ہے۔ قرآنی کلام کی روشنی میں شریعت کی تشریح **ویعلمھم الکتاب والحکمۃ** کے الفاظ سے اور طریقت کی تعبیر یزکیھم کے الفاظ سے کی گئی ہے اور نبویؐ زبان میں شریعت کو اسلام اور طریقت کو احسان کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے، جیسا کہ حدیث جبریلؑ میں اس کی صراحت موجود ہے۔

❁ شریعت وطریقت کو متصادم قرار دینا یا بعض صوفیاء کے شخصی افعال واقوال کی بنا پر

طریقت وتصوف کی شرعی حیثیت اور ضرورت سے انکار کرنا صریح گمراہی و بے دینی ہے۔

❁ جس طرح شریعت کے مذاہب اربعہ (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) حق اور اہل سنت والجماعت ہیں، اسی طرح طریقت کے سلاسل اربعہ (نقشبندی، چشتی، قادری، سہروردی) بھی حق اور اہل سنت والجماعت ہیں۔

❁ تصوف کے سلاسل کا مقصد وظائف واوراد کے ذریعہ تزکیہ نفس یعنی انسان کی باطنی اصلاح ہے کیونکہ جس طرح انسانی جسم خوراک کا تقاضا کرتا ہے اور خوراک کے ذریعے نشو ونما پاتا ہے اسی طرح انسانی روح بھی خوراک کا تقاضا کرتی ہے اور اس کے ذریعہ نشو ونما پاتی ہے ، اور روح کی غذا ذکر الٰہی اور عبادات ہیں، روح کو جتنی زیادہ خوراک ملے گی، اتنا ہی انسان کا حیوانی نفس کمزور ہوگا، اور جتنا حیوانی نفس کمزور ہوگا، اتنی ہی معصیت سے رغبت کم ہوگی، اور دل کا اللہ سے تعلق قائم و پختہ ہوگا، یہی تصوف کا مقصود ہے، کیونکہ تزکیہ نفس کے بغیر تعلق باللہ کا حصول ناممکن ومحال ہے۔

❁ حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانویؒ کے فرمان کے مطابق عصر حاضر کے پرفتن دور تزکیہ نفس اور باطنی اصلاح کیلئے کسی کامل ومتبع سنت مرشد کے ہاتھ پر بیعت واجب ہے۔

مقام اولیاء اللہ

❁ بیعت کے لائق وقابل وہ اولیاء اللہ ہیں جو جملہ امور زندگی میں سنت نبویؐ کی کامل اتباع واطاعت کرنے والے ہوں، اور تارک سنت نہ ہوں۔

❁ عصر حاضر کے تارکین فرائض واجبات وسنن (مثلاً نمازیں ترک کرنے والے، داڑھی منڈانے والے، یا ایک مٹھی سے کم کتروانے والے، غیر محرم عورتوں کو بے حجاب اپنے پاس بٹھانے والے، بھنگ وچرس وافیم وغیرہ منشیات کا نشہ کرنیوالے، لباس کے معاملہ میں ستر کا خیال نہ رکھنے والے، اور دیگر معصیتوں میں مبتلا) افراد کو ولایت کا درجہ دینا اور ان کی تعظیم و تکریم کرنا طریقت وتصوف کی تعلیمات کے ساتھ سنگین قسم کا مذاق ہے۔

❁ ایسے افراد اولیاء الشیطان ہیں، ان سے بچنا اور دوسروں کو ان سے بچانا ضروری ہیں۔
❁ ان کے برعکس اولیاء کاملین متبعین سنت کی ولایت برحق ہے، انکی زیارت عبادت ہے، ان کی صحت ومعیت کار ثواب ہے، ان سے دعاء کی درخواست کرنا سعادت ہے اور ان کی وعظ ونصیحت کی مجالس ومحافل کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے باغیچے قرار دیا ہے۔

مقام علماء کرام

❁ فرمان نبوی **العلماء ورثة الانبیاء** کے مطابق علماء امت انبیاء کرامؑ کے وارث ہیں، کیونکہ انبیاء کرامؑ اپنے بعد وراثت میں دنیوی مالی واسباب نہیں چھوڑتے، بلکہ وحی الٰہی، دین اسلام اور علوم شرعیہ کی وراثت امت کے سپرد کرتے ہیں، امت کے جو لوگ اس وراثت نبویؐ میں سے اپنے فہم وذوق کے مطابق جتنا حصہ وصول کر لیتے ہیں، وہ اس حصہ کی حد تک نبیؐ کے وارث کہلاتے ہیں، بشرطیکہ عملی ودعوتی زندگی میں اس کا حق بھی ادا کریں۔
❁ امت کے اندر جہاں علماء حق کا وجود خدا کی رحمت ہے، وہاں علماء سوء کا وجود بہت بڑی لعنت ونحوست ہے۔
❁ علماء سوء وہ ہیں جو خوف یا حرص کی بناء پر کتمان حق کریں یعنی حق کی اصلیت کو چھپائیں، یا تلبیس حق وباطل کریں، یعنی حق اور باطل کو باہم اس طرح ملا دیں کہ عام آدمی کے لئے اس میں حق کی شناخت مشکل ہو جائے، جیسے عصر حاضر میں مروجہ رسومات کو اس حد تک دین کا حصہ بنا دیا گیا ہے کہ عوام انہیں بدعت کی حیثیت سے تسلیم کرنے کیلئے تیار ہی نہیں، بلکہ ان رسومات سے روکنے والوں کو مطعون کیا جاتا ہے۔
❁ علماء حق کی زیارت وصحبت ثواب وعبادت ہے اور علماء سوء کی صحبت سے گریز واجب ہے۔
❁ علامات قیامت میں سے ایک علامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بیان فرمائی کہ قرب قیامت میں علم اٹھ جائیگا یعنی علماء حق بکثرت دنیا سے رخصت ہو جائیں گے اور

محراب ومنبر پر جاہلوں کا قبضہ ہوگا۔

بدعات ورسومات

❁ بدعت کہتے ہیں، قرآن وسنت وعمل صحابہؓ کے خلاف کوئی کام کرنا، کسی دینی امر کی مسنون حالت کو بدل دینا، اس میں کمی وبیشی کر دینا، عہد خیر القرون کے بعد کسی نئی چیز کو دین بنا کر دین کے اندر شامل کر دینا۔

❁ مثلاً اذان کے ساتھ اول یا آخر صلوٰۃ وسلام شامل کر کے اذان کی مسنون حالت وکیفیت بدل دی گئی، نماز کے بعد کلمہ طیبہ کے ذکر بالجہر کو لازم پکڑ کر نماز کی عملی حالت میں اضافہ کر دیا گیا، سنتوں کے بعد اجتماعی دعاء کا غیر مسنون عمل جاری کیا گیا، ایصال ثواب کیلئے قل، دسواں، چالیسواں اور عرس وغیرہ کے ایام بلا ثبوت شرعی متعین کر دیئے گئے، انکے لئے ختم شریف کے نام سے مخصوص کیفیت ضروری قرار دی گئی۔ یہ سب امور بدعت ہیں۔ اسی طرح قبروں پر گنبد بنانا، قبروں پر روشنی کرنا، تعزیہ بنانا، بزرگوں کا میلہ کرنا، قبروں پر جھنڈے گارنا، میلاد کی وجہ محفلیں منعقد کرنا، میلاد میں قیام کرنا، مزارات کو پختہ کرنا، قبروں پر چادریں اور پھول چڑھانا، امام جعفر صادقؒ کے کنڈے پکانا، نماز جنازہ کے بعد قبل از دفن دعا مانگنا، قبر پر اذان دینا، اذان میں انگوٹھے چومنا، حیلہ اسقاط کرنا، دوران قرآن وغیرہ سب امور بدعت ہیں جن سے بچنا ضروری ہے۔

❁ مذہبی بدعات کی طرح شادی وغیرہ کی معاشرتی رسومات بھی ناجائز وحرام ہیں، اور ان پر خرچ ہونے والی رقم اسراف اور فضول خرچی کی مد میں آتی ہے جو گناہ کبیرہ ہے۔

❁ فرمان نبویؐ ہے کہ ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔

❁ احادیث میں جس بدعت کو بدعت حسنہ کہا گیا ہے، وہ درحقیقت سنت ہی کی ایک قسم ہے مثلاً امام عمر فاروقؓ کا باجماعت نماز تراویح کا سلسلہ جاری کرنا، شرابی کیلئے چالیس کی بجائے اسی کوڑے کی حد نافذ کرنا، امام عثمان غنیؓ کا جمعہ کی پہلی اذان جاری کرنا وغیرہ۔ بظاہر یہ امور خلافِ سنت اور بدعت نظر آتے ہیں، لیکن درحقیقت یہ بدعت حسنہ یعنی سنت

ہی کی ایک قسم ہیں۔ اسی لئے حضرت مجدد الف ثانیؒ فرماتے ہیں کہ کوئی بدعت، بدعت حسنہ نہیں، بلکہ ہر بدعت ضلالت اور گمراہی ہے۔

❁ فرمان نبویؐ ہے کہ بدعتی کا ادب کرنے والا دین کی عمارت گرانے والا ہے، بدعتی پر خدا کی لعنت ہوتی ہے، اس کی فرضی ونفلی عبادت قبول نہیں کی جاتی، اور بدعتی کے لئے توبہ کا دروازہ بند کر دیا جاتا ہے۔

❁ سنت وبدعت کے تقابل میں قیامت کے دن اہل سنت والجماعت کے چہرے سفید اور اہل بدعت کے چہرے سیاہ ہوں گے اور اہل بدعت کو دست نبوت سے حوض کوثر کا پانی نصیب نہ ہوگا۔

علامات قیامت

زبان نبوت سے جو علامات قیامت بیان ہوئیں وہ سب حق ہیں، اور جب تک وہ ظاہر نہ ہو جائیں، قیامت نہ آئے گی۔

❁ مثلاً مسلمانوں کی دین سے بیزاری، ان میں باہمی نفرت اور عداوت، علما حق کی بکثرت اموات، مختلف دینی ومعاشی اور اخلاقی فتنوں کا ظہور، قتل ناحق کی کثرت، مساجد کی ویرانی، حکام کی کمینگی، گانوں اور انکے آلات کی کثرت، قوم یاجوج ماجوج کا خروج، دابہ الارض کا نکلنا، امام مہدی کا ظہور، دجال کا خروج، حضرت عیسیٰؑ کا آسمان سے نزول، آفتاب کا مغرب سے طلوع وغیرہ بے شمار علامات زبان نبویؐ سے بیان کی گئیں۔

❁ ان میں سے بعض وہ ہیں جو ظہور مہدیؒ سے پہلے کی ہیں، اور بعض وہ ہیں جو صور اسرافیلؑ کے قریب کی ہے۔

نظریہ ظہور مہدیؒ

❁ امام مہدی کے بارہ میں تین تصور ہیں۔

(پہلا) منکرین کا جو مہدیؒ کو ایک فرضی اور خیالی شخصیت قرار دیکر اس سے متعلق تمام احادیث صحیحہ کو جھٹلاتے ہیں۔

(دوسرا) روافض کا جن کے نزدیک امام مہدیؒ تقریباً بارہ سوسال پہلے تیسری صدی ہجری کے نصف (۲۵۶ھ) میں پیدا ہوئے اور قرآن لیکر غار میں چلے گئے، قرب قیامت میں آئیں گے، برہنہ حالت میں دن کے وقت عین دوپہر میں نمودار ہوں گے، قرآن ان کے ہاتھ میں ہوگا، آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے روضہ اقدس پر جائیں گے، آپؐ باہر تشریف لاکر امام مہدی کے ہاتھ پر بیعت کریں گے، پھر امام مہدی ابوبکرؓ وعمرؓ کو قبر سے نکال کر پھانسی دیں گے، حضرت عائشہؓ پر حد جاری کریں گے، العیاذ باللہ تعالیٰ۔

(تیسرا) تصور اہل سنت والجماعت کا ہے کہ امام مہدیؒ قرب قیامت پیدا ہوں گے۔

❁ احادیث صحیحہ کی روشنی میں امام مہدیؒ آل رسولؐ میں سے ہوں گے، سیدہ فاطمہ الزہراءؓ کی اولاد اور امام حسنؓ کی نسل میں سے ہوں گے، اسم گرامی محمد ہوگا، والد کا نام عبداللہ ہوگا، صورت واخلاق میں حضور علیہ السلام سے مشابہ ہوں گے، گویا ظاہر وباطن میں حضور علیہ السلام کے ساتھ مکمل مناسبت ہوگی، ۴۰، سال کی عمر میں طواف کعبہ کے دوران ابدال وقت انہیں پہچانیں گے، انکے ہاتھ پر پہلے مرحلہ میں بیعت کرنے والوں کی تعداد تین سو تیرہ ہوگی، اس بیعت کے وقت آسمان سے آواز آئیگی **ھذا خلیفة اللّٰہ المھدی فاستمعو اله واطیعوا** یہ آواز وہاں پر موجود ہر خاص وعام سنے گا، سات سال تک ان کی خلافت ہوگی، پھر حضرت عیسیٰؑ کا نزول ہوگا، پہلی نماز عیسیٰؑ امام مہدی کی اقتداء میں ادا کریں گے، دوسال حضرت عیسیٰؑ کی صحبت ومعیت میں رہیں گے، تقریباً ۴۹ سال کی عمر میں وفات پائیں گے۔ ان کے عہد میں خیر وبرکات کا خصوصی نزول ہوگا اور اشیاء میں برکت بڑھ جائے گی۔

خروج دجال

❁ فرامین پیغمبرؐ کی روشنی میں دجال مذہباً یہودی ہے.... کسی جزیرہ میں زنجیروں کے ساتھ جکڑا ہوا ہے.... قرب قیامت میں کھولا جائیگا اور پھر وہ خروج کرے گا۔

❁ دعویٰ الوہیت کے ساتھ زمین کا چکر لگائے گا یعنی اس کا دعویٰ ہوگا کہ میں خدا ہوں۔

❁ دائیں آنکھ سے کانا ہوگا اور اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہوگا۔
❁ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں داخل نہ ہو سکے گا، کیونکہ وہاں کے راستوں پر مقرر فرشتے گرز مار مار کر اسے واپس لوٹا دیں گے۔
❁ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار ساحرانہ قوتوں کا مالک ہوگا.....اس کے حکم پر لمحوں میں آسمان سے بارش اترے گی، زمین خزانے اگلے گی، فصلیں لمحوں میں پک کر اور کٹ کر تیار ہوں گی، یہی ساحرانہ کرشمے لوگوں کی گمراہی کا باعث ہوں گے۔
❁ اس کی اپنی تیار کردہ جنت جہنم اس کے ہمراہ ہوں گی، اپنے موافقین کو جنت میں اور مخالفین کو جہنم میں ڈالے گا.....فرمان نبویؐ ہے کہ جو اس کی جہنم میں ہوگا اللہ کی جنت میں جائیگا اور جو اس کی جنت میں ہوگا، وہ اللہ کی جہنم میں جائے گا۔
❁ وہ کائنات کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس کے شر سے تمام انبیاء کرامؑ اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بھی پناہ مانگتے رہے.....فرمان نبویؐ ہے کہ اس کے شر سے بچنے کیلئے سورہ کہف کی آخری آیات بکثرت تلاوت کرتے رہا کرو۔

حیات ونزول مسیح علیہ السلام

❁ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ پھانسی دی گئی جیسا کہ یہود ونصاریٰ کا عقیدہ ہے اور نہ ان پر (فی الحال) طبعی موت واقع ہوئی جیسا کہ مرزا قادیانی وغیرہ کا دعویٰ ہے کہ عیسیٰؑ کی قبر سرینگر میں ہے۔ بلکہ اللہ نے انکو آسمان پر اٹھا لیا جہاں وہ زندہ موجود ہیں۔
❁ قرب قیامت میں نازل ہو کر ۴۰، سال تک شریعت محمدیہؐ کے مطابق خلافت کریں گے۔ دجال کو قتل کریں گے، اسی دوران ان کی شادی ہوگی، اولاد ہوگی، پھر انکی وفات ہوگی، اور وہ روضہ رسولؐ میں مدفون ہوں گے۔

قیامت

❁ قیامت برحق ہے قرآنی ونبویؐ تعلیمات کے مطابق اس کا آنا ناگریز ہے۔
❁ پہلے صور اسرافیلؑ پر سب ذی روحوں کی روح قبض کر لی جائیگی، آسمان وزمین، پہاڑ

ودرخت، چاندوسورج اورستارے وغیرہ سب مخلوقات فنا ہوجائیں گی۔

❁ دوسرے صور اسرافیلؑ کے بعد مکلّف مخلوقات انسان وجنات دوبارہ سب کی سب زندہ کی جائیں گی، اسی کو اسلامی عقائد میں بعث بعدالموت کہا گیا ہے۔ یہ زندگی اسی دنیوی جسم کو حاصل ہوگی، اسی میں روح کا اعادہ ہوگا۔

❁ زندہ کیے جانے کے بعد سب لوگ میدان محشر کیطرف اکٹھے کیے جائیں گے۔

عالم برزخ

❁ برزخ کسی معین جگہ کا نام نہیں، بلکہ موت کے بعد انسانی جسم یا اس کے اجزاء جہاں بھی ہوں، وہی اس کا برزخ ہے، جس کو قبر میں دفن کیا گیا اس کا برزخ قبر ہے، جس کو جانور کھا گئے یا اسے جلا کر راکھ کر دیا گیا، جہاں بھی اس کے جسم کے ذرات واجزاء ہوں گے وہی اس کا برزخ ہوگا۔

❁ موت کے بعد قبر میں روح کا میت کی طرف لوٹایا جانا حق ہے۔

❁ منکرین کے سوال حق ہیں جو وہ آکر قبر میں کریں گے کہ تیرا رب کون ہے؟ تیرا دین کون سا ہے؟ تیرا نبی کون سا ہے؟ یہ سوال روح وجسم دونوں سے ہوں گے۔

❁ کافر وفاسق کیلئے قبر کا عذاب اور مومن ومسلم کیلئے قبر کی راحت حق ہے، جو روح اور جسم دونوں کو ہوتے ہیں۔

❁ نیک وبد لوگوں کی روح کے ٹھکانے اگرچہ مختلف ہیں، نیک لوگوں کی روحیں علیین میں اور بدلوگوں کی سجین میں ہوتی ہیں۔ لیکن ان کی ارواح کا ان کے ابدان سے ایسا تعلق ضرور ہوتا ہے جس سے وہ عذاب وراحت کو محسوس کرسکیں۔

❁ قبر سے حقیقی طور پر یہی گڑھا مراد ہے جس میں مردہ کو دفن کیا جاتا ہے، لیکن مجازی طور پر اس کو بھی قبر کہا جاتا ہے جہاں میت کے اجزاء وذرات ہوں، مثلاً جانوروں کا پیٹ وغیرہ۔

ایصال ثواب

❁ میت کیلئے ایصال ثواب حق ہے، لیکن اس کے مروجہ طریقے جائز نہیں۔

❁ قرآن پاک پڑھ کر، نفلی نماز پڑھ کر، نفلی روزے رکھ کر، صدقہ وخیرات کر کے، ذکر و اذکار کر کے، درود شریف پڑھ کر میت کیلئے ایصال ثواب کرنا درست ہے۔

❁ ایصال ثواب کیلئے اجرت مقرر کر کے قبروں پر حافظ بٹھانا، سپیکر وغیرہ میں شبینہ کرنا جس سے سونے والوں کی نیند خراب ہوتی ہے اور مریضوں کو اذیت پہنچتی ہے، قطعاً حرام ہے۔ نہ صرف یہ کہ میت کو اس کا ثواب نہیں پہنچتا بلکہ پڑھنے اور پڑھانے والے بھی سخت گنہگار ہوتے ہیں، کیونکہ فقہاء نے کسی نمازی، بیمار اور سونے والے کے پاس اونچی آواز میں قرآن پڑھنے کو ناجائز قرار دیا ہے۔

❁ ایصال ثواب سے میت کے عذاب میں تخفیف ہوتی ہے یا اس کے درجات میں ترقی ہوتی ہے۔

میدان حشر

❁ بعث بعد الموت کے بعد ساری انسانیت محشر میں جمع کی جائیں گی۔

❁ جہاں سورج سوا میل کے فاصلہ پر ہوگا۔

❁ اس سورج کی تپش و گرمی سے ہر شخص اپنے پسینہ میں ڈوبا ہوا ہوگا، کوئی ٹخنوں تک، کوئی گھٹنوں تک، کوئی کمر تک اور کوئی گردن و سر تک۔

❁ عرش الٰہی کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا، متقین وصالحین اس کے سایہ میں ہوں گے۔

❁ یہ دن پچاس ہزار سال کا ہوگا۔

❁ میزان قائم وگا جہاں ہر شخص کے نیک و بد اعمال تولے جائیں گے۔

❁ کسی کے ساتھ ذرہ برابر ظلم نہ ہوگا۔

❁ کسی کا کوئی عمل ضائع نہ ہوگا۔

❁ ہر قسم کے جسمانی و دنیوی رشتے منقطع ہو جائیں گے۔

❁ ہر شخص کو اس کے اپنے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، کسی کے عمل کا بوجھ دوسرے پر نہ ڈالا جائیگا۔

❁ اس دن مجرموں کی زبانیں بند ہوں گی اوران کے جسم کے اعضاء (ہاتھ، پاؤں وغیرہ) کوقوت گویائی ملے گی جوان کے خلاف شہادت دیں گے۔

❁ نیک لوگوں کواعمال نامہ ان کے دائیں ہاتھ میں اور برے لوگوں کواعمال نامہ ان کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا

❁ مومنین ومتقین کوآنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے دست نبوت سے حوض کوثر سے پانی پلائیں گے۔امام ابوبکر صدیقؓ اورامام فاروق اعظمؓ بھی حوض کوثر پر آپؐ کے ہمراہ ہوں گے۔

شفاعت

❁ کافروں کیلئے قیامت کے دن کوئی شفاعت نہ ہوگی۔

❁ مومنوں کیلئے مختلف شفاعتیں ہوں گی۔آنخضرت ﷺ کی شفاعت امت کیلئے ،قرآن کی شفاعت قرآن پڑھنے والوں کیلئے ،روزہ کی شفاعت روزہ داروں کیلئے ،حافظ قرآن کی شفاعت اپنے خاندان کے دس گناہ گاروں کیلئے ،اورشہید کی شفاعت خاندان کے ستر گنہگاروں کیلئے قبول کی جائے گی۔محشر کی ہولناکی میں تاخیر حساب کی وجہ سے قومیں پریشان ہوں گی ،انبیاء کرامؑ اوران کی اقوام جمع ہوکر آنخضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے اورشفاعت کی درخواست کریں گے ،آپؐ سجدہ میں گر جائیں گے۔طویل سجدہ کے بعد بحکم الٰہی آپؐ سجدہ سے سر اٹھائیں گے اور بارگاہ خداوندی میں اقوام کی شفاعت کریں گےاوراقوام کا حساب وکتاب شروع ہوجائیگا۔

❁ محشراوراس سے متعلقہ امور (میزان،شفاعت،حساب وغیرہ) کامنکر ملحد وزندیق ہے۔

جنت اوراس کی نعمتیں

❁ ایمان واعمال صالحہ کی اخروی جزا جنت ہے جو بحیثیت مخلوق موجود ہے۔

❁ اس میں خدا تعالیٰ نے بیشمار نعمتیں تیار کررکھی ہیں۔

❁ خدا تعالیٰ وہاں میزبان اورجنتی اس کے مہمان ہوں گے۔

❁ دخول جنت سے قبل تمام جنتیوں کے قلوب کوحوض کوثر کے پانی سے دھویا جائے گا،ان

کے دلوں سے ہر قسم کے امراض خبیثہ اور خواہشات نفسانیہ نکال دی جائیں گی، ان میں کسی قسم کا کوئی روحانی مرض باقی نہ ہوگا۔ کدورت، نفرت، عداوت اور معصیت نکال کر الف و محبت بھر دی جائے گی۔

❁ وہاں جنتیوں کیلئے ہیرے جواہرات سے مزین مکانات طیبہ ہوں گے۔ ان میں خوبصورت بالاخانے ہوں گے جہاں تخت وقالین بچھے ہوں گے اور ان پر گاؤ تکیے لگے ہوں گے۔ ان کیلئے حور و غلمان کا انتظام ہوگا، پاکیزہ و باحیا بیویاں ہوں گی، دودھ و شہد کی نہریں ہوں گی، ہمہ قسم کے پھل ہوں کے جو صورت میں دنیوی پھلوں کے مشابہ ہوں گے، لیکن ذائقہ میں منفرد و بیمثال ہوں گے، موسم میں اعتدال ہوگا یعنی نہ سردی ہوگی نہ گرمی۔ کسی قسم کی مشقت نہ ہوگی، کسی قسم کی بے ہودگی نہ ہوگی اور ان کی دائمی زندگی پر سکون ہوگی۔

جہنم اور اس کے عذاب

❁ کفر و معصیت کی اخروی جزا جہنم ہے، جو بحیثیت مخلوق موجود ہے۔

❁ اس میں خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شمار قسم کے عذاب تیار ہیں۔

❁ جہاں آگ ہے، جو دنیوی آگ سے ستر گناہ زیادہ تپش رکھتی ہے، جس کی چنگاریاں اونٹ کے برابر ہیں، جو ستونوں کی شکل میں ہے، چنگھاڑتی اور جوش مارتی ہے، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں، اس میں طوق اور زنجیریں ہیں، ان کے پینے کیلئے کھولتا ہوا پانی اور زخموں سے رسنے والی پیپ ہے، کھانے کیلئے تھور کا درخت اور کانٹے دار جھاڑیاں ہیں، اس میں آگ کا لباس ہے، انکو لوہے کی ہتھوڑیوں کی ضربیں لگائی جائیں گی، ان کیلئے سانپ اور بچھو ہوں گے، وہاں سے نکلنا ان کیلئے محال ہوگا، وہاں ان کیلئے موت بھی نہ ہوگی۔

❁ کفار و مشرکین کیلئے یہ عذاب دائمی اور ہمیشہ کیلئے ہوگا، اور گناہ گار مسلمان اپنی بداعمالیوں کی سزا بھگت کر وہاں سے نکالے جائیں گے اور جنت میں داخل کیے جائیں گے۔

❁ جہنم کی پشت پر پل صراط ہے جو تلوار سے زیادہ تیز اور بال سے زیادہ باریک ہے، متقین

اس کے اوپر سے بجلی کی طرح گزر جائیں گے اور کفار وگنہگار کٹ کر جہنم میں جا گریں گے۔

❁ جنت وجہنم کے درمیان مقام اعراف ہے جہاں وہ لوگ ہوں گے جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر ہوں گی۔ اعراف میں نہ جنت جیسی نعمتیں ہوں گی اور نہ جہنم جیسا عذاب۔

رؤیت باری تعالیٰ

❁ جنت میں جنتیوں کو جب حسب وعدہ سب نعمتیں مل چکی ہوں گی تو خدا تعالیٰ سب جنتیوں کو اپنا دیدار کرائیں گے۔ اس وقت سب جنتی سجدہ میں گر جائیں گے۔

❁ دیدار کے بعد خدا تعالیٰ جنتیوں کو یہ خصوصی نعمت عطاء فرمائیں گے کہ آج کے بعد میں تم سے ایسا راضی ہو گیا کہ کبھی بھی ناراض نہ ہوں گا۔

تقدیر

❁ ہر اچھے اور برے کام کا خالق خدا تعالیٰ ہے۔ لیکن ان پر عمل کیلئے انسان مختار ہیں۔

❁ دنیا میں ہونے والا ہر کام لوح محفوظ پر لکھی ہوئی تقدیر کے مطابق ہوتا ہے۔

❁ تقدیر نام ہے دنیا میں ظہور پذیر ہونے والے کاموں اور ان کے نتائج کا جو خدا تعالیٰ نے اپنے علم ما کان وما یکون کے تحت پہلے ہی لکھ دیے ہیں۔

❁ تقدیر صرف نتائج ہی کا نام نہیں بلکہ حصول نتائج کے اسباب وذرائع کا بھی نام ہے۔ مثلاً تقدیر میں اگر جہاں یہ لکھا ہے کہ فلاں شخص کو اتنا رزق ملے گا۔ تو وہاں یہ بھی لکھا ہے کہ یہ رزق فلاں ذرائع واسباب (تجارت، ملازمت، مزدوری وغیرہ) سے حاصل ہوگا۔ اس سے یہ شبہ دور ہو جاتا ہے کہ اگر میرے لئے اتنا رزق لکھا ہے تو پھر مجھے محنت وملازمت کی کیا ضرورت ہے؟

❁ تقدیر کے انکار سے علم الٰہی کا انکار لازم آتا ہے جو کفر ہے۔

❁ فرقہ جبریہ کے نزدیک انسان تقدیر کی وجہ سے مجبور محض ہے اور اس کا اپنا کوئی اختیار نہیں۔ یعنی غیر اختیاری طور پر اس سے وہ اعمال سرزد ہو جاتے ہیں جو اس کیلئے لکھے گئے ہیں۔

۞اس کے برعکس فرقہ قدریہ کے نزدیک تقدیر کوئی چیز نہیں۔انسان اپنے اختیار سے اپنے اعمال کے مطابق اپنی تقدیر خود بناتا ہے۔

۞اہل سنت والجماعت ان دونوں نظریوں کو مسترد کرتے ہیں۔ان کے نزدیک تقدیر کے انکار سے علم الٰہی کا انکار لازم آتا ہے۔اور انسان کے عملی اختیار کے انکار سے اس کا مقصد تخلیق، اور جزاء وسزا کا سارا فلسفہ اپنی حیثیت کھو بیٹھتا ہے۔

۞ تقدیر کا مسئلہ اسلام کے مشکل اور دقیق ترین مسائل میں سے ہے،اس لئے اس پر بلا مقصد بحث وگفتگو سے سختی کے ساتھ منع کیا گیا ہے۔

ضروری وضاحت

مذکورہ عقائد ونظریات کیلئے بزرگان دیوبند کی دیگر مستند کتب کے علاوہ متکلم اسلام، حضرت مولانا علامہ عبدالحق حقانی دہلوی رحمتہ اللہ علیہ اور عمدۃ المحدثین، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمتہ اللہ علیہ کی عقائد الاسلام سے استفادہ کیا گیا ہے۔

......مولانا عبدالحق خان بشیر کی زیرِ ترتیب کتب......

امام اہل سنت کے عقائد و نظریات...... تحقیق اور اصول تحقیق کے آئینے میں
کیا زندے بھی نہیں سنتے؟ (بجواب، کیا مردے سنتے ہیں؟)
ترک تقلید کی خوفناک تحریک......عبرتناک انجام
قانون توہین رسالت اور قادیانی، غامدی تحریکیں
مجدد الف ثانیؒ سے......غلام غوث ہزارویؒ تک
سلاسل طریقت......اور......ائمہ رشد و ہدایت
تحریک انکار حیات الانبیاءؑ کا گولڈن جوبلی
جاوید احمد غامدی سے اختلاف کیا ہے؟
عبارات اکابر پر سیالوی حملہ کی حقیقت
خطباتِ بشیر......در سیرتِ سراجِ منیر
حَرم نبویؐ سے کربلائے معلّٰی تک
مقالات بشیر بر حالات عالمگیر
فکر سندھی حقائق کے آئینہ میں
میثاق انبیاءؑ سے امام انبیاءؑ تک
گنبد خضریٰ سے مقام محمود تک
تاریخ و مسلک علماء دیوبند
حیاتِ قاضی مظہر حسینؒ
ضرب بشیر بر فکر پنج پیر